13.111

حضرت مجدد اور پاکستان

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

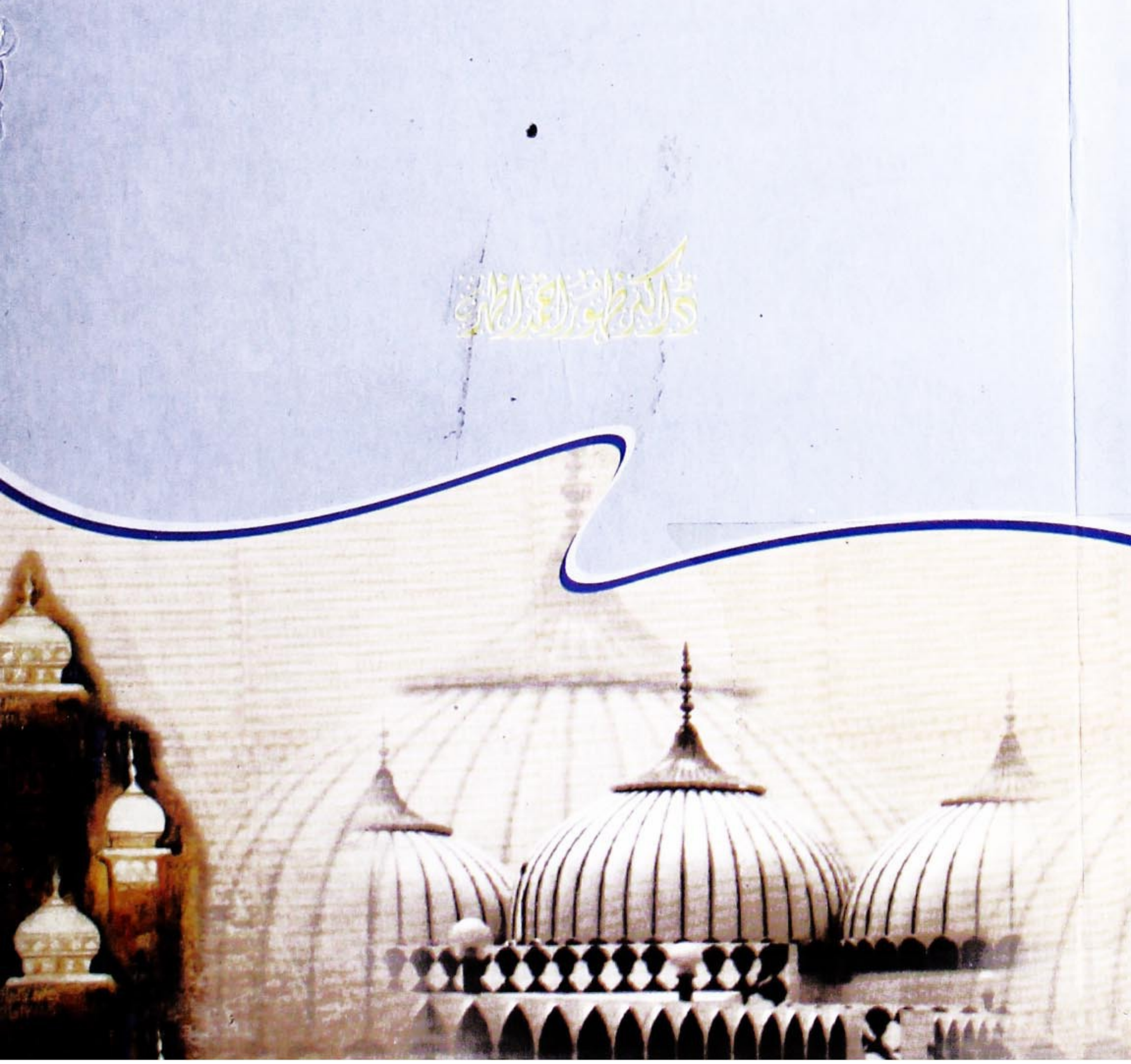

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات یونیورسٹی آف فیصل آباد

حضرت مجدد اور پاکستان

تصنیف

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

Marfat.com

جملہ حقوق بحق یونیورسٹی آف فیصل آباد محفوظ ہیں

84456

نام کتاب: حضرت مجدد اور پاکستان

اشاعت ششم: فروری 2008

معاون اشاعت: صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری

تعداد: 1100

کمپوزنگ: طیبہ رفیق، سمیرہ شہناز آفرین

گرافکس ڈیزایز: عدیل الرحمٰن اطہر

پرنٹرز: البغداد پرنٹرز
گلی نمبر 5 مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد 041-2602723

Marfat.com

انتساب

بیسویں صدی کے سب سے بڑے مسلمان سائنسدان اور محسن پاکستان

جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان

کی خدمت میں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ظہور احمد اظہر

Marfat.com

فہرست

1- دیباچہ 1

2- منصب تجدید واحیائے دین اور حضرت مجدد 23

3- عہدِ مجددی 45

4- دیارِ مجدد الف ثانی 60

5- خانوادۂ حضرت مجدد الف ثانی 68

6- آئینہ حیاتِ مجدد الف ثانی 75

7- شہرِ لاہور اور حضرت امام ربانی 89

8- حضرت مجدد اور علامہ اقبال 104

9- اسلامی تصوف اور امامِ ربانی 132

10- منصب نبوت ورسالت 158

11- حضرت مجدد الف ثانی اور نظریہ پاکستان 199

12- پاکستان کا مستقبل فکر مجدد کی روشنی میں 249

13- بھولا بھالا مسلمان 265

14- حوالے اور حواشی 274

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

تاریخ کے بعض سوالات ایسے بھی ہیں جن کا جواب یا تو ابھی دینا باقی ہے اور مؤرخ کے ذمہ ادھار چلا آتا ہے اور یا پھر ابھی تک تشنہ اور نامکمل ہے، ایسے ہی سوالات میں سے ایک سوال یہ ہے کہ دینِ اسلام دنیا میں کیونکر پھیلا؟ بعض لوگ اشاعتِ اسلام کو تلوار کا مرہونِ منت تصور کرتے ہیں اور کسی روحانی، اخلاقی اور علمی کشش کے وجود سے انکار کرتے ہیں! صورتِ حال یہ رہی ہے کہ جزیرۂ عرب کے لوگوں نے کفارِ مکہ اور یہود یثرب کی شدید ترین مخالفت کے باوجود نبی صادق وامین کے حسن اخلاق اور سیرت طیبہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا، پھر ایشیا کے جن جن خطوں میں اسلام کی تبلیغ ہوئی وہاں کے لوگوں نے مسلمانوں کے اخلاق اور حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور دل و جان سے اس کے شیدائی بن گئے اور آج بھی ان تمام خطوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، صرف برعظیم جنوبی ایشیا ایک ایسا خطہ ہے جہاں ہزار سال سے زیادہ عرصہ کی مسلم حکمرانی کے باوجود یہاں مسلمان نہ صرف اقلیت میں ہیں بلکہ وہ تو اپنی بقا کی جنگ لڑنے پر مجبور ہیں! آخر یہاں پر اسلام اکثریت کا مقبول عام مذہب کیوں نہ بن سکا؟!

اس حقیقت کا انکار نہیں ہونا چاہیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اہلِ ایمان کو جہاد و قتال کی اجازت دی اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا حکم دیا، یہ بات بھی غلط نہیں کہ بعض مسلم حکمرانوں نے فتوحات کے لئے بھی جنگیں لڑیں مگر ان جنگوں کو نہ تو جہاد اسلامی سے کوئی نسبت تھی اور نہ وہ اسلام کی اشاعت کے لئے لڑی گئی تھیں، تاہم یہ کہنا زیادتی ہوگی کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا! غزوات نبوی کے اسباب اور نتائج سے دنیا آگاہ ہے فتح مکہ کے موقع پر مفتوحین سے تاریخ کا انوکھا اور حیرت انگیز سلوک بھی سب پر عیاں ہے! اگر اسلام محض تلوار سے پھیلا ہوتا تو مشرق

Marfat.com

بعید کے ممالک انڈونیشیا، ملائیشیا اور برونائی دارالسلام میں کس کی تلوار نے اسلام پھیلایا! اگر اسلام تلوار سے پھیلتا تو آج برِ عظیم میں مسلمان اقلیت میں نہ ہوتے کیونکہ مسلم حکمرانوں کی تلوار تو ایک ہزار سال تک یہاں بے نیام رہی! یہاں پر اسلام کا اکثریت کا مذھب نہ بن سکنے کے تین اسباب ہو سکتے ہیں، نچلی ذات کے ھندو جب بھی دینِ اخوت ومساوات کی طرف مائل ہوئے چالاک برہمن نے فسادات کی آگ بھڑکا دی اور مسلمان حکمران قیامِ امن کے نام سے اسلام کا رستہ روک دیتے رہے (جیسا کہ آج بھی اچھوتوں کو عیسائی یا مسلمان ہونے سے روکنے کے لئے برہمن یہی حربہ استعمال کر رہا ہے!) دوسری وجہ یہ تھی کہ جب بھی صوفیہ کرام ستائے ہوئے عوام میں مقبول ہوئے مسلمان حکمرانوں کو اپنی کرسی خطرہ میں نظر آنے لگتی یوں جن حکمرانوں کو اشاعتِ اسلام پر توجہ دینے کی توفیق نہ ہوئی وہ مبلغین اسلام کا رستہ بھی روکتے رہے تا کہ "امن" سے حکومت کر سکیں، تیسرا سبب اکبر تھا جس نے ارتداد و انحراف کی راہ اختیار کر کے لٹیا ہی ڈبو دی، دینِ الٰہی کی معجون ضلالت سے اسلام کی راہ میں سد سکندری کھڑی کر دی، موقع پرست برہمن نے اسلام اور مسلمان کو دیس نکالا دینے یا نابود کرنے کے لئے وہی رستہ اور نسخہ اختیار کیا جو سپین کے خداوندان کلیسا نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو دیس نکالا دینے کے لئے ایجاد کیا تھا، زبردستی اسلام چھڑوایا، جلاوطن کیا یا زندہ جلا دیا! دنیا میں جہاں بھی اسلام گیا وہاں آج بھی ہے البتہ مسلم حکمرانی ختم ہوگئی، یہ صرف سپین تھا جہاں مسلم حکمرانی ختم ہوئی تو بظاہر اسلام اور مسلمان کو بھی دیس نکالا مل گیا مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے! سپین میں آج بھی لوگ خوشی سے اسلام قبول کر رہے ہیں خصوصا سپین کے سب سے بڑے صوبہ اندلوسیا کے کالے بالوں اور کالی آنکھوں والے نوجوان یہ کہکر اسلام قبول کر رہے ہیں کہ ہم دراصل ان مظلوم مسلمانوں کی اولاد ہیں جو زبردستی عیسائی بنائے گئے، زندہ جلائے گئے یا جلاوطن کئے گئے! یوں گویا ھندو اور صلیبی مسلمانوں سے تلوار کے زور پر اسلام چھڑواتے رہے آج بھی اسرائیل کے صہیونی، بھارت کے لبھو رام اور ان سب کے

Marfat.com

انکل سام مسلمانوں کو دہشت گردی کی ٹوپیاں پہنا کر ان سے زبردستی اسلام چھڑوا رہے ہیں مگر وہ اس مہم میں بری طرح ناکام ہیں!! یہ سب لوگ عالم اسلام کے خلاف سپین کا کلیسائی نسخہ آزما رہے ہیں مگر نتیجہ وہی ہوگا جو آج سپین میں ظاہر ہو رہا ہے! ایمان کوئی ظاہری لباس نہیں جسے زبردستی اتروایا جا سکے، ایمان کا تعلق تو انسان کے دل اور باطن سے ہے، دل کی گہرائیوں میں نہ لبھو رام اتر سکتا ہے نہ صہیونی اور نہ نئے سامراجی! قدرت کا اپنا ایک نظام ہے جو ہر فرعون کے لئے موسی پیدا کرتا رہتا ہے! صلیبی جب حد سے بڑھے تھے تو صلاح الدین ایوبی اور اس کے جانشین آ گئے تھے! اکبری عہد کا برہمن جب تمام حدود پھلانگ گیا تو مموں لے سے شاہین کو ذبح کرانے کے لئے قدرت نے مجدد الف ثانی کو بھیج دیا، ھندو اور انگریز کی مشترکہ سازش نے جب بھولے مسلمان کا گلا گھونٹنا چاہا تو نظام قدرت نے اقبال اور جناح پیدا کر دئے! یوں قدرت خود بخود لالے کی حنا بندی کرتی رہی ہے، کرتی رھتی ہے اور کرتی رہے گی! تاہم برِ عظیم کی تاریخ میں ایک درویش خدا مست شیخ احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ نے ھندو برہمن کے منصوبہ کو خواب پریشاں میں جس طرح بدل دیا تھا اس کی گہرائی اور گیرائی کا صحیح اندازہ کوئی نہیں کر سکا بلکہ کسی نے اس کی کوشش ہی نہیں کی! حضرت مجدد نے اکبر کے دینِ الہی کی معجون ضلالت کو خاک میں ملا کر جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اور ھندو انقلاب کو ناکام بنا کر جو محیر العقول کارنامہ انجام دیا وہ نہ صرف یہ کہ اسلامی تاریخ کا ایک معجزہ ہے بلکہ ابھی تک لوگوں کی نظروں سے بھی اوجھل ایک فیصلہ کن قدم ہے جو "بروقت خبردار" ہونے والے درویش خدامست نے اٹھایا تھا!!

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو علامہ محمد اقبال نے بجا طور پر سرمایۂ ملتِ اسلامیہ کا نگہبان اور محافظ قرار دیا ہے جس طرح کہ انہوں نے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کو برِ عظیم کی اسی ملتِ اسلامیہ کا "خدنگ آخرین" یعنی ترکش کا آخری تیر قرار دیا ہے، بیشک حضرت علامہ علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد بالکل درست ہے لیکن اس میں یہ اضافہ بھی

Marfat.com

کرلیا جائے کہ حضرت مجدد بر عظیم کی ملتِ اسلامیہ کے سرمایہ کے محض نگہبان ومحافظ ہی نہیں بذاتِ خود بھی اس ملت مرحومہ کا سرمایہ ہیں بلکہ بہت قیمتی سرمایہ ہیں خصوصا پاکستانی مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے لئے تو وہ بے حد قیمتی سرمایہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے نے غالبا تاریخ میں پہلی بار یہ محسوس کیا کہ ہندو برہمن چالاک بھی ہے اور خونخوار بھی (وہ یہ تو بھول جاتا ہے کہ وہ بھی باہر سے آنے والا اجنبی ہے جو برِ عظیم میں وارد ہوا تھا بالکل ایسے ہی جیسے مسلمان باہر سے آئے اور سرزمین ہند کو اپنا وطن بنالیا تھا، جبکہ یہاں کے اصل باشندے تو دراوڑ ہیں جنہیں برہمن نے صرف اپنی خدمت اور چاکری کے لئے اپنے ہندو معاشرہ کے چوتھے اور سب سے نچلے طبقہ کے طور پر قبول کر لیا اور اسے "اچھوت" کے لقب سے "نوازا"، وہ ہزاروں سال سے طبقات زدہ ہندو معاشرہ کی نوکری چاکری پر مجبور ہے اور جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہا ہے اب اگر برہمنی سماج باہر سے آنے والے "مسلوں" کی اولاد کو بھی اپنے اندر جذب کرنے کے لئے بیقرار ہے تو انہیں اس طبقاتی معاشرہ کی پانچویں اور سب سے نچلی سیڑھی پر جگہ ملے گی اور شاید اسے غربت اور افلاس میں مبتلا کر کے "اچھوتوں کے اچھوت" کے لقب سے نوازا جائے جیسا کہ علامہ ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر ذاکر حسین اور جنرل شاہ نواز کے بیس کروڑ مسلمان وارثوں کو صرف ساٹھ سال کے اندر ہندو اپنے معاشرہ کا پانچواں طبقہ بنا چکا ہے!!) اس لحاظ سے امام ربانی پہلے "ہندو شناس" مسلمان مفکر ہیں جو اقبال اور جناح کو ہندو شناسی کے عملی خطوط مہیا کر گئے لیکن حضرت مجدد کا اس سے بڑا کارنامہ بھی ہے (اور نظریہ پاکستان کے لئے زیادہ اہم ہے) کہ وہ ہمیں "ہندو مزاج مسلمان" کے خطرہ سے بھی آگاہ کر گئے ہیں درحقیقت اسلام اور نظریۂ پاکستان کے لئے ہندو برہمن سے "ہندو مزاج مسلمان" (جو نادانی میں ہندومت میں گھل مل چکا ہے اور اسے یا اس کے وارثوں کو کسی بھی وقت چپ چاپ بڑی آسانی سے بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے! ساٹھ سال سے چالاک مگر خونخوار برہمن صرف ہندو مزاج مسلمانوں کو ہی سفیر، وزیر اور صدر جمہوریہ بناتا چلا آ

Marfat.com

رہا ہے جس سے وہ دنیا کی آنکھوں میں خوب خوب مسلسل دھول جھونکتا آ رہا ہے!!؟) زیادہ مہلک اور خطرناک ہے! اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کے اس درویش عالم مجدد کی روح پرفتوح کو جنت میں جوارِ مصطفیٰ ﷺ کا شرف عطا فرمائے آمین!

اسی طرح اورنگ زیب بھی امتِ مسلمہ کیا بلکہ اسلام کے خدنگ آخرین ہی نہیں خدنگ اولین بھی ہیں! اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی چالیس سالہ اسلامی حکمرانی پہلے والی صدیوں پر پھیلی ہوئی مسلمان بادشاہتوں سے زیادہ وزنی ہے! ہندو محققین اور ان کے مغربی گماشتے اورنگ زیب سے یونہی نالاں وافتاں نہیں ہیں! وہ نہ صرف یہ کہ اکبری الحاد پر ضرب کاری لگا گئے ہیں بلکہ حضرت مجدد کی مساعی حمیدہ کو بھی لازوال پختگی عطا کر گئے ہیں! حضرت مجدد نے رانی جودابائی کے لختِ جگر جہانگیر کو قرآنی حکمت اور تدبر روحانی سے معمولی سی تھپکی دیکر شاہ جہاں پیدا کرنے اور پھر اورنگ زیب کے لئے راہیں ہموار کرنے کی عظیم الشان خدمت انجام دے ڈالی ہے! حضرت مجدد اپنی سعی مشکور سے نہ صرف یہ کہ اپنے پیچھے مشرق ومغرب میں عام ہونے والے عالمگیر اثراتِ حسنہ ومفیدہ چھوڑ گئے ہیں بلکہ امتِ مسلمہ کو عالمگیر بھی دے گئے جو اسلامی ترکش کا (اپنی نوع کا) پہلا تیر بھی ہے اور آخری بھی! ملت زندہ، تیر پائندہ باد!

برعظیم پاک وہند کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ خطہ صدیوں سے ایک ایسے انسانی گروہ کے سایہ میں ہے جو آسیب کے سایہ سے بھی زیادہ بوجھل ہے، یہ گروہ ذہنی طور پر تو اقلیت ہے ہی اور رہے گا بھی مگر حقیقت میں بھی یہ اقلیت ہے جو اکثریت کے زعم میں مبتلا ہے! ہندو برہمن ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک مسلمان حکمرانوں کا غلام نہ سہی مگر زیرِ تسلط تو رہا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے کہیں بھی اور کبھی بھی اپنی رعایا کو اپنا غلام نہ بنایا ہے اور نہ سمجھا ہے بلکہ مقامی لوگوں کو اپنایا ہے اور ان کی عزت افزائی کی ہے، ان سے رشتے ناطے جوڑے ہیں اور ان میں گھل مل گئے ہیں مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہندو کو یہ گھل مل جانا صرف ظاہری طور پر ہی

Marfat.com

گوارا کرنا پڑا مگر اس نے دل سے اسے کبھی بھی پسند نہیں کیا جب تک کہ مسلمان اکبر یا مسٹر عبد الکلام کی طرح ہندو مزاج بن کر ہندو سے بھی زیادہ ہندو نہیں بن جاتا بس نام مسلمان والا ہو، باہر سے مسلمان ہی نظر آتا رہے لیکن اندر سے وہ ہندو بن کر دیوی دیوتاؤں کو دل میں سجا چکا ہو، کوئی بھی غیر ہندو اپنا تشخص ظاہری و باطنی برقرار رکھتے ہوئے ہندو معاشرہ میں برابری اور مساوات کے ساتھ زندگی نہیں گذار سکتا، اعلیٰ خاندانوں کے ہندو مزاج مسلمانوں نے بیشمار ہندو داماد قبول کئے ہیں مگر کسی بھی اعلیٰ خاندان کے ہندو نے کسی مسلمان کو داماد کے طور پر کبھی قبول نہیں کیا اول تو ایسی شادی ہی برہمن کے ہاں پاپ ہے اور اگر ہو بھی جائے تو علیحدگی کے بغیر اعلی ہندو خاندان کو چین ہی نہیں آتا یہ خاندان موتی لال نہرو کا ہو یا گاندھی کا اور یہ رشتہ خواہ وجے لکشمی پنڈت کا ہو یا معظم حسین کا اس پاپ کے رشتے کو ہر حال میں معدوم کرنا ضروری ہے!

تقسیم کے صدقے میں ہندو کو جتنا بڑا ملک ملا ہے اتنے بڑے ملک کا ہندو نے اپنی تاریخ میں کبھی خواب بھی نہیں دیکھا ہو گا! اکھنڈ بھارت اور رام راج تو کسی بدحواس برہمن کا خواب پریشاں ہے جو قیامت تک پریشاں ہی رہے گا، لیکن بقول پروفیسر فتح محمد ملک ہندو کو اس کی مزعومہ اکثریت بھی ذہنی اقلیت کے قید خانہ اوھام سے نجات نہیں دلا سکی، لالہ لبھو رام آج بھی خود کو ایک ذہنی اقلیت سمجھتا ہے اور ذہنی غلامی میں مقید ہے، محمود غزنوی کے دور سے لیکر مغلوں کے اختتامی دور تک لالہ جی مسلمان فاتحین اور حکمرانوں سے ہمیشہ مار ہی کھاتے رہے اسی لئے ہندو کے ذہن میں مسلم اقلیت کا رعب ایسا نقش ہوا ہے کہ وہ ذھنا مسلمان حکمرانوں کو، باوجود اقلیت کے، اکثریت اور مزعومہ اکثریت کے باوجود خود کو اقلیت سمجھنے پر مجبور ہے! اصل قصور کمبخت گورے کا ہے، مسلمانوں سے انگریز نے صرف حکومت ہی نہیں چھینی تھی بلکہ اس نے تو مسلمانوں کو ان کی "ذہنی اقلیت" سے بھی محروم کر دیا تھا انگریز نے محض ہندوستان پر ہی قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ ہندو کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیا تھا اور مسلمانوں کے سدھائے ہوئے اس "بٹیر" کو مزید سدھا کر مستقبل

Marfat.com

کے جمہوری نظام میں جب اکثریت کے کردار کی لوری سنائی تھی تو "لالہ لبھو رام" نشے میں جھوم جھوم گیا تھا! اسے نظر یہ آیا تھا کہ اب توپ اور تلوار سے مسلمان سے حکومت و اقتدار چھیننا نہیں پڑے گا بلکہ اب تو صرف اکثریت کے ووٹ سے ہی مسلمان پر قبضہ اور غلبہ حاصل ہو جائے گا اور وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں سے ایک ہزار سالہ "غلامی" کا انتقام لے سکیں گے بلکہ انہیں یا تو "قبرستان" بھیج سکیں گے اور یا بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتار دیں گے اور یوں اکھنڈ بھارت اور رام راج کا خواب پریشاں بھی پورا ہو جائے گا جو کسی بدحواس برہمن نے کبھی دیکھا تھا، شاید یہ خواب بھی اسی کمبخت گورے نے ہی دکھایا ہو جس نے کبھی لالہ لبھو رام جی سے یہ کہا تھا کہ "ویل لالہ! ٹم اتنا بڑا اکثریت تھا پھر بھی اس مزلم (مسلم) اقلیت کا غلام بن گیا؟!"

معلوم یہ ہوتا ہے کہ گورا صاحب کے اس طعنے نے لالہ جی کا سب کچھ چیر ڈالا تھا! کیونکہ وہ ہندو جو تحریکِ آزادی کے تمام ابتدائی مراحل میں مسلمان آزادی پسندوں کے قدم بقدم ساتھ رہتا تھا حتی کہ گاندھی صاحب نے "تحریک خلافت" پر سوار ہو کر اپنی لیڈری چمکائی تھی مگر جیسے ہی انگزیر کا جانا ٹھہر گیا اور صبح آزادی کے آثار نمایاں ہونے لگے تو آزاد ہندوستان میں انہی مسلمانوں نے اپنے لئے ہندو اکثریت سے دستوری حقوق کی ضمانت مانگی اور ہر اس سکیم آزادی کو مان لیا جس میں مسلمانوں کو عزت اور آزادی کی دستوری ضمانت ملتی تھی اور اس سے ہندوستان متحد رہ سکتا تھا لیکن ہندو کو تو گورے کی لوری نے مست کر دیا تھا اور وہ خود کو ہندوستان کا حاکم مطلق دیکھنے لگا تھا جس میں مسلمانوں کے لئے کوئی کردار نہ تھا بس صرف ہندو مزاج مسلمان بن کر اپنا سب کچھ کھو دینے اور اس فنا کے گھاٹ اتر جانے کے سوا کچھ بھی نہ تھا جو بدھ مت اور جین مت کا مقدر ٹھیرا تھا، حالانکہ یہ انگزیر کی چال تھی جو اپنے پرانے حریف مسلمان کو آخری لمحے بھی معاف نہ کر سکا، فرنگی کی خواہش تھی کہ ہندوستان متحد رہ کر مغربی مفادات کا کامیاب دفاع کر سکے اور آزادِ ہند میں مسلمان اپنی مرضی کا مالک ہونے کے بجائے ہمیشہ کے لئے خونخوار ہندو اکثریت

Marfat.com

کا غلام بن کر رہے، عیسائیت کا شکار اور نوالہ تر بنے یا ہندومت میں جذب ہو جائے بس کسی طرح اسلام کو ترک کر دے!

دو خطوں میں اسلام کا بول بالا ہونے کی بشارت زبانِ مصطفیٰ ﷺ نے دی، ایک قسطنطنیہ جسے میں سرزمین یورپ کا نمائندہ اور بابِ اسلام سمجھتا ہوں، دوسرا خطہ دیار ہند ہے (میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے) یہاں پر اسلام کی آمد ایک ڈرامائی حادثہ تاریخ ہے جس کے نتیجہ میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں بابِ اسلام سندھ سے بلوچستان، پنجاب اور سرحد کے علاقوں کو خلافتِ اسلامیہ کا حصہ بننے کا شرف حاصل ہوا اور جن پر آج دولت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان مشتمل ہے! محمود غزنوی کے سترہ حملے، فتح سومنات اور لاہور کا دوسرا غزنوی دارالحکومت بننا اور اس سے پہلے یہاں مرشد لاہور حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی آمد مستقبل اسلام کی بشارات ہیں، یہ سب کچھ قدرتی اسباب کا نتیجہ ہیں جو پس منظر میں کارفرما رہے۔

اکبری عہد کا الحاد و زندیقیت اور دینِ الٰہی کی معجون ضلالت دراصل ہندو اکثریت کے اصل چہرہ کو بے نقاب کرنے کی قدرتی تنبیہ تھی اور ظہور مجدد الف ثانی کی تمہید تھی، اکبری الحاد کے سایہ میں "ہندو مغلیہ سلطنت" کی بنیاد پڑ چکی تھی اور ہندو راجپوتوں نے سلطنت کی شہ رگ پر دانت گاڑ دیئے تھے اور ہندو انقلاب کے بعد برِ عظیم سے اسلام کی بے دخلی اور دیس نکالا ہندو برہمن کا سہانا خواب بن چکا تھا جو حضرت مجدد کے ہاتھوں خواب پریشاں بن کر بکھر گیا! اسے بھی اسلام کا معجزہ کہنا چاہیے جو ایک درویش عالم مجدد کی کرامت تھی! 1857ء کے بعد ہندو اور انگریز شیر و شکر ہو گئے اور اسلام کو دیس نکالا دینے کی منظم سازش ایک بار پھر تاریخ کو دیکھنا پڑی، ایک طرف تو مسلمانوں کو معاشی طور پر اپاہج اور سماجی طور پر پسماندہ رکھنے پر اتفاق ہوا اور دوسری جانب شدھی کی تحریک اور عیسائی مشنریاں مسلمانوں کے دین و ایمان پر ٹوٹ پڑیں، مغربی جمہوری نظام کے تصور "اکثریت کی حکومت" نے ہندو کے جسم مردہ میں جیسے اقتدار کی روح

Marfat.com

پھونک دی اور مستقبل میں وہ خود کو ہند کے سیاہ وسفید کا مالک تصور کرنے لگا، اکثریت کی حکومت کا تصور ایک نشہ ثابت ہوا جس کے باعث ہندو آپے سے باہر ہو گیا، اس نے دل میں پکی ٹھان لی کہ وہ حقیر مسلم اقلیت سے ایک ہزار سالہ غلامی کا انتقام لے کر چھوڑے گا اور اکھنڈ بھارت اور رام راج کی منزل سے اسے کوئی نہیں روک سکے گا! آج بھی ہندو اسی نشے میں دھت ہے اور علاقائی مسائل کے حل کی ہر معقول تجویز اس لئے ٹھکرا رہا ہے کہ خود کو اس خطے کی مطلق العنان قوت بنانا اس کا اصل ایجنڈا ہے! سقوطِ ڈھاکہ کو اندرا گاندھی جیسی پڑھی لکھی خاتون نے نظریۂ پاکستان کی غرقابی اور ایک ہزار سالہ غلامی کا انتقام قرار دیا تھا!

الغرض ہندو اور انگریز مفاہمت، اتحاد اور تعاون کی ناپاک سازش نے بزعم خویش برعظیم کی آئندہ سیاست میں مسلمان کے کسی کردار کو حرف غلط تصور کر لیا تھا مگر قدرت کا بھی ایک اپنا نظام ہے جو حق و باطل کے حوالے سے ہمیشہ کارفرما رہتا ہے، اسی انگریز حاکم کے ایک نمائندہ وائس رائے نے مسلمانوں کا یہ مطالبہ مان لیا کہ وہ اپنے نمائندے جداگانہ انتخاب کے ذریعہ منتخب کریں گے، ہندو کانگریس نے بھی مسلم لیگ کو تعاون کی راہ پر ڈالنے کے لئے جداگانہ انتخاب کا مسلم مطالبہ مان لیا، یوں 1946ء میں مسلم لیگ کے واحد مسلم جمہوری نمائندہ ہونے کی بنیاد پڑ گئی لیکن جداگانہ انتخاب کا اصول مانتے وقت ہندو اور انگریز کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ 1947ء میں قیام پاکستان پر منتج ہوگا!!

جس طرح اکبری الحاد کے نتیجہ میں ہندو اکثریت بے نقاب ہو گئی اور مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ موقع ملتے ہی ہندو اکثریت مسلمانوں کو نگل جائے گی اسی طرح حضرت مجدد کا مطالعہ کر کے اقبال کو بھی معلوم ہو گیا کہ امام ربانی تو ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہبان تھے اس لئے آج ہندو انگریز گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں اٹھنے والے طوفان سے پہلے تین سو سال سے سوئے ہوئے مسلمان کو جگانا ضروری ہے اس لئے 1932ء میں خطبۂ الہ آباد نے مسلمانوں کے لئے مستقل

Marfat.com

وطن کے قیام کی بنیاد رکھدی، جس طرح ابوریحان احمد البیرونی نے برہمن کی پوتھیوں میں گھس کر ہندو کو جانا پہنچانا تھا اسی طرح کانگریسی ہندوؤں کے دلوں میں گھس کر محمد علی جناح نے بھی ہندو اور اس کی بدنیتی کو جان پہچان لیا تھا اور اس طرح چار ہندو شناس مسلمان سامنے آتے ہیں مگر البیرونی نے برہمن کو علمی انداز میں پہچانا لیکن حضرت مجدد نے ہندو اکثریت کو مسلمان اقلیت کو نگل جانے والی قوت کے طور پر پہچانا، اقبال اور جناح کی ہندو شناسی بھی درحقیقت حضرت مجدد کی ہندو شناسی کا تسلسل تھا، تاہم ہندو مزاج مسلمان کے جس خطرہ سے حضرت مجدد نے خبردار کیا تھا اس پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہندو نواز مسلمانوں کا رستہ بھی روکا جا سکے ورنہ نہری پانی، ڈھاکہ، سیاچن اور کشمیر فروشی جیسے مہلک صدمات برِعظیم کی ملتِ اسلامیہ کے لئے ناقابل برداشت ہو جائیں گے! بہر حال 1936ء میں کانگرسی حکومتوں کے عہد میں ہندو کی خونخوار اکثریت ایک بار پھر بے نقاب ہوگئی جس کے نتیجہ میں 1946ء کا انتخابی معرکہ مسلم لیگ نے سر کر لیا اور پھر 1947ء میں ظہور پاکستان کا معجزۂ اسلام دنیا نے دیکھ لیا، ہندو اور انگریز جداگانہ انتخاب کا اصول مان کر پھنس تو گئے تھے مگر ان دونوں کی ناپاک سازش سے نامنصفانہ تقسیم ہوئی، پاکستان کو اس کا جائز حصہ نہ دیا گیا منشا یہ تھا کہ مسلمانوں کے جمہوری فیصلہ کو تو ماننا پڑ رہا ہے مگر مسٹر جناح کو ایسا پاکستان دیا جائے جو چار دن سے زیادہ نہ چل سکے! تاریخ واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ جو ہندو کانگریسی متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کو آئینی حقوق کی ضمانت دینے کے لئے آمادہ نہ ہوئے اور ہر اس آئینی تجویز کو مسترد کرتے رہے جس سے مسلمان اقلیت کو تحفظ ملتا تھا وہی ہندو کانگریسی قیامِ پاکستان اور تقسیم کو گاؤ ماتا کی بوٹی کھانے کے مترادف قرار دیتے تھے حالانکہ جداگانہ انتخاب کے طے شدہ اصول کے مطابق مسلم لیگ نے الیکشن جیت کر مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہونے کا ثبوت دے دیا تھا، اب یا تو ہندو کو مسلمانوں کے آئینی مطالبات مان کر تحفظ دینا چاہیے تھا اور یا ہندوستان میں مسلمانوں کا جتنا حق تھا اتنا علاقہ ملنا چاہیے تھا مگر بھارت ماتا کو گاؤ

Marfat.com

ماتا تصور کرنے والا ہندو بالاخر ظالمانہ تقسیم پر ہی آمادہ ہوسکا مسلم اکثریت کے علاقوں میں سے تو ہندو اقلیت کو آدھا پنجاب اور آدھا بنگال مل گیا مگر ہندو اکثریت والے صوبوں مثلاً یوپی اور بہار میں سے مسلم اقلیت کو کچھ نہ ملا، بھوپال، مناوادر، منگرول اور حیدر آباد دکن کی مسلمان ریاستوں پر تو بھارت نے اس لئے قبضہ کیا کہ وہاں کی اکثریت ہندو تھی مگر کشمیر جس کی نوے فی صد آبادی مسلمان ہے اس پر حیلے بہانے سے فوجی قبضہ جما رکھا ہے، مشترکہ اثاثوں اور اسلحہ میں سے پاکستان کا حق بھی ہڑپ کر گئے اور دیگر مسائل بھی منصفانہ حل کے طالب ہیں مگر ان تمام مسائل کو حل کرنے کے لئے ہندو اس لئے تیار نہیں کہ اس کے ایجنڈے میں تمام مسائل کا حل صرف ایک ہے اور وہ ہے اکھنڈ بھارت اور رام راج! اسے آج بھی تقسیم کی لکیر چبھتی ہے مگر اسے یہ یاد نہیں کہ اس تقسیم کا اصل سبب ہندو کی ضد اور ہٹ دھرمی تھی جو مسلم اقلیت کو انگریز کی غلامی سے ہندو کی غلامی میں لینا چاہتا تھا تا کہ ہندو مزاج مسلمانوں کو وزارت اور صدارت سے بہلا کر بھارت کی مسلم اقلیت کو پانچویں درجہ کے شہری بنا دے! ہندو دراصل پاکستان، بنگلہ دیش اور کشمیر کے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کر کے اس مسئلہ سے فارغ ہونا چاہتا ہے۔

اکبری الحاد کے دور میں جو ہندو بے نقاب ہوا تھا وہ انگریزی دور کی کانگرسی وزارتوں کے مظالم سے ایک بار پھر بے نقاب ہو گیا اور پاکستان بن گیا، ساٹھ سال کے دوران بھارت کی مظلوم مسلم اقلیت کے ساتھ اپنے "حسنِ سلوک" سے ہندو ایک بار پھر بے نقاب ہو گیا ہے اور اس نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر انگریز چپ چاپ چلا جاتا اور ہندوستان متحد رہتا تو سب مسلمانوں کے ساتھ ہندو نے یہی حسنِ سلوک کرنا تھا! اگر ہندو کو سرحد کی لکیر چبھتی ہے اور وہ اسے ختم کرنے کا شوق رکھتا ہے تو بھارت کی بیس کروڑ مسلم اقلیت کے علاوہ دیگر اقلیتوں۔ مثلاً سکھ اور عیسائی۔ سے استصواب رائے کے ذریعہ صرف ایک بات معلوم کر لی جائے کہ محمد علی جناح نے ہندو کو خونخوار ہندو اکثریت ٹھیک کہا تھا یا غلط!؟ اس رائے شماری کے ضمن میں ان

Marfat.com

مظلوم اقلیتوں کی رائے سے ہندو برہمن کو اکھنڈ بھارت اور رام راج کی خوشخبری بھی مل جائے گی!؟اور دنیا کو یہ حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ اس ترقی یافتہ گلوبل ویلج میں بھی ہندو معاشرہ چھوت چھات کی بیماری اور طبقاتی تقسیم کی لعنت میں گرفتار ہے جہاں غیر ہندو۔خواہ مسلم،عیسائی اور سکھ۔کے لئے کوئی گنجائش نہیں!ہندو برہمن پر امن بقائے باہمی کا تو قائل ہی نہیں وہاں بھلا مسلمان ملیچھ کے لئے جگہ کہاں؟!امریکہ جیسی سپر پاور کے پڑوس میں بلکہ سایہ میں کیوبا اور کینیڈا تو آزادی اور امن سے رہ سکتے ہیں مگر غربت و افلاس کی دلدل میں دھنسا ہوا ایٹمی بھارت اپنے چھوٹے بھائی پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال تک کو امن اور چین سے برداشت نہیں کرے گا کیونکہ چانکیا کا چیلا دور کے ملکوں سے تو دوستی مگر پڑوسیوں سے عداوت کا عقیدہ رکھتا ہے یعنی ایک ایسا ہاتھی ہے جس کے کھانے کے دانت اور ہوتے ہیں مگر دکھانے کے اور!اسی کے منہ میں تو رام رام ہوتی ہے مگر بغل میں چھری ہوتی ہے!لیکن بھارتی فلموں اور رقص و موسیقی کی دلدادہ نسلوں کو اس کی کیا خبر؟!یا ہمارے اوپر کے خوشحال لوگ جو اس ملک پر سیاسی تسلط کے ساتھ ساتھ اس قوم کی ننانوے فی صد غریب آبادی کے مقدر کے بھی مالک بنے بیٹھے ہیں اور جو حضرت مجدد کے الفاظ میں مسلمانان ہند و مزاج بننے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے ایسے ہندو نواز سیاسی حکام کو اس سے کیا غرض!یہ بیچارے تو یہ بھی نہیں جانتے کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو وہ تو نہ چپڑاسی بن سکتے اور نہ بازار میں چھابڑی لگانے کی جرأت کر سکتے!ان کی حالت بھارت میں رہ جانے والے ان کروڑوں مسلمانوں سے بھی بدتر ہوتی جو روٹی کپڑے کو بھی ترس گئے ہیں اور برہمن نے انہیں اپنے طبقاتی معاشرہ کا پانچواں طبقہ "یعنی اچھوتوں کا اچھوت "بنا چھوڑا ہے!

مجھے پتہ ہے کچھ لوگ مجھے نفرت پھیلانے والا امن دشمن قرار دیں گے، بصد خوشی جو چاہیں کہیں لیکن میں نفرت پھیلانے والا یا امن دشمن نہیں ہوں!میں نے تو ان لوگوں کو ٹوٹا پھوٹا آئینہ دکھایا ہے جنہیں واگہ کی لکیر چبھتی ہے مگر نریندر مودی جیسے وزرائے اعلیٰ نظر نہیں آتے

Marfat.com

یا وہ بھارتی معاشرہ کے ستائے ہوئے پانچویں طبقہ پر مٹی ڈالتے ہیں جو بیس کروڑ مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے! آج بھی ہندو انہیں پنپتا ترقی کرتا نہیں دیکھ سکتا! میں امن دشمن بھی نہیں لیکن منہ میں رام رام اور بغل میں چھری والے کو ننگا کرنا چاہتا ہوں اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہندو برِ عظیم میں قیام امن کو برداشت نہیں کر سکتا اور نہ وہ پر امن بقائے باہمی کا قائل ہے، یہ امن ہندو کے مفاد کے خلاف ہے کیونکہ قیام امن سے برہمن کی چودھراہٹ ختم ہوتی ہے، اچھوت آزاد ہوتا ہے، سب طبقات آزادانہ روش اختیار کرتے ہیں پھر کوئی اسلام کا رخ کرے گا کوئی عیسائیت کا، چند سالوں میں برہمن کی مصنوعی اکثریت ختم ہو جائے گی، میری تو یہ آرزو ہے کہ یہاں امن اور آزادی کا دور دورہ ہو کہ میرا دین اسلام تو سراپا امن اور رحمت ہے! مسلمانوں کی بقائے باہمی کی تاریخ تو حبشہ سے شروع ہوتی ہے اور اگر ہمارے عیسائی بھائی صلیبی اور سامراجی لباس اتار دیں تو وہ مسلمانوں کے دوست ہیں اس لئے کہ میرے آقا ﷺ نے اپنے عہد مبارک کے مظلوم عیسائیوں کا دفاع کیا ہے، سیدنا مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کا جو دفاع قرآن کریم نے کیا ہے اس کی مثال اور کہیں نہیں ملے گی! قیام امن کے لئے اہل کتاب۔ یہود اور نصاریٰ۔ کے لئے دعوت اسلام تو آج بھی قائم و دائم ہے!

میری اس کاوش کا مقصد اپنے نادان بچوں۔۔ پاکستان کے سب بچے میرے بچے ہیں۔۔ کو ہندو کا اصل چہرہ دکھانا ہے اور دنیا کو بتانا ہے کہ طبقاتی تقسیم میں گرفتار ہندو پر امن بقائے باہمی کا قائل ہی نہیں ہے اسی لئے تو وہ برِ عظیم کے مسائل کے منصفانہ حل کے لئے تیار نہیں! میں دنیا کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تقسیم ہند کا اصل ذمہ دار بھی ہٹ دھرم ہندو ہے جو مسلمان کے لئے برابر کے حقوق کا اعتراف کرنے کے لئے بھی تیار نہ تھا یہ تقسیم مسلم یا غیر مسلم کی بات نہیں تھی دراصل یہ بات تھی مسلمان کی جو عزت و برابری کے دستوری حقوق مانگتا تھا اور یہ بات تھی ہندو کی۔۔۔ نہ کہ محض غیر مسلم کی۔۔۔ جو دوسرے مذاہب کو حقوق کیا دیتا وہ تو پر امن بقائے باہمی

Marfat.com

کا قائل ہی نہیں ۔قیام پاکستان کا سوال دراصل ایک قوم کی بقا کا سوال تھا جو ہندو کی زبانی ملیچھ اور ناپاک بن کر ہندو کے ہاتھوں نیست ونابود ہونے کے لئے تیار نہ تھی بالکل ایسے ہی جیسے آج ہندو نے صرف ساٹھ سال میں اپنی مسلمان اقلیت کو ہندو معاشرہ کا پانچواں طبقہ بنا چھوڑا ہے اور پاکستان، بنگلہ دیش اور کشمیر کے مسلمانوں کو بھی نگل جانے کی فکر میں ہے اور یہ نہیں ہوسکتا بلکہ کبھی نہیں ہوگا !ابھی تو کئی مجدد الف ثانی ،اقبال اور جناح پیدا ہونگے ۔سب مسلمان ہندو مزاج تھوڑے ہیں جو اپنے اندر اکبر کے الحادی دور کے جراثیم لئے پھرتے ہیں اور متحدہ قومیت کے علمبردار بن کر حضرت مجدد پر کیچڑ اچھالتے اور ہندو کو خوش کرتے رہتے ہیں ؟!امام ربانی نے ہندو شناسی کے ساتھ ساتھ ہندو مزاج مسلمان کی بھی پہچان کرادی ہے اور اب تو سب مسلمان بلکہ سب لوگ ہندو شناس ہیں !اور یہ ہندو شناسی اب عالمی شکل اختیار کریگی بس صرف ہندو مزاج اور ہندو نواز مسلمانوں کو بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے!

پرامن بقائے باہمی، بردباری اور رواداری ہمیشہ سے بلند اخلاق اور ستودہ کردار اقوام کا شیوہ رہا ہے مگر افسوس کہ ہندو برہمن نے طبقات میں بانٹ کر جس قوم کو پال رکھا ہے وہ بحیثیت مجموعی ان اوصاف سے عاری اور محروم چلی آتی ہے اور اس پر ہندوازم کی تاریخ شاہد ہے ،بدعہدی اور بے وفائی ہندو کا امتیازی نشان رہا ہے،لیکن یہ بدعہدی اور بے وفائی اپنے سے کمتر اور کمزور کے لئے تو بہت سستی اور وافر ہے ہاں جب سامنے کوئی طاقت ہو یا لالچ ہو تو پھر بات دوسری ہے! کمزور پر ظلم ہندو کا شیوہ ہے مگر اپنے سے طاقتور سے بچتے رہنا اور موقع کی تلاش میں رہنا ہندو کا کمال ہے !اس پر مسلمانوں سے ہندو کا ساٹھ سالہ " حسنِ سلوک " گواہ ہے،نریندر مودی کی مثال سب کے سامنے ہے،آزادی کے بعد مسلمان رعایا کے خلاف ہزاروں فسادات ہو چکے ہیں جن میں بیکس اور مظلوم مسلمانوں کے خلاف ریاستی مشینری بھی استعمال کی گئی! عربی زبان کی ضرب المثل ہے کہ " سب سے خطرناک وہ بزدل اور کمینہ انسان ہوتا ہے

Marfat.com

جب اسے اقتدار مل جائے" مگر علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ " کافر کی سلطنت کو بقا ہے مگر ظالم کے اقتدار کو بقا نہیں ہے!" تاہم یہ باتیں وہی سمجھتا ہے جس کا دل اور دماغ دونوں صاف ہیں انگریز۔۔ ہندو سازش نے برِ عظیم کی ظالمانہ تقسیم سے برعظیم کے لئے مشکلات اور مسائل کے دروازے کھول دیئے ہیں، ان کا منصفانہ حل چونکہ ہندو کے ہاتھ میں ہے اس لئے مسلمانوں کی مخلصانہ کوشش اور تعاون کے باوجود ہندو ان مسائل کو مزید الجھاتا جا رہا ہے اور مشکلات میں اضافہ کرتا جا رہا ہے، جب بھی مذاکرات ہوئے ان سے ہندو کو تو فائدہ پہنچتا رہا ہے اور ہماری جرنیلی ہندو نوازیوں سے فیض پاتا رہا مگر پاکستان کو رتی بھر فائدہ بھی نہیں پہنچنے دیا، باؤنڈری کمشن سے پاکستان کو نا قابل تلافی نقصان ہوا، نہری پانی کے جرنیلی معاہدہ سے بھی ہندو نے ہی فائدہ اٹھایا اور پاکستان سراسر خسارے میں رہا، سیاچین پر چوری چوری قبضہ جمایا مگر ہمارا کرسی پرست جرنیل صرف یہ تبصرہ فرما کر "بہادری" کا ریکارڈ قائم کر گیا کہ سیاچین پر تو گھاس بھی نہیں اگتی!

پاکستان کے مشرقی بازو کو بڑے بھائی اور مہربان پڑوسی نے طاقت سے الگ کر دیا اور اسے اپنی بہادری کا نشان، نظریۂ پاکستان کا بطلان اور ایک ہزار سالہ غلامی کا انتقام قرار دیا گزشتہ سات آٹھ سال سے وہ ہماری جرنیلی ہندو نوازی سے بھی فیض یاب ہو رہا ہے مگر پاکستان کے مسائل اور مشکلات جوں کی توں ہیں! ہماری اس ہندو نوازی کا صرف ایک فائدہ ہوا ہے کہ واگہ سے آنے والے ہر ہندو کو سرحد کی لکیر چبھتی ہے اور وہ اسے برملا ختم کرنے کی آرزو کرنے لگا ہے اور ایک ہو جانے میں ہی تمام مسائل اور مشکلات کا حل قرار دیتا ہے اور ہمارے کرسی پرست ہندو نواز و ہندو مزاج مسلمان دانت نکال کر چپ رہ جاتے ہیں! اگر یہ لکیر ختم کرنا تھی تو لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے اور لاکھوں مسلمان عورتوں کو زبردستی اغوا کس لئے کیا گیا! یہ قتل عام ہندو حکمرانوں کی منظم سازش کا نتیجہ تھا، سکھوں کو پیسہ اور اسلحہ دینے کے علاوہ اس میں

Marfat.com

ہندو کی ھلا شیری بھی شامل تھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لالہ لبھو رام جو سرحدی لکیر مٹانے اور ماضی کے زخموں اور کشمیر سمیت مسائل کے چبھتے ہوئے خنجروں کو بھلا کر مسلمانوں کو "ایک ہو جانے " کی جو تلقین فرمائی جاتی ہے تو اس کا سبب کیا ہے؟ کیا ہندو نے اپنی روش بدل لی ہے اور اب وہ پہلے والا ہندو نہیں رہا؟ پاکستان کے کرسی پرستوں کو بہلا پھسلا کر "بھائی بھائی" کا راگ الاپنے پر جو آمادہ کیا جا رہا ہے تو یہ "بڑے بھائی کے کونسے فیاضانہ سلوک" کی بنیاد پر ہے؟ صرف یہی نا کہ غیر نمائندہ کرسی پرستوں میں نہ تو وہ قائدانہ اوصاف ہیں جو مقامی اور بین الاقوامی طور پر حالات کو اپنے حق میں کرنے کے لئے درکار ہوتے ہیں، جو ملک قائداعظم کی آواز پر مسلمانوں کے جمہوری ووٹ کا نتیجہ ہے اس پر طالع آزما وڈیرے اور جرنیل قابض چلے آتے ہیں جو اپنے عوام کی جمہوری تائید سے محروم ہوتے ہیں اور نہ ان میں جرأت و بہادری کے گن ہیں کہ سیاچین سے بھارت کو نکال سکیں مگر بے پناہ جانی نقصان کے بعد کرگل پر اپنا قبضہ امریکہ کے آنکھ دکھانے پر فوراً خالی کر دیتے ہیں؟! ہندو کے پاس بڑا وقت تھا ساٹھ سال میں وہ پاکستان سے فیاضانہ سلوک کر کے اور بیس کروڑ بھارتی مسلمانوں کو برابر کے حقوق دیکر، ان کی جان و مال کا تحفظ کر کے برِ عظیم کے مسلمانوں کے دل جیت لیتا! مگر یہ کام تو کوئی بلند اخلاق قوم ہی کر سکتی ہے جو بد عہدی اور بے وفائی کے بجائے قربانی اور فیض رسانی سے اپنے بڑا بھائی ہونے کا ثبوت دے سکے مگر یہ کام وہ ہندو تو ہرگز نہیں کر سکتا جو طاقتور پڑوسی ہونے کے زعم میں اپنے کمزور پڑوسیوں سے بے انصافی کو اپنی بہادری سمجھتا ہو اور اپنی رعایا پر ریاستی مشینری کے ذریعہ ظلم کرتا ہو! ایسے ظالم کی عمر تو بہت تھوڑی ہوتی ہے، کسی بھی وقت اس کی بے بس رعایا اور کمزور پڑوسی اگر چیونٹیاں بن کر بھی ہاتھی سے چمٹ گئے تو اس کی خیر نہیں! ہندو نا اہل حکمران ہے، اس کے پاس صرف چانکیا کی سیاست ہے جو تاریک زمانوں میں برتی جاتی تھی، علم و تہذیب کی اس روشنی میں یہ سیاست کسی کام کی نہیں! کاٹھ کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھا کرتی! جس دن برِ عظیم کے چھوٹے ملک غیر

Marfat.com

نمائندہ کرسی پرستوں سے نجات پا گئے اور ان میں ایک دو لیڈر بھی پیدا ہو گئے جو مقامی طور پر اور بین الاقوامی سیاست کو اپنے حق میں کر سکتے ہوں وہ ہندو کی مکاری اور بد نیتی کا آخری دن ہو گا؟! اگر ہندو نہیں بدلا اس نے اپنی بد عہدی، بے وفائی، کمزور پر ظلم اور پڑوسی سے بیر رکھنے کی روش نہیں بدلی تو پھر وہ سرحد کی لکیر مٹانے اور ایک ہونے کی بات کیوں کرتا ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سارک ممالک میں بدامنی، بے چینی اور عدم تحفظ کے احساس کا اصل سبب صرف اور صرف بزعم خویش ہندو اکثریت ہے!!

حقیقت احوال واقعی یہ ہے کہ ماضی اور حال میں ہندو قوم کا کوئی حوصلہ مند لیڈر اپنے خول یا اپنے چوکے سے باہر قدم رکھنے اور اقوام عالم میں عزت پانے کے قابل نہیں ہو سکا اور نہ اس کی امید کی جا سکتی ہے! خود غرضی اور چالاکی سے انسانوں کے دل نہیں جیتے جا سکتے! ہم پاکستانی مسلمان کس ہندو پر بھروسہ کریں؟ 1936ء کی کانگرسی وزارتوں والے ہندو پر؟ یا 1947ء کی نا منصفانہ تقسیم والے ہندو لیڈروں پر؟ یا 1970ء والے بڑے بہادر اور طاقتور پڑوسی پر؟ یا اکبری الحاد کے دور میں مغل سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بننے والے ہندو کارندوں پر؟ جو مسلمانوں میں تو اکبر کے دینِ الٰہی کی معجون ضلالت تقسیم کرتے تھے مگر اپنے آقا کو خوش کرنے کے لئے کسی ایک ہندو نے بھی "دینِ الٰہی" قبول نہ کیا؟ مگر اس عہد کے اقتدار پر قابض ہندو کارندوں کی بر بریت کا یہ نقشہ مسلمان کس طرح بھول سکتے ہیں جس کی تصویر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یوں ہے:

> "میں نے جب دیکھا کہ اس زمانے میں نبوت کے متعلق لوگوں کے اعتقاد میں فتور آ گیا ہے، پھر ایک معین شخص (یعنی اکبر بادشاہ) کی نبوت کے ثبوت میں لوگ زور صرف کر رہے ہیں اور نبوت نے جو شرعی امور عطا کئے ہیں ان میں بھی لوگوں کے عقیدہ میں فتور آ گیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ فتور عام بھی ہو سکتا

Marfat.com

ہے، نبوت سے ثابت شرعی امور پر عمل کرنے والے علماء اور رسولوں پر ایمان رکھنے والوں پر جابر و سخت گیر کارندوں نے بہت سختیاں کی ہیں اور انہیں اذیتیں پہنچائی جن کا ذکر کرنا مناسب نہیں، بہت سے علمائے اسلام قتل کر دیئے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شاہی مجلس میں ایسے لوگوں کا نام لینا بھی چھوڑ دیا گیا جن کے نام خاتم الانبیاء ﷺ کے نام پر تھے یعنی ان میں محمدؐ یا احمدؐ آتا تھا) بلکہ جن کے اسمائے شریفہ اس مبارک نام پر تھے وہ نام بدل کر اور نام رکھے گئے! گائے ذبح کرنا ممنوع قرار دیا گیا حالانکہ یہ ہندوستان میں اسلام کے بڑے شعائر میں سے ہے، مساجد اور مسلمانوں کے مقابر گرا دیئے گئے کفار یعنی ہندوؤں کی عبادت گاہوں اور ان کی رسوم و عبادات کی تعظیم کی گئی، مختصر یہ کہ اسلام کے شعائر و نشانات باطل قرار دیئے گئے، کفار کے رسوم اور ان کے ادیانِ باطلہ رائج کئے گئے، یہاں تک کہ کفارِ ہند یعنی ہندوؤں کے احکام کو غلبہ حاصل ہو گیا اور ہندو کے احکام و عبادات فارسی زبان میں ڈھالے گئے تا کہ انہیں رائج کر کے اسلام کے تمام شعائر و آثار مٹا دیئے جائیں۔۔۔"

یہ درست ہے کہ جلال الدین محمد اکبر کا اسلام سے مکمل انحراف اور ملحدانہ رویہ دراصل ردِ عمل تھا اس انداز بحث و مناظرہ کا اور دنیاوی اغراض کے لئے باہم دست و گریباں ہونے کا جو اس کے درباری علماء کا معمول بن گیا تھا مگر اس میں ایران کی نقطوی تحریک، وجودی تصوف کی مادہ پرستانہ انتہا پسندی، ناگوری گروہ مفسدین کی شر انگیزی اور جاہل مطلق ہونے کے باوجود بادشاہ اکبر کے ذہن میں کچھ نہ کچھ کر دکھانے کے جنون کا بھی بڑا دخل تھا لیکن موقع پرست ہندو برہمن کی در پردہ وسیسہ کاری اور خاموش سازشوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا! اکبر نے یہ باور کر لیا تھا کہ ایک ہزار سال بیت جانے کے بعد اب حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دینِ حق کا کردار باقی نہیں رہا اور یہ کہ آئندہ ہزار سال اب مجتہد مطلق کی حیثیت سے مختلف مذاہب عالم سے اخذ

Marfat.com

کردہ ملغوبہ (جسے معجون ضلالت کہنا نامناسب نہ ہوگا!) "دینِ الٰہی" کا دور ہے، چنانچہ اس نے اسلامی شعائر۔۔نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور معاشرتی آداب واخلاق۔۔کو ممنوع قرار دے دیا اور نئے دینِ الٰہی میں داخل ہونے والے مسلمان کے لئے اپنے آبائی دین اور روایات سے برائت اور بیزاری کا اعلان ضروری تھا! نبی ﷺ کے نام (محمدؐ واحمدؐ) پر نام رکھنا جرم قرار دیا، گائے ذبح کرنا جرم تھا جس کی سزا قتل تھی، سود اور سوئر کا گوشت حلال ٹھیرا بلکہ خنزیر کو دیکھنا باعث برکت وسعادت قرار پایا، مساجد اور مقابر گرا کر سرکاری خرچ پر مندر تعمیر کرنا ثواب کا کام ٹھیرا تھا!

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ نہ تو خود اکبر کو سوجھا اور نہ کسی اور نے سوال کیا کہ اسلام جیسا دینِ حق اور مکمل ضابطۂ زندگی اگر ایک ہزار سال کے بعد ہی متروک وناقابل عمل ہو گیا ہے تو پھر ہزاروں سال پرانے ہندومت کا دور کب مکمل ہوگا جس نے صدیوں سے برعظیم کے انسانوں کو طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے اور سب سے نچلا طبقہ اچھوت صدیوں سے غلاموں بلکہ جانوروں سے بھی کم تر سمجھا جاتا ہے مگر یہ سوال اٹھاتا کون؟ بادشاہ کی آنکھوں پر تو جہالت کا پردہ پڑا ہوا تھا، جاہ پرست وجودی صوفی ولی کو نبی سے برتر اور مجتہد مطلق کو صاحب شریعت رسول سے بہتر تصور کر رہے تھے، علماء خود غرضی اور حب دنیا کی لعنت میں گرفتار تھے اور حق گو علماء کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا، اسلام کی اشاعت وترقی کے تمام رستے سرکاری طور پر بند کر دئے گئے تھے جبکہ ہندو مت کے لئے سرکاری وسائل وقف تھے! اکبر کے پیشرو مسلمان بادشاہ اکثر وبیشتر اگرچہ اچھے کردار کے مالک ہوتے تھے مگر ان میں سے کسی کو اسلام کی اشاعت وتبلیغ کی توفیق کیا ہوتی وہ تو ایک گونہ سیکولر اور غیر جانبدارانہ انداز میں اسلام اور ہندومت سے یکساں سلوک کرتے تھے مگر کسی نے سرکاری طور پر اسلام کو ممنوع قرار نہیں دیا تھا! تاہم ہندو کو بھی ایک مسلمان حکمران کے سائے میں پہلی بار کھل کھیلنے کا موقع ملا تھا، اکبر کی اس روش سے ہندوؤں کے حوصلے بلند ہوئے جبکہ

Marfat.com

مسلمانوں کی شدید حوصلہ شکنی کی گئی اور اسلام کی اشاعت وتبلیغ کو اس سے شدید نقصان پہنچا!

لیکن دوسری طرف یہ عالم تھا کہ اکبر بادشاہ پوری طرح با اختیار بلکہ مطلق العنان طاقتور حکمران تھا جس نے اپنی ذات کو، اپنے گھر اور دربار کو اپنی عادات واطوار کو ہندومت کے رنگ میں رنگ لیا تھا اور شاید وہ برعظیم پاک وہند کا "اکلوتا ہندومزاج مسلمان بادشاہ" قرار پانے کا بھی شرف رکھتا ہے! گھر کا تمام ماحول ہندو مزاج بنا دیا گیا تھا، شاہی حرم ہندو عورتوں سے آباد تھا، گوشے گوشے میں دیوی دیوتاؤں کے بت سجے تھے جن کو بادشاہ پرنام کرتا اور کورنش بجالاتا تھا، اس کے وزراء، امراء، درباری اور مصاحبین کی کثرت ہندوؤں پر مشتمل تھی، سلطنت کی سیاسی، عسکری اور نظم ونسق کی باگ ڈور ہندو راجپوتوں کے ہاتھوں میں تھی، مسلمانوں میں سے صرف وہی قرب حاصل کر پاتے تھے جو "ہندومزاج مسلمان" بن جاتے تھے، اکبر کا شاہی محل اور دربار ہندو راجاؤں کا رنگ لئے ہوئے تھا، گویا اکبر کی مغلیہ سلطنت ایک "ہندومغلیہ سلطنت" کا نقشہ پیش کرتی تھی، یہ سب کچھ دیکھ کر ہندو برہمن کی باچھیں کھلی کھلی دکھائی دیتی تھیں، برہمن کو یہ گوارا تھا کہ ایک بنی بنائی سلطنت اسلام سے رشتہ توڑ کر ہندومت کے رنگ میں رنگ جائے، خواہ اس کا نام "ہندو مغلیہ سلطنت" ہی کیوں نہ ہو! اگر ہندو رانی جودابائی کا لختِ جگر شہزادہ شیخو تخت نشین ہو کر اپنے باپ "مہابلی" سے صرف ایک قدم ہی آگے بڑھا دے تو وہ سلطنت کی باگ ڈور اپنے ننھیالی ہندو راجپوتوں کو تھما دے گا اور وقت آنے پر یہی ہندو مغلیہ سلطنت رام راج کی صورت میں ڈھل جائے گی! چنانچہ جہانگیر نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے "ماموں راجپوتوں" اور ہندو مزاج مسلمان عمائدین کے "مشورہ" سے وقتی طور پر راسخ العقیدہ مسلم امراء وعمائدین کو راجدھانی سے باہر کر دیا اور صوبیداری (گورنری) کے مناصب کے بہانے دور دراز کے صوبوں میں بھیج دیا اور "مشکوک کردار" کے مالک شیخ سرہند کو بھی سجدۂ تعظیمی کے بہانے دربار میں بلوایا اور پھر قلعہ گوالیار میں قید کرا دیا، ہندو دانشور اور مغربی محقق اس کارگذاری کا تمام ملبہ شیعہ درباریوں پر

Marfat.com

ڈالتے ہیں مگر یہ جزوی طور پر تو شاید درست ہو کلی طور پر ایسے نہیں ہے لیکن ایک مرد درویش کی ضرب کلیمی گیارھویں صدی ہجری میں اسلام کا معجزہ دکھا چکی تھی، حضرت مجدد نے نہایت رازداری اور مدبرانہ حکمت سے اکبری عہد کے اسلام دوست ان عمائدین سلطنت کو خاموشی سے فیصلہ کن قدم کے لئے تیار کر چھوڑا تھا چنانچہ برہمن کی توقعات کے برعکس تمام صوبیداروں نے اس ہندوانہ قدم کو واپس لینے کا متفقہ اور پرزور مطالبہ کر دیا بصورت دیگر نتائج کی ذمہ داری جہانگیر پر ڈالدی، اس دھمکی نے جودابائی کے مغل لختِ جگر کا دماغ درست کر دیا، اس نے نہ صرف حضرت مجدد کو رہا کر دیا بلکہ اپنی صحبت کا شرف بخشنے کی درخواست بھی کر دی جسے دور اندیش امام وقت نے قبول کر کے تمام بد خواہوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا، جہانگیر نے اپنے باپ کی معجون ضلالت ۔۔دین الہیٰ ۔۔کو ایک ڈھکوسلا سمجھ کر ٹھکرا دیا! یوں ہندو انقلاب آتے آتے ہوا ہو گیا اور "ہندو مغلیہ سلطنت" کا برہمنی خواب بھی بکھر کر رہ گیا! یہ بلاشبہ اس دور میں اسلام کا ایک معجزہ تھا بالکل ایسے ہی جیسے بقول مصری دانشور ڈاکٹر طٰہٰ حسین بیسویں صدی عیسوی میں اسلام کا معجزہ عصر حاضر کے انسان نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جب ہندو اور انگریز کی مشترکہ مکاریوں اور سازشوں کے علی الرغم پاکستان قائم ہو کر رہا جو آج اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی طاقت ہے!

برِعظیم کی مختلف حیثیتوں کا مختلف جہات سے مطالعہ کرنے والے کو تین حقائق پیشِ نظر رکھنا ہوں گے: ایک یہ کہ مسلمانوں نے فاتحانہ داخلہ کے بعد یہاں ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک حکومت کی جس میں ھندو کو غلام یا ماتحت سمجھنے کے بجائے برابر کا شریک حکمرانی سمجھا مگر سازشیوں نے جمہوریت میں اکثریت کی حکومت کی لوری سنا کر ھندو کو ایک ہزار سالہ غلامی کی عار دلا کر برہمن کو خونخوار ھندو اکثریت کے زہریلے نشہ میں مبتلا کر دیا ہے، دوسرے یہ کہ ھندو معاشرہ اپنے مذھبی عقیدہ کی وجہ سے طبقاتی تقسیم کی لعنت میں گرفتار ہے جہاں جمہوریت اور سیکولرزم بے معنی باتیں ہیں تیسرے یہ کہ ھندو مت پرامن بقائے باہمی کا قائل نہیں، اگر ھندو جنوبی ایشیا میں

Marfat.com

اکھنڈ بھارت اور رام راج قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر پہلے ایشیا اور پھر پوری دنیا کی خیر نہیں ! اس صورت میں پوری دنیا کو ایک ایسی تنگ نظر، سنگدل اور وحشیانہ نسل پرستی کا سامنا کرنا پڑے گا جو ہٹلر کے نازی ازم سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی !!

برِ عظیم کی ملت اسلامیہ پر حضرت مجدد کا احسان ہے کہ انہوں نے ہندو کی حوصلہ شکنی کی اور مسلمانوں کو اس کی صحیح پہچان کروا کر نہ صرف پہلا ہندو شناس مسلم مفکر ہونے کا شرف پایا بلکہ مسلمانوں کے حوصلے بلند کر کے تحریک پاکستان کی راہ بھی ہموار کی ! اگر شیخ سرہند نہ ہوتے تو شاید اقبال اور جناح بھی نہ ہوتے ! اس مختصر سی کتاب میں اسی نقطۂ نظر سے امام ربانی مجدد الف ثانی کی تعلیمات اور کوششوں کا ایک مطالعہ پیش کیا گیا ہے ! وباللہ التوفیق

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

30/11/2007

84456

Marfat.com

منصب تجدید واحیائے دین اور حضرت مجدد

حضرت شیخ کمال الدین ابوالبرکات امام احمد بن عبدالاحد فاروقی سرھندی علیہ الرحمہ کی دینی خدمات اور برعظیم کے مسلمانوں کی اصلاح اور بہتری کے لئے ان کے جہاد بالقلم وباللسان کے اعتراف کے طور پر انہیں منصب تجدید کے لائق مانا گیا اوران کے معاصر عالم دین اور استاذ بھائی ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے انہیں "مجدد الف ثانی" کے لقب کے قابل قرار دیا تھا ،اس کے بعد شیخ سرہندی کے اپنے عہد میں اور بعد کے زمانوں میں نہ صرف ان کے مریدین و متبعین نے بلکہ برعظیم کے تمام مسلمانوں نے انہیں اس لقب سے یاد کیا بلکہ اسلامی دنیا کے اکثر گوشوں میں بھی اہل علم نے انہیں اسی لقب سے یاد کیا اوران کی تجدیدی خدمات کا اعتراف کیا۔

لیکن اس باب میں کچھ سوالات ایسے ہیں جن کا جواب ضروری ہے، اس سے بات کو سمجھنے میں بھی مدد ملے گی اور شیخ کا مرتبہ اور مقام بھی آسانی سے واضح اور متعین ہو سکے گا اور ان کی خدمات کی صحیح قدر و قیمت بھی سامنے آئے گی لفظِ تجدید جس سے اسم فاعل کا صیغہ مجدد آتا ہے، اس کے لفظی معنی اور مفہوم کے لئے تو یہی کافی ہے کہ نیا بنانا اور نئے سرے سے سنوارنا تجدید ہے لیکن دین میں تجدید سے کیا مراد ہے؟ کتاب وسنت میں اس کی اصل یا مصدر کیا ہے؟ اور اسلام میں تجدید دین کی حقیقت کیا ہے؟

دین میں تجدید سے مراد یہ نہیں کہ کوئی نئی چیز گڑھی جائے یا کوئی نیا راستہ نکالا جائے کوئی نئی چیز گھڑنا بدعت ہے اور کوئی نیا راستہ نکالنا تجدید نہیں اجتہاد ہے، یہ کام مجتہد کا ہے کہ وہ مسلمہ اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے کسی مصدر کتاب وسنت کی روشنی میں کسی مشکل کا حل پیش کرے، لیکن مجدد کا کام یہ ہے کہ دین کی جن باتوں کو بگاڑ دیا گیا ہے انہیں سنوارے، جہاں کہیں

Marfat.com

غلطی ہوگئی ہے اس کی اصلاح کرے، کوئی چیز بھلا دی گئی ہے اسے یاد دلائے، کوئی عمل متروک ہو گیا ہے اسے جاری کرے، دین کے جو پہلو مردہ ہو گئے ہیں ان میں از سر نو جان ڈالے (۱)، اس کا نام احیاء (دوبارہ زندہ کرنا) بھی ہے اس لئے تجدید و احیاء ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں اور اور اسی لئے یہ دینی کام کرنے والے کو محی الدین بھی کہتے ہیں اور مُجدِّد دُالدین بھی، تاریخ کے جلیل القدر مجدد اور امام شریعت و طریقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم ﷺ کو لوگ محی الدین کے لقب سے یاد کرتے ہیں، مگر عہد مجددی میں احیائے دین کی بجائے تجدید دین زیادہ مستعمل تھا اس لئے انہیں مجدد دین بلکہ مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا گیا (۲)۔

تجدید دین یا احیائے دین کے لئے کتاب اللہ میں کوئی آیت بطور ماخذ یا مصدر واضح طور پر معلوم نہیں، اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ اللہ کا دین اٹل ہے، ازل تا ابد ایک ہے، سب نبی اور رسول یہی واحد اور اٹل دین سمجھانے کے لئے مبعوث ہوتے رہے، البتہ یہ افراد اور اقوام ہیں جن پر میل اور غبار جم جاتا ہے، مردنی چھا جاتی ہے خود فراموشی اور غفلت طاری ہو جاتی ہے اس لئے ان کے پاس جو کچھ از قسم دین و اخلاق ہوتا ہے وہ بھی انہی عوارض و امراض کا شکار ہو جاتا ہے، اسی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے رسول الاولین والآخرین ﷺ نے فرمایا (۳):

" ان اللہ عز وجل یبعث لھذہ الأمۃ علی رأس کل مئۃ سنۃ من یُجددُلھا دینَھا:
اللہ تعالیٰ میری اس امت کی اصلاح و بقاء کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایک ایسا عالم بھیج دیا کرے گا جو اس کے لئے اس کا دین از سر نو زندہ کر دے گا"

یہ حدیث نبوی تجدید و احیائے دین میں اصل اور مصدر ہے اور اسے صحاح ستہ میں سے ابوداؤد کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث نے بھی روایت کیا ہے (۴)، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے اب منصب نبوت کی ذمہ داری بھی علماء امت کی ہے جو رسول اول و آخر ﷺ کی امت میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو بنو اسرائیل کے نبیوں کی تھی اس لئے مردنی اور خود فراموشی کا شکار مسلمانوں کے لئے تجدید و احیائے دین کا کام بھی علماء نے کرنا ہے، اس حدیث

Marfat.com

نبوی میں ہر سو سال سے نہ تو مکمل سو سال مراد ہیں اور نہ ہر سو سال کے سرے سے صدی کا آغاز یا اختتام مراد ہے بلکہ مدت کی قید کے بغیر جب کبھی اور جہاں کہیں ایسی صورت حال پیدا ہو گی، اللہ کا کوئی بندہ عالم کے روپ میں آئے گا تجدید و احیائے دین کا فریضہ انجام دے کر اصلاح احوال کر جائے گا، وہ نہ آتے ہوئے دعوی کریگا کہ وہ مجدد ہے اور نہ جاتے ہوئے بتائے گا کہ میں مجدد تھا، بلکہ جب وہ اپنا فریضہ انجام دے گا تو عامۃ المسلمین خود اسے مجدد کا لقب دیں گے یا جب وہ اٹھ جائے گا تو اس کے تجدیدی اور احیائی کام کا اندازہ کر کے اسے مجدد کے طور پر یاد کریں گے ،اسلامی معاشرہ میں جب بھی ضرورت ہو گی اور خلا پیدا ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس ضرورت یا خلا کو پر کرنا چاہیں گے تو کوئی عالم پیدا فرما دیں گے، پھر کبھی وہ محی الدین کہلائے گا جب وہ زوال پذیر عباسی معاشرہ کی اصلاح کر کے اس کے زوال کو کئی صدیوں کیلئے ٹال دے گا، یا جب ہندو جیسی خونخوار اکثریت میں گھرے ہوئے مسلمان فتنوں سے دوچار ہونگے تو خدا کا کوئی ایک بندہ آگے آئیگا اور دو تین صدیوں تک کے لئے زوال امت کے سامنے بند باندھ جائے گا اور مجدد الف ثانی کہلائے گا! وہ یہ دعوی نہیں کرے گا کہ میں محی الدین یا مجدد ہوں بلکہ ان کے کارناموں سے لوگ انہیں محی الدین اور مجدد الف ثانی کے القاب سے یاد کریں گے اسلام میں تجدید دین کی حقیقت بس اتنی ہے! یہ کرنے کا کام ہے دعووں کی بات نہیں!!(۵)

تاہم ایک بات باقی اور قابل غور رہتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث نبوی میں تو ایک مدت یا سو سال کا ذکر ہے (صدی کا نہیں کہ جب شروع ہو گی یا ختم ہو رہی ہو گی تو کوئی مجدد آ جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے کہ کہیں اور کبھی کئی سو سال میں بھی دین حق سلامت رہے اور کہیں اور کبھی صرف پچاس سال میں فساد برپا ہو جائے جیسے آج ہم پاکستانی ساٹھ سال میں فساد کے ایک طوفان کی زد میں ہیں!!) تو شیخ سرہند کو لوگوں نے ایک ہزار سال کا مجدد کیونکر مان لیا اور یونہی لوگ انہیں "مجدد الف ثانی" لکھتے اور کہتے چلے جا رہے ہیں؟! اس ہزار سال کا تو مذکورہ حدیث

Marfat.com

نبوی میں اشارہ بھی نہیں ہے، بلکہ یہاں تو سو سال ہے اور اور اس سو سال سے بھی لازماً سو سال یا صدی مراد نہیں بلکہ کوئی سی مدت مراد ہے تو پھر یہ "ہزار سال" اور الف ثانی کہاں سے آ گیا؟!

یہ ہزار سال بھی دراصل ایرانی بھائیوں کا تحفہ ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں کو عطا ہوا بلکہ وہ تو عربی زبان اور عربوں کو بھی یہ "ہزاری تحفے" پیش کرتے رہے ہیں، عرب اپنے کسی مرد کو ہزار مردوں کے برابر نہیں مانتے تھے لیکن فارس کے لوگ ایک مرد کو "ہزار مرد" کہتے تھے، عربوں نے یہ تحفہ قبول کیا اور اپنے بعض بہادروں کو ہزار مرد یا الف رجل کہنے لگے اور اس کے ثبوت کتب ادب و تاریخ میں موجود ہیں (٦)! ہزار سال کا خیال بھی ایرانی دماغ کی پیداوار ہے، صفوی حکمرانوں کے متشددانہ شیعی موقف نے ایران کو عالم اسلام سے الگ تھلگ بلکہ تنہا کر دیا جس کے ردعمل کے طور پر سنی شیعہ مغائرت اور مخاصمت کی بنیاد پڑی اور اختلافات کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جس میں روز بروز شدت آتی گئی اور دشمنان اسلام نے بھی اس سے خوب فائدہ اٹھایا، اس اختلاف اور دوری کے کئی ایک شاخسانے بھی سامنے آئے جس میں قدیم عرب و عجم کا تنافر اور تفرقہ کا نیا رنگ اختیار کرنا بھی ہے، ایک طرف شیعہ ایرانی اور ترک سنی اور دوسری جانب عرب سنی اور ایرانی شیعہ چپقلش اور منافرت بھی سامنے آئی، اس سے جہاں قدیم عربی برتری اور قومیت عربیہ کو ہوا ملی وہاں قدیم فارسیت اور ایرانی شہنشاہیت بھی جاگ اٹھی جسے موجودہ اسلامی انقلاب ایران کی قیادت نے کافی حد تک ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جس منافرت و عداوت نے تمام حدود کو توڑ دیا وہ رسول عربی ﷺ کی شان کو کم کرنے اور اسلام کو ایک بوسیدہ ضابطہ زندگی قرار دینے کی ناپاک جسارت ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ اس جسارت کو ایران کے متشدد شیعہ صفوی حکمرانوں نے بھی مسترد کیا اور اس کے علمبرداروں کو کچل دیا مگر ہندوستان کے ایک مغل نے اس فتنہ کو گلے سے لگایا اور فساد مچایا۔

بات دراصل یہ ہوئی کہ دسویں صدی ھجری کے اختتام پر شریعت اسلامیہ نے

Marfat.com

اپنی ایک ہزار سالہ تاریخ مکمل کر لی تو ایک ایرانی ملحد محمود پسیخو انی اور اس کے پیروکاروں نے نقطوی تحریک کے عنوان سے ایک مہم شروع کی کہ عرب قوم کی شان وشوکت نے اپنی ایک ہزار سالہ عمر مکمل کر لی ہے اور اب اگلا ایک ہزار سال عجم کا ہے، اب اسلامی شریعت منسوخ ہو چکی، اس کی جگہ اب عجمی شریعت لے گی اور آئندہ ایک ہزار سال یا دوسرے لفظوں میں الف ثانی میں اب دنیا پر عجم کی سیادت وغلبہ ہوگا! شاہ عباس صفوی نے نقطوی تحریک کو خلاف اسلام سمجھ کر اسے پوری طرح کچل دیا مگر اس کے بچے کھچے ملحدین ہندوستان بھاگ آئے یہاں ان بھگوڑوں کو اکبر شاہ کی بے دینی والحاد کا بازار گرم نظر آیا، کہا جاتا ہے کہ ابوالفضل اور فیضی بھی ایران کی اس ملحدانہ تحریک نقطوی سے روابط رکھتے تھے (۷) نقطوی تحریک کا سرغنہ شریف آملی جب دربار اکبری میں شامل ہوا تو ''ناگوری گروہ'' کو ایک اور پرکشش نقطہ مل گیا جس سے جاہل بادشاہ کو خوب بے وقوف بنا کر اپنا الوسیدھا کیا جا سکتا تھا، جو بات الف ثانی یا آئندہ پورے ایک ہزار سال کی امامت وسیادت میں تھی وہ مجتہد مطلق کہلانے میں کہاں! چنانچہ جو بادشاہ ہندو مت، بدھ مت، جین مت، زردشتیت کے عقائد واعمال سے اپنے دل ودماغ کو کھوکھلا کر چکا تھا اسے ایک ہزار سالہ امامت زیادہ پرکشش معلوم ہوئی اور خیال آیا کہ وہ بزعم خویش اپنی خرافیاتی شریعت ''دین الٰہی'' سے بحیثیت ''امی شہنشاہ'' نبی امی ﷺ کی شریعت کی جگہ کہیں سے کہیں پہنچ جائے گا! (۸) یوں اکبر کو الف ثانی یا دوسرے ہزار سال کا امام ومجتہد مطلق بننا پسند آیا مگر اکبر کی موت اور ناگوری گروہ کی تباہی کے بعد دین الٰہی بھی اپنی موت آپ مر گیا اور الف ثانی کی امامت واجتہاد کا باطل تصور بھی ہوا ہو گیا! اگر اکبر کے بعد جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کی جگہ کوئی اور تین مغل بادشاہ آتے جو دین اکبری کو بڑھاوا دیتے تو برعظیم کی اسلامی تاریخ وہ نہ ہوتی جو آج ہے۔

اس بات کا امکان موجود ہے کہ شاہ جہاں کے استاذ اور حضرت مجدد کے استاذ بھائی ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بجا طور پر مناسب خیال کیا کہ الف ثانی کا مجدد ہونے کا لقب اگر کسی کو سزا

Marfat.com

وار ہوسکتا ہے تو وہ صرف شیخ سرہند ہیں، ورنہ حضرت مجدد نے نہ کبھی مجدد ہونے کا دعوی کیا، نہ اپنی صدی کا خود کو مجدد گردانا اور نہ مجدد الف ثانی کہلوانے کا مطالبہ کیا، یہ الف ثانی کا مجدد ہونے کے لقب کو لوگ اکبر کے لئے مختص سمجھتے تھے، ملا سیالکوٹی نے بجا طور پر حضرت شیخ سرہند کو اس کا حق دار تصور کیا (۹) اور پھر زبان خلق نقارہ خدا بن گئی! بہر حال مجدد الف ثانی کا اور کوئی سبب یا پس منظر سمجھ میں نہیں آتا! حدیث میں تو صرف سو سال کے ایک سرے یعنی آغاز یا اختتام کا ذکر ہے اور اس سے بھی صدی مراد نہیں ہے بلکہ کسی وقت کسی بھی جگہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ اسلام کے بھلائے جانے والے پہلوؤں کو اجاگر اور زندہ کر کے مجدد کا کردار ادا کر سکتا ہے!

جلال الدین محمد اکبر شاہ ناخواندہ سہی مگر سیاست وحکمرانی کا عبقری تھا، اس کی والدہ ایک نیک اور پاکیزہ کردار خاتون تھیں اس لئے اس کی حکمرانی کا ابتدائی دور اپنی ماں کی تربیت کے زیر اثر ایک نیک مسلم حکمران کا دور تھا، اسے علماء سوء اور صوفیہ خام کی مخاصمت، منافقت، ریا کاری، خود غرضی اور بد کرداری نے راہ راست سے ہٹا دیا، دین تو گیا تھا اب اس کے سامنے صرف تاج وتخت کا تحفظ ودفاع تھا، یہ اکبر کی سیاسی چال تھی کہ وہ ہر مذہب ومسلک کے لوگوں کے ساتھ اپنائیت سے پیش آتا تھا اور اب اس کی خواہش تھی کہ ہندومت، بدھ مت، زرادشتیت، مسیحیت کے اختلاط وامتزاج سے ایک ایسا "عالمی دین" ایجاد کرے جو سب کے لئے قابل قبول ہو مگر اس عالمیت اور آزادی میں ایک تو وہ حد سے بڑھ گیا حتی کہ اسلامی شعائر کے صریح انکار اور شان رسالت مآب ﷺ میں انتہائی بے ادبی اور توہین پر اتر آیا، اکبر کے اس نام نہاد دین الٰہی (جسے معجون ضلالت کا نام زیادہ سجتا ہے) یا عالمی وہر دلعزیز مذہب سے اور تو کسی مذہب کا کچھ بھی نہ بگاڑا جا سکا اس میں تمام نقصان اسلام اور اہل اسلام کا تھا! اگر اکبری سیاست مزید نسلوں تک آگے بڑھتی تو یہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے تباہ کن ہوتا، اکبر کے بیٹے، پوتے اور پھر پڑپوتے کو صرف اسلام سے لگاؤ اور سلطنت کا خیال تھا مگر اکبر جو آوے کا آوا بگاڑ گیا تھا اور کفریات، شرکیات اور خرافیات کا جو گند

Marfat.com

پھیلا گیا تھا اسے صاف کرنے ،ارکان سلطنت کو راہ راست پر ڈالنے اور اسلام و اہل اسلام کے دفاع کے لئے ایک مرد میدان کی ضرورت تھی ،ایسا مرد میدان جو وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے حکمت و تدبر کے ساتھ ساتھ جرأت و ہمت کا بھی بے مثال مظاہرہ کر سکے اور یہ مرد میدان شیخ سرہند حضرت امام احمد بن عبدالاحد فاروقی علیہ الرحمہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا! وہی وقت کی آواز بھی تھے اور وقت کی پکار کا جواب بھی! حضرت علامہ محمد اقبال نے کیا خوب برمحل حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے:(۱۰)

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار!!

اقبال کا یہ خراجِ تحسین بلاشبہ منصب تجدید کے تاجور کو سزاوار ہے! اس موقع پر تجدید و اصلاح کے نام پر ہی سہی، کرسی اقتدار سے علمائے حق کا کھلا اور براہِ راست تصادم تباہ کن ثابت ہوتا، مگر اس موقع پر خاموشی اور مداھنت بھی نتائج کے لحاظ سے کھلے تصادم سے کم تباہ کن نہ ہوتی! شیخ سرھند نے قرآنی اصول (۱۱) دعوت پر عمل پیرا ہو کر حکمت، موعظت و نصیحت اور مجادلۂ احسن کے ذریعہ بروقت بیداری کا ثبوت دیتے ہوئے ملت کے سرمایہ وقار و ناموس اور مستقبل کے تحفظ کا سامان کر دیا! جہانگیر سے مفاہمت اور تعاون کی پالیسی نے شاہ جہاں جیسے ہنر پرور اور علم دوست اور اورنگ زیب عالمگیر جیسے درویش صفت مجاہد و محافظ اسلام کے لئے راہ ہموار کی! حضرت مجدد کا تجدیدی و اصلاحی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مقام نبوت و رسالت کا اس طرح دفاع کیا کہ حب و عشق مصطفیٰ ﷺ برعظیم کی ملت اسلامیہ کے ایمان کامل کی علامت بن گئی اور انتہا یہ ہے کہ برعظیم کا کونہ کونہ اور گوشہ گوشہ توہین رسالت کے ہر مرتکب اور گستاخ کے

Marfat.com

لئے دہکتے ہوئے انگاروں کی سرزمین بن گئی ہے اور آج مدح رسول اعظم وآخر ﷺ اور سیرت نگاری میں اس خطے کے مسلمان کا کہیں جواب نہیں، یہ حضرت مجدد ہی تھے جنہوں نے مسلمان کو ہندو کا اصل چہرہ دکھلایا، وہ ہندو جو پر امن بقائے باہمی کا قائل ہی نہیں، طبقاتی تفریق کے نشہ سے چور یہ راکھشش مسلمان ملیچھ کو ہندو مزاج یا ہندونواز مسلمان بنانے کو بھی کافی نہیں سمجھتا بلکہ کشکہ وزنار کی تکمیل کے بعد مسلمانوں کی نسل کو اپنے معاشرے کا پانچواں طبقہ بنانا چاہتا ہے جیسا کہ بھارت کے بیس کروڑ مسلمانوں کو اسی گھیرے میں لا رہا ہے۔

مسلم ہندوستان کے فسادزدہ، منحرف، مایوس اور حالات کے سامنے بے بس معاشرہ کو سدھارنا تو دور کی بات ہے سنبھالنا بھی ایک معجزے سے کم نہ تھا مگر بروقت بیدار ہونے والے نگہبان ملت نے اس مسلم معاشرہ کو سنبھالا بھی اور سدھارا بھی، قدرت خداوندی نے کام لینا ہوتا ہے اس لئے کوئی اللہ کا بندہ سامنے آتا ہے، قدرت ربانی اسباب و وسائل پیدا کرتی جاتی ہے اور بندۂ مومن قدرت کے ارادے کی تکمیل کر دیتا ہے حضرت مجدد کا تاریخ ساز تجدیدی واصلاحی کارنامہ اس کی ایک مثال ہے! مؤرخ کا قلم اس کارنامہ کو ارادہ قدرت اور اسلام کی تاریخ کا ایک معجزہ لکھنے پر مجبور ہے بالکل ایسا ہی معجزہ جو برعظیم کی تاریخ نے 1947ء میں دکھایا! ہندو جیسے دغا باز اور فریب کار کے ساتھ انگریز جیسی وقت کی سپر طاقت اور اور مکر وسازش کے مسلم کھلاڑی نے اپنے ہاتھ سے ایک دبلے پتلے خطرناک مرض میں مبتلا محمد علی جناح کو قیام پاکستان کی دستاویز پکڑا دی! مصر کے عظیم نابینا دانشور ڈاکٹر طہ حسین نے اسے جدید دور میں اسلام کا معجزہ قرار دیا (۱۲)! یوں لگتا ہے جیسے حضرت مجدد نے اس وقت کے مسلم مریض معاشرہ کی نبض پر ہاتھ رکھا، مرض کی تشخیص کی پھر علاج کا منصوبہ بنایا اور کام شروع کر دیا کسی کو اندازہ نہ تھا کہ طوفان کی شکل میں اٹھنے والے بگاڑ کا مرض دیکھتے ہی دیکھتے کافور ہو جائے گا اور جب غبار چھٹ جائے گا تو حضرت مجدد اور جہانگیر کے باہمی احترام کی فضا میں نئے عزم کے ساتھ یہ معاشرہ تندرست وتوانا

Marfat.com

نظر آ رہا ہوگا! قدرت کا ہاتھ اپنا نظام خود چلاتا ہے اور یہ نظام نہ روکا جا سکتا ہے اور نہ دیکھا جا سکتا ہے! رب قدیر اپنی قدرت کے مظاہرے سے ہی پہچانا جاتا ہے!!

قیام اکبر آباد کے دوران میں ناگوری گروہ کے شیطانی منصوبوں اور عزائم کو قریب سے مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مجدد ان شیاطین پر اپنی ذھانت اور خداداد صلاحیت کی دھاک بھی بٹھا چکے تھے، سرہند شریف واپس آ کر اپنی علمی کمی کو پورا کیا اور کمزوریوں کا تدارک کیا، عملی منصوبہ بنایا اور طریق کار طے کر کے "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" (جب عزم کر لو تو پھر اللہ توکل میدان عمل میں کود پڑو) کی عملی تصویر بن گئے۔ اس کام کے لئے آپ نے تین اقدامات طے کئے:

(۱) سب سے پہلے اکبر اور جہانگیر کے گرد و پیش ارکان سلطنت میں سے جو لوگ کارآمد اور دین سے ہمدردی رکھنے والے نظر آئے انہیں اعتماد میں لیا، یہ پہلا کارگر حکیمانہ قدم تھا جو حضرت مجدد نے اٹھایا۔

(۲) دوسرا قدم ایسے علماء و مشائخ کی مکمل تعلیم اور عملی تربیت تھی جو اس ہمہ جہت اور ہمہ گیر انقلاب کے لئے تربیت یافتہ مبلغ و سیاسی کارکن بن کر تمام جہات ہند اور بیرون ہند بھیجے جانے والے تھے۔

(۳) تیسرا دنگ کر دینے والا انوکھا اقدام تھا جو آج کے زمانے کا "پریس یا میڈیا" قرار دیا جا سکتا ہے مگر لوگ اسے زمانے کی زبان میں مکتوب نویسی کہتے ہیں!!

یہ تینوں کام اس قدر سکون کے ساتھ اور چپ چاپ انجام پائے کہ اس کا شیطانی ناگوری گروہ کو پتا بھی نہ چل سکا مگر یہ گروہ اتنا ضرور جان گیا تھا کہ شیخ احمد سرہندی مستقبل کا خطرہ ہے اس لئے ان پر سب کی نظر تھی، اسی لئے اکبر کے مرنے کے بعد جہانگیر کے آتے ہی شیطانی منصوبے عمل میں آنے لگے، پہلی چال کے طور پر خوددار درویش سرھند سے تعظیمی سجدہ کروانے کا پروگرام بنا، وہ دربار میں آیا مگر صرف خدا کے سامنے جھکنے والا سر جہانگیر کے سامنے نہ جھکا اور صاف صاف

Marfat.com

کہہ دیا کہ بندۂ مومن کی پیشانی صرف اور صرف اپنے رب کے حضور جھکتی ہے البتہ بادشاہ کو یہ بھی صاف صاف بتا دیا کہ درویش سرھند کرسی اقتدار کا طالب نہیں صرف اس کی اصلاح کا طالب ہے مگر شیاطین نے ہاتھ ڈالنے اور قید کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ قلعہ گوالیار میں سنت یوسف کو دہرانے اور اگلے اقدامات کے متعلق مزید غور و فکر کرنے کے لئے پہنچ گئے ! یہ 1028ھ کا واقعہ ہے، کہا جاتا ہے کہ شاہ جہاں نے بعض علماء کے ذریعہ حضرت مجدد کو سجدۂ تعظیمی بجالانے کا مشورہ دیا تھا اور کچھ علماء نے شیخ سرھند کو اس کے شرعی جواز کا فتوی بھی دیا تھا مگر وہ آمادہ نہ ہوئے کیونکہ وہ اسے اپنی ناکامی اور خدا کی ناراضگی کا پہلا قدم تصور کرتے تھے بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ شیخ کی یہ ہمت و جرئت ایمانی نہ صرف شرعا درست قدم تھا بلکہ فرعونی اکبر شاہی کے لئے یہ ضرب کلیمی بھی ثابت ہوا، مغل بادشاہ کے سامنے پہلی بار ایک درویش صفت عالم دین نے نہیں کہہ کر سب کو حیرت میں ڈال دیا تھا، جہانگیر کو پہلی بار یہ محسوس ہوا کہ ہندوستان کے علماء سب کے سب اکبر کے درباری دنیا پرست ملا نہیں ہیں ! شیخ کی اس ایک "نہیں" نے پورے ہندوستان میں تہلکہ مچا دیا ، ملک کے گوشے گوشے میں بھیجے گئے شیخ کے مبلغین اپنا کام کر رہے تھے، جن جن امراء اور عمائدین سلطنت کو شیخ اعتماد میں لے چکے تھے انہوں نے ایوان شاہی میں حق گوئی کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا تھا، مکتوبات اور مبلغین اپنا اپنا کام کر رہے تھے، بادشاہ کو سارے ہندوستان سے لعن طعن کے پیغام ملنے لگے تھے اور شیخ کی "نہیں" ضرب کلیمی بن کر بادشاہ کے کانوں میں گونجنے لگی تھی!

قید و بند کے لئے شیخ ذہنی اور ایمانی طور پر تیار تھے ! انہوں نے قلعہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اپنی جادو بیانی سے حق گوئی اور حق پرستی کے لئے تیار کر لیا تھا، انگریز مؤرخ آرنلڈ نے (Preaching of Islam) میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے (۱۳):

"شہنشاہ جہانگیر (1605 - 1628ء) کے عہد میں ایک سنی عالم شیخ احمد مجدد نامی تھے جو شیعی عقائد کی تردید میں خاص طور پر مشہور تھے شیعوں کو اس وقت شاہی دربار

Marfat.com

میں رسوخ حاصل تھا ان لوگوں نے کسی بہانہ سے شیخ کو قید کرا دیا، وہ دو برس قلعہ گوالیار میں قید رہے، اس مدت میں انہوں نے سینکڑوں بت پرستوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنالیا تھا"

اندازہ یہی ہے کہ اکبری عہد سے ہی حضرت مجدد کی اصلاحی سرگرمیوں پر ناگوری گروہ کی نظر تھی اور وہ ان رسائل اور مکتوبات کے عوامی اثرات سے پریشان تھا، شیخ نے شیعیت کے جواب میں "ردروافض" کے عنوان سے جو رسالہ لکھا تھا اس کی تاثیر کے متعلق شیخ محمد اکرام کی رائے یہ ہے کہ:

"یہ رسالہ اصل میں اس رسالے کا جواب ہے جو علمائے شیعہ نے علمائے ماوراء النہر کو اس وقت بھیجا جب عبداللہ خان ازبک نے 1588ء میں مشہد کا محاصرہ کر رکھا تھا، لیکن اس کی تصنیف کی فوری وجہ یہ تھی کہ ہندوستان میں شیعہ، علمائے مشہد کے مضامین دہراتے اور امرا و سلاطین کی مجلسوں میں انہیں بڑے فخر سے بیان کرتے، لیکن انہیں (شیخ کو) یہ خیال ہوا کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ سپرد قلم ہونا چاہیے تا کہ عوام الناس میں بھی غلط فہمیوں کی گنجائش نہ رہے! (۱۴)"

ہمایوں اپنے ساتھ شیعیت کے جراثیم لے کر آیا تھا مگر اس کے بیٹے اکبر نے انہیں پالا پوسا اور پھیلایا بلکہ ان سے اسلام کی بیخ کنی کا کام بھی لیا، اکبر نے برعظیم کی ملت اسلامیہ کو جو دکھ دیا اور جس خسارہ سے دوچار کیا اور نقصان پہنچایا اس کی تلافی کبھی نہیں ہوگی، خواجہ محمد احسان مجددی نے اس دکھ اور خسارہ کا ایک خاکہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے (۱۵):

"اکبر نے اسلام سے منحرف ہونے کے بعد چہل تن مجلس (چالیس افراد کی کمیٹی) قائم کی یہ مجلس ہر مسئلہ کو اپنی ناقص عقلوں کی سان پر چڑھاتی، اگر کوئی مسئلہ ان کی عقل میں آتا تو اسے دین الٰہی کا حصہ بنالیا جاتا ورنہ بازیچۂ اطفال قرار دے دیا جاتا، غسل جنابت ساقط کر دیا گیا، انسان کی منی کو خلاصہ انسانیت

Marfat.com

قرار دیا گیا، تجہیز و تکفین کو ایک فرسودہ رسم قرار دیا گیا، ساری مملکت میں شراب نوشی کی عام اجازت دے دی گئی، ملا عبدالقادر بدایونی نے ایسے علماء اور قاضیوں کے نام لکھے ہیں جو کثرت شراب نوشی سے مر گئے تھے، نکاح کے معاملہ میں یہ نعرہ عام تھا "خدا یکے وزن یکے" (خدا بھی ایک بیوی بھی ایک)، شیطان پورہ کے نام سے ایک بستی کی تعمیر کی گئی جس میں زنا کی اجازت عام تھی، سود حلال قرار دیا گیا، ایک درباری عالم قاضی عبدالسمیع نے رشوت لینا فرض قرار دے ڈالا، ڈاڑھی منڈوانے کا عام رواج ہو گیا"

اکبر کے فتور زدہ دماغ میں اسلام کی بیخ کنی اور بربادی کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ بزعم خویش اپنی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنا چاہتا تھا، اس کا خیال تھا کہ شیعیت کی حوصلہ افزائی سے وہ "ولایت" یعنی ایران کو خوش رکھ سکے گا اور ضرورت پڑی تو اپنے باپ کی طرح صفویوں کے ہاں پناہ لے سکے گا اور کمک بھی مل سکے گی، دوسری طرف وہ ملک کی ہندو اکثریت کا بھی اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا، عبدالقادر بدیوانی کے الفاظ میں:

"بادشاہ اپنی ہندو رعایا کو خوش کرنا چاہتا تھا، اس لئے اس نے اسلام سے رخ پھیرنا شروع کیا اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس سے بھی تجاوز کر گیا اور علی الاعلان اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔۔۔۔۔۔۔ کسی خطیب کی مجال نہ تھی کہ خطبہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کا نام لے بادشاہ قرآن کا منکر تھا اس کے ساتھ حیات بعد الممات کا بھی منکر تھا، اس نے عام حکم دے رکھا تھا کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی بجائے "لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ" کہا جائے"

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے حضرت مجدد کی تعلیمات کے ایک پہلو نظریہ توحید پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا تھا، وہ اکبر کے اسلام دشمن رویہ کے متعلق لکھتے ہیں:

Marfat.com

"مسلمان اذیت میں مبتلا تھے، ہندو علی الاعلان مسلمانوں اور اسلام کا مذاق اڑاتے تھے ہر کوچہ بازار میں ہندوؤں کی رسمیں منائی جاتی تھیں، اگر کوئی مسلمان گائے ذبح کر دیتا تو اس کے بدلے میں اسے قتل کر دیا جاتا، ان حالات میں جونپور کے ایک قاضی ملا محمد یزدانی نے فتوی دے دیا کہ بادشاہ مذہب (اسلام) سے پھر گیا ہے، اس کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے، اس کے علاوہ دربار میں کچھ لوگوں نے بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش بھی کی لیکن حکومت کے نشے نے اسے اتنا بدمست کیا ہوا تھا کہ وہ اور زیادہ بگڑ گیا اور (ان میں سے) بعض علماء کو شہید کروا دیا (۱۷)"

اسلام کی ہر تعلیم کو منسوخ کر کے اس کی پیروڈی یا نقالی کو رواج دیا، السلام علیکم اور وعلیکم السلام کی جگہ پہلا آدمی "اللہ اکبر (یعنی اکبر بادشاہ خدا ہے)" اور دوسرا جواب میں کہتا "جل جلالہ (۱۸)"! معلوم ہوتا ہے کہ ناگوری گروہ نے اکبری عہد میں ہی حضرت مجدد کو ستانا شروع کر دیا تھا، ان کے خسر شیخ سلطان کو بھی اس زمانہ میں شہید کیا گیا، چنانچہ وہ اپنے مکتوبات میں اس گروہ کی چیرہ دستیوں کا تذکرہ کرتے ہیں، ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"بعض تکلیفیں لوگوں کی طرف سے اس فقیر پر گزریں اور انہوں نے بہت ظلم وستم کئے اور فقیر سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کو ان لوگوں نے ناحق برباد اور جلاوطن کر دیا (۱۹)!"

اگر ہم برعظیم کی فکری قیادت کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ پہلے مسلمان مصلح اور مفکر ہیں جنہیں یہ یقین ہو گیا تھا کہ ہندو اکثریت، جو خود ایک طبقاتی لعنت میں گرفتار معاشرہ ہے ایک خونخوار اکثریت ہے جو پرامن بقائے باہمی پر ایمان نہیں رکھتی اور یہ بھی کہ وہ کسی بھی وقت موقع پا کر طاقت اور تشدد سے مسلمانوں کو نگل سکتے ہیں، ہندو کا یہ خیال اور یہ آرزو بہت پرانی ہے کہ بھارت ورش کو مسلمان ملیچھ کے وجود سے پاک کرنا ضروری

Marfat.com

ہے، چنانچہ اکبری دیوثی کے زیر سایہ مسلم ہند میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد کرنا، انہیں زبردستی ہندو بنانا یا تہ تیغ کرنا ہندو کے لئے ایک آسان کام نظر آیا مساجد ومزارات گرا کر مندر تعمیر کئے گئے، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی! حیرت کی بات ہے کہ ہندو کی اس ذہنیت اور روش پر ہمارے اہل فکر ودانش نے توجہ نہیں دی، اکبری عہد میں علماء ومشائخ اور اہل فکر ودانش کی کوئی کمی نہ تھی، کمی تھی تو جرئت ایمانی کی اور دور رس نظر وبصیرت کی! مولانا ابو الکلام آزاد، کانگرس کے صدر بھی رہے، متحدہ قومیت کے بہت بڑے علمبردار بھی تھے اور انہیں ہندو ذہنیت پر بھروسہ بھی بہت تھا مگر انہوں نے بھی جب اکبری اور جہانگیری عہد کے فتنوں اور علماء کے کردار کی تحقیق کی تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ (۲۰):

> ''شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہد جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علما ومشائخ حق سے بالکل خالی ہو گیا تھا؟ کیسے کیسے اکابر موجود تھے؟ لیکن مفاسد وقت کی اصلاح وتجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا! صرف مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا وجود گرامی ہی ''تن تنہا'' اس کاروبار کا کفیل ہوا''

وقت کی رفتار بڑی تیز ہے جو کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتی، ہاں جو وقت کی فیصلہ کن گھڑی میں فیصلہ کن قدم اٹھا لیتا ہے منزل مراد کو پا لیتا ہے، حسب موقع مناسب رائے اور فیصلہ دینا اور پھر اسے بروقت عملی طور پر نافذ کر دینا مثبت اور مفید نتائج کا ضامن ہوتا ہے جو مفکر اور قائد یہ صلاحیت رکھتا ہو وہی قوم کے مقدر کا ستارہ بن جاتا ہے، اس لحاظ سے حضرت مجدد نے بروقت فیصلے کئے اور حسب موقع عملی اقدام فرمائے گئے اس حقیقت کا ادراک کر لینے کے بعد کہ علماء سوء کا ناگوری گروہ مفسدین نظام شاہی کو جس راہ پر ڈال رہا ہے وہ ملت اسلامیہ کی فنا کا رستہ ہے اور جس طرح خون خوار ہندو اکثریت بپھر گئی ہے وہ مسلمانوں کو مکمل طور پر نگل جائے گی چنانچہ اکبر آباد سے واپسی پر سرہند شریف میں قیام کے دوران حالات کا بغور جائزہ لیا، مناسب وسائل پر غور کیا

Marfat.com

اور پھر اتنی تیزی مگر بے حد خاموشی کے ساتھ اپنے وسائل کو کام میں لاتے ہوئے اصلاح کا آغاز کر دیا شیخ کو اندازہ تھا کہ اکبر کی طرح جہانگیر بھی علماء اور مشائخ سے بدظن ہے مگر اکبر کے برعکس جہانگیر بھلے برے کی تمیز کے ساتھ ساتھ اسلام سے ہمدردی بھی رکھتا ہے، اسے اچھے اعیان سلطنت اور مخلص درباری امراء راہ راست پر بھی ڈال سکتے ہیں اور اس کے عہد اقتدار میں اس شرو فساد کی جڑیں بھی کاٹی جا سکتی ہیں جن کی آبیاری اکبر نے کی ہے۔ چنانچہ شیخ نے بڑی سرعت اور تنظیم کے ساتھ ایسے عمائدین سلطنت سے رابطہ کیا جو اس کار خیر میں کام آ سکتے تھے پھر حسب توقع ان عمائدین نے مثبت اور تعمیری انداز میں اپنا ردعمل ظاہر کیا اور حالات کو ایسے رخ پر ڈالنے میں کامیاب ہوئے جو منزل مراد تک پہنچانے کا ضامن تھا!

مفتی صدر جہاں جہانگیر کی تعلیم و تربیت کے نگران رہے تھے اور عہد اکبری میں منصب صدارت پر بھی فائز تھے جہانگیر کی طرف سے اسلام کے لئے نرم روش کی خبر سن کر اپنے مکتوب میں فرمایا:

"سننے میں آیا ہے کہ بادشاہ اسلام، اسلامی حسن استعداد کی بنا پر علماء کے طلبگار ہوئے ہیں، یہ اللہ کا کرم ہے آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے دور میں جو خرابی پیدا ہوئی تھی علماء سوء کی وجہ سے ہوئی تھی لہذا علماء کے انتخاب میں آپ خوب چھان بین کریں علماء سوء دین کے ڈاکو ہیں ان کا مقصد عزت منزلت اور ریاست ہے، اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے!"

اس سلسلے میں میر صدر جہاں کو مکتوب ارسال فرمایا گیا (۲۱) جس میں مذکور تھا:

"اب جبکہ حکومت پلٹ گئی ہے اور اہل ملل کے عناد کا زور ٹوٹ گیا ہے تو تمام مقتدایان اسلام پر چاہے وہ وزرائے عظام ہوں یا علماء کرام، سب پر لازم ہے کہ اپنی تمام کوشش شریعت کی ترویج پر لگا دیں اور اسلام کے منہدم ارکان کو قائم کریں، تغافل میں

Marfat.com

کچھ فائدہ نہیں ہے مسلمانوں کے دل مضطرب ہیں، ان کے پچھلے دور کی مصیبتیں یاد ہیں کہیں یہ نہ ہو کہ تلافی مافات کی صورت ہاتھ سے نکل جائے اور اسلام کی غربت میں مزید اضافہ ہو، جب بادشاہ کو طریقۂ نبویہ کی اشاعت کا خیال نہ ہو اور بادشاہ کے مقربین اپنے آپ کو اس کام سے بچائیں اور چند روزہ حیات کی فکر میں رہیں تو اہل اسلام کا معاملہ کیونکر خراب نہ ہو"

پھر اسی نوع کا مکتوب خان اعظم کے نام تحریر فرماتے ہیں اور نہائت احترام اور حسن ادب سے اسے خدمت دین کے لئے آمادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں (۲۲):

"آپ سے التماس ہے کہ جب اس خاندان (نقشبندیہ) کے اکابر کی محبت کی برکت سے جو آپ کے دل میں ہے، اللہ تعالی نے آپ کی بات میں تاثیر رکھی ہے اور آپ کے اقران (اپنے ہم پلہ لوگوں) میں آپ کی مسلمانی کی عزت ہے تو آپ کوشش کریں تا کہ کم از کم یہ صورت نکل آئے کہ کفر کے وہ بڑے احکام، جو مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں، ختم ہو جائیں اور منکرات سے مسلمانوں کو نجات ملے، اللہ تعالی آپ کو ہماری اور سب مسلمانوں کی طرف سے اجر دے!"

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو یہ کامل احساس تھا کہ تمام خرابیوں کی خرابی اور شر و فساد کی ہر قسم کا واحد سبب ایک ہے اور وہ ہے رسول اللہ ﷺ پر پختہ ایمان، عقیدت اور محبت سے مسلمانوں کی محرومی اور عہد رسالت و صحابہ کی روایات و آثار سے غفلت اور دوری! تجدید و اصلاح کے کار خیر کے آغاز ہی میں آپ نے جو رسالہ "اثبات النبوۃ" تحریر فرمایا تھا، اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں (۲۳):

"میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ شک و انکار (نبوت) کا دائرہ پھیلتا چلا جا رہا ہے خود اطباء (یعنی امت کا روحانی علاج کرنے والے علماء) بیمار ہو چلے ہیں اور اللہ تعالی کی مخلوق

Marfat.com

ہلاکت تک پہنچ گئی ہے، میں نے ان میں سے ایک ایک کے عقیدہ کو ٹٹولا ہے اور ان سے ان کے شبہات دریافت کئے ہیں، ان کے دلی خیالات اور اعتقادات کی جانچ پڑتال کی تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس خرابی کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد سے یہ زمانہ دور جا پڑا ہے اور حکمائے ہند (دانشور) اور فلسفہ کی کتابوں سے شغف بڑھ گیا ہے!!"

عمائدین سلطنت، علماء اور مشائخ وقت کے علاوہ معاشرہ کی با اثر شخصیات کی تجدیدی و احیائی اور اصلاحی کوششوں کی بھی آپ تحسین و تائید کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے، احیائے سنت تجدیدی و اصلاحی کاموں کی اصل غرض و غایت ہے، اپنے ایک عالم دین عقیدتمند شیخ حسن برکی کے نام اپنے مکتوب میں احیائے سنت اور بدعت کے قلع قمع پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں (۲۴):

"اللہ تعالی آپ کو استقامت عطا فرمائے اور مقاصد عالیہ کی نہایت تک پہنچائے آپ نے رفع بدعت کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے ٹھیک ہے یہ ایک بڑی نعمت ہے جو بدعات کے اس دور میں کسی خوش نصیب ہی کو مل سکتی ہے کہ وہ کسی بدعت کو مٹائے اور کسی سنت کو رائج کرے، صحاح کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص کسی ایک سنت کا احیا کردے کہ جس پر عمل نہ کیا جاتا ہو تو اس شخص کو سو شہیدوں کے (اجر و ثواب) کے برابر ثواب ملے گا، اس مبارک ارشاد نبوی سے اس کار خیر کی عظمت کا اندازہ لگانا چاہیے البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اس کی وجہ سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور کہیں ایک بھائی بہت سی برائیوں کا سبب نہ بنے کیونکہ یہ آخر زمانہ اور اسلام کی کمزوری کا دور ہے!!"

یہاں پر شیخ سرہند مصلحت امت اور نئے سے نئے فتنوں سے اجتناب کرنے اور اصلاح میں بے حد احتیاط کی تلقین فرما رہے ہیں اور یہ وہ پہلو ہے جسے ایک کامیاب اور بہترین

Marfat.com

مصلح و مجدد ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے مگر جہاں صریح آیت ربانی یا ارشاد نبوی کی مخالفت ہو رہی ہو وہاں مصلحت اسی میں ہے کہ اس مخالفت کو دبایا جائے چنانچہ اسی سلسلے میں اپنے ایک اور ارادتمند صوفی قربان کے نام اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں (۲۵):

"فضیلت تمام تر سنت کی پیروی سے وابستہ ہے اور امتیاز و اعزاز شریعت پر عمل کرنے سے مربوط ہے، مثلاً دو پہر کو سونا جو اتباع سنت کی نیت سے ہو وہ باقی کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے اور زکوۃ کا ایک پیسہ ادا کرنا سونے کے پہاڑ خرچ کر دینے سے، جو اپنی طرف سے ہو افضل ہے!"

شیخ سرہند حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کو لوگوں نے مجدد الف ثانی یونہی نہیں مانا بلکہ یہ لقب محض اس لئے بھی نہیں کہ اگر لوگ اکبر جیسے منحرف اور منکر حق کو مجدد الف ثانی کہتے تھے تو اس کے اصل مستحق حضرت شیخ سرہند ہیں بلکہ انہیں اپنے عہد کی اصلاح و تجدید تو مقصود تھی ہی وہ آنے والے وقتوں میں بھی برعظیم کی ملت اسلامیہ کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے روایات چھوڑنا اور نئی مسلمان نسلوں کو بیدار رہنے اور بروقت فیصلہ کن اقدام کرنے کی تلقین فرما گئے ہیں، چنانچہ تین صدیاں بعد حضرت مجدد کے ایک سچے عقیدتمند حضرت علامہ اقبال نے برعظیم میں ہندو اکثریت کی خونخواری سے بچنے کے لئے مسلمانوں کے لئے ایک الگ آزاد وطن کے قیام کا مطالبہ کیا اور مسلمانوں کو ایک ایسے قائد کی پیروی کا بھی حکم فرما گئے جس کی قیادت پر برعظیم کی ملت اسلامیہ نے مکمل اعتماد کا اظہار کر دیا پھر ان کے غیر متزلزل عزم کے سامنے سب کو جھکنا پڑا اور پاکستان بن گیا، فرید بخاری ان عمائدین سلطنت میں سے تھے جن پر شیخ سرھند کو اعتماد تھا، ان کے نام اپنے ایک مکتوب میں ھندو کی عیاری سے ہمیشہ خبردار رہنے اور اہل اسلام کے حقوق کے دفاع کے لئے ہمیشہ لڑتے رہنے کی تلقین فرماتے ہیں تا کہ گزشتہ زمانوں کی طرح مسلمان خونخوار ھندو اکثریت کے مکمل رحم و کرم پر نہ رہ جائیں، چنانچہ فرید بخاری کے نام اس مکتوب سے ایک مختصر اقتباس یوں

Marfat.com

ہے(۲۶):

"آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ زمانے (عہد اکبری) میں اہل اسلام پہ کیا گزری ہے لیکن اہل اسلام پہ اس قسم کی خرابی پہلے نہیں گزری تھی، گزشتہ زمانے میں کافر غالب ہو کر دار الاسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے عاجز و مجبور تھے، اگر کرتے تو قتل کئے جاتے تھے، ہائے افسوس حق تعالیٰ کے محبوب نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کرنے والے ذلیل تھے اور ان کے منکر باعزت!"

کمزور مسلمانوں کے عہد میں جو صورت حال آج ہے حضرت مجدد اسی کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں، آج کے مسلمان اہل فکر و دانش کو حضرت مجدد کی طرح قرآنی اصول دعوت ،حکمت موعظت اور مجادلہ احسن سے حالات کا رخ بدلنے کی کوشش کرنا چاہیے، ان کمزور حکمرانوں سے براہ راست متصادم ہونے کے بجائے ان کے ساتھ کھڑے ہونا اور انہیں اسلام کے حق میں کرنا زیادہ مفید ثابت ہوگا، داعیان کے تصادم کی پالیسی ان حکمرانوں کو دوہری مشکل میں ڈال دیتی ہے، ایک طرف ان دشمنان اسلام کا دباؤ ہوتا ہے جو اندر سے پورے یہودی، صلیبی اور ہندو ہوتے ہیں اور اندر خانے اپنے مذہبی قائدین کے اشاروں پر چل رہے ہوتے ہیں مگر ہمارے حکمرانوں پر وہ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ سیکولر اور اپنے مذہب سے بھی بیگانہ ہیں، مسلم اہل فکر و دانش کو دشمن کی اس عیاری کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا کامیاب جواب تیار کرنا ہوگا! جب تک دشمن سے اس کے اپنے ہتھیار کے مقابلہ میں ہتھیار نہ اپنائے جائیں گے اس وقت تک مسلمانوں کی کامیابی مشکوک رہے گی، آپس میں ایک دوسرے کو مارنا تو دراصل دشمن کے لئے اس کے سپاہی بن کر لڑنے کے مترادف ہے! برعظیم کی ملت اسلامیہ کے لئے بالخصوص اور عالم اسلام کے لئے بالعموم حضرت مجدد الف ثانی کا یہی پیغام ہے!!

لوگوں نے امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے احیائے ملت اور تجدید

Marfat.com

دین کے عظیم الشان کارنامہ کی قدر و قیمت نہیں پہچانی، مخالف ناقدین ان کے اس تجدیدی واحیائی کارنامہ کو گھٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے چلے آرہے ہیں، ہمارے ہندونواز اور ہندو مزاج مسلمان دانشوران کی تحقیر وتوہین پر کمر بستہ ہیں اور دوسری طرف سے بڑی قدر افزائی اور داد کے ساتھ امداد بھی پا رہے ہیں مگر حضرت مجدد کا دم بھرنے والے زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں کر پائے، ان پر صحیح تحقیقی کام کرنے والے ان کے مرتبہ ومقام اور احیاء وتجدید کے عظیم کارنامہ کا صحیح ادراک بھی نہیں کر سکے اسے اجاگر کرنا تو دور کی بات ہے۔

حضرت مجدد کی آمد سے پہلے کی ایک ہزار سالہ اسلامی تاریخ میں مسلم فاتحین و حکمران اپنی فتوحات اور مقبوضات کی اکھاڑ پچھاڑ سے فارغ نہ ہو سکے، فقہاء اختلافی مسائل میں الجھے رہے اور صوفیہ کرام کو چراغ حق روشن کرنے سے کبھی ہندو برہمن الجھاتے رہے، اور کبھی حکمران ان کی عوام دوستی ومقبولیت کو شک کی نظر سے دیکھتے رہے اور کبھی مفتی اور فقہاء نے انہیں اپنے فتووں کی سان پر چڑھائے رکھا مگر پھر بھی وہ اپنا سا کام کر گئے جس کے لئے آج بھی ہم ان نفوس قدسیہ کے ممنون وشکر گزار ہیں، یوں اشاعت اسلام کا کام ادھورا رہ گیا، ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلم اہل دانش وفکر ھندومت کا مطالعہ کرتے رہتے، ھندو عہد کی تاریخ اور معاشرت سے کما حقہ واقف ہوتے تو آج برعظیم میں طبقاتی حصار میں ھندو معاشرہ کو جکڑنے والا برہمن اقلیت میں تبدیل ہو چکا ہوتا، ہزاروں سال سے ستائے ہوئے نچلے طبقات کب کے اسلامی مساوات کو گلے لگا چکے ہوتے !جب بھی کوئی اچھوت بستی اسلام کی طرف مائل ہوتی مکار برہمن مذہبی فسادات کی آگ بھڑکا دیتے، آج بھی اعلیٰ طبقہ کے ھندو کا ہتھیار یہی ہے، آج بھی وہ جہاں مسلمانوں کو خوشحال دیکھتا اور اچھوت ان کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں تو سنگدل اور مکار برہمن مذہبی اور معاشرتی فسادات کی آگ بھڑکا دیتا ہے، اگر یقین نہ آئے تو صرف گزشتہ ساٹھ سالہ فسادات کی تحقیقات کرا کر دیکھ لیجئے!

Marfat.com

برعظیم پاک وھند کی اسلامی تاریخ میں ھندو برہمن کی اس چال کو سب سے پہلے سمجھنے والے حضرت مجدد تھے! مسلمانوں کو یہ احساس وشعور عطا کرنے والے بھی وہی ہیں کہ جب بھی خونخوار ھندو اکثریت کو موقع ملے گا وہ اسلام اور مسلمانوں سے برعظیم کو پاک کرنے کے نیچ اور غلیظ تصور کو عملی جامہ پہنائے گی! اکبری عہد میں خونخوار ہندو اکثریت کی چیرہ دستیوں کو پہلی بار حضرت مجدد منظر عام پر لائے، ہندو پرامن بقائے باہمی کا تو قائل ہی نہیں! جو معاشرہ طبقاتی لعنتوں میں جکڑا ہوا ہو اور دوسرے مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کا کبھی بھی قائل نہ رہا ہو اس کا سیکولرزم اور جمہوریت کا دعوی بھی سفید جھوٹ ہے، برہمن مسلمانوں کو بیرونی حملہ آور قرار دیکر برعظیم سے بے دخل کرنے کا دعویدار ہے حالانکہ یہ آریا برہمن خود بھی بیرونی حملہ آور ہے جسے مسلمانوں سے پہلے بے دخل ہونا ہوگا، یہاں کے اصل باشندے تو دلت یا اچھوت ہیں جو آج بھی ہندو آبادی کا جزو اعظم ہیں مگر ہزاروں سال سے برہمن کے نخچیر ہیں اور حیوانوں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، اگر برہمن کے جعلی رعب کا پردہ چاک ہو جائے تو اچھوت اکثریت یا مسلمان ہو جائے یا عیسائیت قبول کر لے اور پل بھر میں برہمن برعظیم کی حقیر اقلیت میں بدل جائے! ڈاکٹر امبید کر مسلمانوں سے مل جاتے اور گاندھی کے چکمے میں نہ آتے تو آج پاکستان برعظیم کا سب سے بڑا ملک ہوتا! بہر حال حضرت مجدد برہمن کا پردہ چاک کر گئے، مگر ان کی بات کو بہت کم مسلمانوں نے سمجھا!

اصل بات یہ ہے کہ ھندو نے بدھ مت اور جین مت کو مکر وفریب اور تشدد سے نگل لیا، آج بھی وہ اسی گھمنڈ میں مبتلا ہے کہ وہ مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کو بھی اسی طرح ظلم و بے انصافی اور چکمہ بازی سے نگل سکتا ہے، وہ کسی بھی دوسرے مذہب کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں! دنیا میں صرف دو مذاہب ہیں جو دوسرے مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کے لئے تیار ہیں اور وہ ہیں اسلام اور مسیحیت! مگر ہندو ان کے ساتھ بھی امن سے رہنے کے

Marfat.com

لئے تیار نہیں !دوقومی نظریہ ہے ہی یہ کہ اسلام امن کا داعی ہے مذاہب کے احترام اور آزادی کو فرض قرار دیتا ہے اور پر امن بقائے باہمی پر عمل پیرا اور اس کے لئے ہمیشہ تیار ہے جبکہ ہندو دوسرے مذاہب کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کے لئے آمادہ ہی نہیں یہی دوقومی نظریہ کی حقیقت ہے اور اس کی عملی ثبوت اور روشن دلیل بھارت اور پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ ہے، بھارت میں مسلمانوں کے خلاف اب تک ہزاروں فسادات ہو چکے ہیں جبکہ پاکستان میں ایک بھی نہیں ہوا اگر کچھ ہوا تو یہ ہندو کی بھارت میں بربریت کا ردعمل تھا مگر اسے بھی حکومت نے پوری طرح کچل دیا اور مسلمانوں نے ناپسند کیا!

ہندو کا چہرہ سب سے پہلے حضرت مجدد نے بے نقاب فرمایا اور دنیا کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر گئے ! حضرت شیخ کا یہی موقف اور یہی تعلیمات تھیں جس نے قیام پاکستان کے لئے بنیاد فراہم کی !تحریک آزادی کے دوران میں برعظیم کو متحد رکھنے کے لئے سب سے زیادہ زور قائداعظم نے دیا اور ہر معقول تجویز مانی مگر ہندو نے ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے ہر اس معقول دستوری تجویز کو مسترد کیا جس سے مسلمانوں کو عزت، آزادی اور بنیادی حقوق ملتے تھے، ہندو چاہتا تھا کہ انگریز جائے اور مسلمان چپ چاپ اپنے آپ کو خونخوار ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں، حضرت مجدد کی تعلیمات، ہندو کانگرس کی حکومتوں کے مظالم نے اور ہندو کی سابقہ تاریخی روایات نے اور مسلمانوں کو دستوری حقوق دینے سے مسلسل انکار نے قائداعظم کی آنکھیں کھول دیں کہ پر امن بقائے باہمی کی منکر خونخوار ہندو اکثریت اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ وہی کچھ کرے گی جو وہ پہلے بدھ مت اور جین مت کے ساتھ کر چکی ہے اور بھارت کے بیس کروڑ مسلمانوں سے ہندو کے ساٹھ سالہ سلوک نے اور پاکستان و بنگلہ دیش سے ہندو کے برتاؤ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ شیخ سرہند، اقبال، جناح اور پاکستان بنانے والے حق پر تھے اور یہ کہ شیخ سرہند واقعی الف ثانی کیا، ثالث اور رابع کے بھی مجدد ہو سکتے ہیں اور یہ لقب ان کو زیب دیتا ہے!!

Marfat.com

عہدِ مجددی

کہتے ہیں کہ انسان اپنے ماحول کی پیداوار ہوتا ہے، دوسرے لفظوں میں ہر انسان کا ایک معاشرتی پسِ منظر ہوتا ہے، یہی ماحول اور معاشرتی منظر اور پسِ منظر ہی عہد کہلاتا ہے، گویا تمام انسان عموماً اور اکثر اپنے اپنے عہد کے فرزند ہوتے ہیں جیسے سب انسان اپنی سر زمین کے بیٹے اور اپنے وطن کے فرزند ہوتے ہیں لیکن ہمیشہ ایسے ہی ہونا لازم نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنا ماحول اور اپنا عہد خود بناتا ہے، ایسے انسانوں اور ایسی ہی شخصیات کو "عہد ساز" انسان یا شخصیت کہا جاتا ہے، شیخ سرھند حضرت مجدد الف ثانی بھی ایک عہد ساز شخصیت تھے، انہوں نے اکبری عہد کے طوفان کفر و الحاد کا منہ پھیر دیا اور اسلام و پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف جو شر و فساد کی لہر اٹھی تھی اس کا دھارا بدل کر رکھ دیا! اس لئے اس عہد یا اس زمانے کا جاننا اور سمجھنا برِ عظیم پاک و ھند کے تمام اہل اسلام کو بالعموم اور پاکستان کے ہر مسلمان کی ضرورت ہی نہیں بقا کی ضمانت بھی ہے! فاروقی سلسلہ نسب سے تعلق رکھنے والے عالم اور ولی کامل شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر اور سرھند کی سرزمین میں جنم لینے والے عظیم و جلیل فرزند کی زندگی اور کارناموں کو یاد رکھنا برِ عظیم کے مسلمانوں کے لئے ورد زبان ہونا چاہیے، وہی فرزند جسے آج زمانہ امام ربانی مجدد الف ثانی احمد بن عبدالاحد کے نام و لقب سے یاد کرتا ہے لیکن سب سے پہلے اس تاریخی پسِ منظر کو سامنے رکھنا اور اس عہد کو جاننا ضروری ہے جس نے انہیں مجدد بنایا اور جس عہد کی تخلیق کر کے وہ ایک عہد ساز شخصیت قرار پاتے ہیں!

برِ عظیم پاک و ھند میں قافلہ اسلام براہِ راست عرب سے صرف ایک بار محمد بن قاسم

Marfat.com

کی قیادت میں آیا اور اپنے لازوال اثرات اور یادیں چھوڑ گیا، پھر کبھی تو اسلام کے قافلے فارس یا ایران سے آئے جو اسلام کا حلقہ بگوش ہونے والا سب سے پہلا غیر عرب ملک ہے مگر بقول ابن خلدون (1) اس نے عربی زبان اور اسلامی علوم کی سب سے زیادہ خدمات انجام دیں! لیکن امت اسلام کے بہت زیادہ قافلے بلاد ماوراء النہر یا سنٹرل ایشیا اور افغانستان کے رستے سے آئے، ایران سے آنے والے اسلام میں فلسفہ وعلم الکلام اور تشیع کا رنگ غالب تھا لیکن خیبر کے رستے آنے والا اسلام فقہی تشدد اور اہلِ سنت کا رنگ لئے ہوئے تھا، یوں تین مختلف سمتوں سے آنے والے قافلوں کے مسافروں میں ہم آہنگی پیدا نہ ہوسکی حتی کہ ان باہم متصادم مسافروں کو شاید اپنے حقیقی دشمن کا بھی پتا نہیں! مگر یہ مختلف النوع مسافران قافلہ ہیں بڑے جیدار، جاندار اور باصلاحیت چنانچہ جب کبھی بھی ان میں ان کے مشترکہ خطرے کو بھانپنے والا رہنما پیدا ہو جائے، کوئی جان پرسوز اور سخن دل نواز کی حامل آواز بلند ہو جائے تو یہ شیر وشکر بھی ہو سکتے ہیں بس بات اتنی سی ہے کہ اس زرخیز مٹی کی نم کو کوئی پہچاننے والا آجائے، محمد علی جناح ہو، محمد اقبال ہو یا احمد سرھندی ہو تو پھر ان قافلوں کی شکل میں وارد ہونے والے مسافروں کی اولاد بھی اسلام کا بڑے سے بڑا معجزہ دکھا کر دنیا کو محو حیرت کر سکتی ہے! ایسے ہی معجزات اسلام میں سے ایک معجزہ پاکستان بھی ہے!

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) کا عہد دسویں اور گیارھویں صدی ھجری / سولویں اور سترویں صدی عیسوی پر محیط ہے، ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء آپ کی پیدائش ہے اور ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء آپ کا سالِ وفات ہے، اس طرح دسویں صدی ھجری / سولویں صدی عیسوی کا آخری ثلث اور گیارھویں صدی ھجری / سترویں صدی عیسوی کا ثلث اول حضرت مجدد کا زمانہ ہے، لیکن دیکھنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ شیخ سرھند تک یہ زمانہ کس طرح پہنچا اور انہیں کیا دیا، پھر حضرت مجدد نے اپنے وقت کو کس رنگ میں پایا اور اس وقت میں کیا تبدیلیاں کر گئے، ان کی آمد سے پہلے اسلام کی تاریخ کیا رہی اور انہوں نے عالم اسلام کو کیا رنگ دیا؟

Marfat.com

اسلامی تاریخ کی گویا تقریبا دس صدیاں بیت چکی تھیں جب شیخ سرھند نے اپنے گردوپیش اور عالم اسلام پر شعوری نظر ڈالی اور گزرے ہوئے یا گزرتے وقت کو بغور دیکھا، سقوط بغداد (۶۵۶ھ) کا المیہ مسلمان دیکھ چکے تھے، صلاح الدین ایوبی اور ان کے جانشین ممالیک مصر ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء میں شام میں آخری صلیبی قلعہ عکا فتح کر کے خداوندان مغرب کے صلیبی طوفان کا رخ موڑ چکے تھے، ترک سلطان محمد الفاتح ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح کر کے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک پیشن گوئی کو عملی حقیقت کا روپ دے چکے تھے، ادھر ۱۴۹۲ء میں سقوط غرناطہ کے ساتھ سسلی کے بعد سپین سے بھی صلیب کے ناخدا اسلام اور مسلمانوں کو دیس نکالا دے چکے تھے اور جو بچ گئے تھے انہیں زبردستی عیسائی بنالیا گیا تھا یا وہ زندہ جلا دئے گئے تھے۔

لیکن تاریخ اسلام اپنا ایک نیا باب بھی کھول چکی تھی، بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے والے منگول ہلاکو خان کے پوتے غازان خان کے تتبع میں فارس وعراق کے جو خوانین اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے تھے اور بقول اقبال صنم خانے سے کعبہ کو پاسبان مل گئے تھے، انہی خوانین کے ترک بھائی آل عثمان ایشائے کوچک کے بعد مشرق وسطی میں بھی اپنی حکمرانی کے جھنڈے گاڑ چکے تھے، مصر کے عباسی خلیفہ متوکل عثمانی سلطان سلیم اول کے حق میں دستبردار ہو گیا تھا اور سلیم اول عثمانی خلافت کا اعلان کر چکے تھے، یہی عثمانی ترک ہیں جو پورے چار سو سال تک مغرب کے صلیبی حملہ آوروں کے لئے سد سکندری بنے رہے بلکہ مغربی اور مشرقی یورپ میں انہیں دور تک دھکیل کر لے گئے تھے، اگر تیمور لنگ کی طوفانی یلغار اور ایران کے صفوی حکمرانوں کی ریشہ دوانیاں حالات کو نہ بگاڑتیں تو آج یورپ کی تاریخ مختلف ہوتی اور لندن اور پیرس میں تمام گورے ہمارے دینی بھائی اور اسلام کے علمبردار بن چکے ہوتے!!

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ عہدِ مجددی میں عالمِ اسلام پر ان ترکوں اور منگولوں کی حکمرانی تھی جو سنٹرل ایشیا اور بلاد ماوراء النہر سے آئے تو حملہ آور بن کر تھے مگر یہی لوگ

Marfat.com

جب اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے تو جفاکشی اور عسکریت کے دل میں اسلامی جہاد نے فضا موافق پا کر گھر کر لیا اور یہ سب اسلام کے علمبردار سپاہی بن گئے، مغرب کے ان صلیبی ناخداؤں کو، جو چنگیز اور ھلاکو خان یا ان کے دیگر ہموطنوں اور ہم جنسوں کو اسلام کو نابود کرنے کے لئے عالمِ اسلام پر ٹوٹ پڑنے کے لئے اکساتے رہے، اپنی غلطی کا احساس ہوا مگر اب خمیازہ بھگتنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا! ایشیائے کوچک ہو، مشرقِ وسطی ہو، سنٹرل ایشیا ہو، ایران وخراسان ہوں یا ھندوستان ہو ہر جگہ مغرب کے ان صلیبیوں کو اسلام کے سپاہی ترکوں اور منگولوں نے ناکوں چنے چبوادیئے!! اب جس طرح سنٹرل ایشیا سے اٹھ کر خیبر کے رستہ برِ عظیم میں آنے والی ہر طاقت کو بھارت کا برہمن اپنے لئے موت کا پیغام تصور کرتا ہے (اور اسی لئے سنٹرل ایشیا اور افغانستان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر یہاں کے مسلمانوں کو پاکستان سے دور رکھنے میں کوشاں رہتا ہے) اسی طرح مغرب کے صلیبی ناخدا اور اب ان کے گماشتے یہودی بھی ترک اور منگول جنسوں کی عسکریت کو اسلامی جذبہ جہاد سے دور رکھنے کے جتن کر رہے ہیں (یہاں سے آپ کو یہ بھی سمجھ آجانا چاہیے کہ افغانستان میں طالبان کے غلبہ اور امارت مؤمنین کے قیام سے ان کو کیوں خوف آتا تھا اور غیر مسلح طالبان کو خوفناک اور مہلک امریکی اسلحہ سے جلد سے جلد کیوں ختم کیا گیا!؟)

عہدِ مجددی میں خلافت عثمانیہ قائم ہو چکی تھی، سلیم اول اور پھر سلیمان ذی شان خلیفہ المسلمین اور خادم الحرمین الشریفین کا حقیقی کردار ادا کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے، سنٹرل ایشیا کے شیبانیوں، ایران کے صفویوں اور ہندوستان کے مغلوں کو چھوڑ کر پورا عالم اسلام خلیج سے بحر اطلس تک اور ایشیائے کوچک سے تبریز وعدن تک عثمانی ترکوں کے زیرِ نگیں آچکا تھا! (۲)

گویا عہدِ مجددی پوری دنیا پر اسلام کے سیاسی غلبہ کا دور ہے، اور اس عہد میں مجموعی طور پر مسلمان دیندار اور نیکوکار بھی تھے، تاہم بیرونی اور اندرونی دشمنانِ اسلام دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کے جال بچھائے ہوئے تھے، مسلمانوں سے القدس الشریف واگذار کرانے کے

Marfat.com

لئے ظلم و بربریت کا طوفان اٹھانے والے صلیبی بھلا نچلے کیسے بیٹھ سکتے تھے(۳)؟! مختلف لبادے اوڑھ کر یورپ سے آنے والے اسلامی معاشرہ میں فتنوں کو ہوا دینے میں لگے ہوئے تھے، خصوصا شیعہ سنی صدیوں پرانی بیکار چپقلش کو ہوا دینے کے ساتھ ساتھ مذھبی فرقہ بندی کو بھی فروغ دیا جارہا تھا۔

دسویں گیارھویں صدی ھجری میں ھندوستان پر ظھیر الدین بابر کے جانشین حکمران تھے مگر شیر شاہ سوری جیسے عبقری اور بہادر مسلمان نے بابری سلطنت کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور ایک اعلی منصوبہ بندی کے ماہر اور عظیم منتظم کی حیثیت سے جو کچھ ھندوستان کو سوری نے دیا وہ ایک قیمتی سرمایہ ہے مگر چونکہ ھمایوں صفویوں کے کندھوں پر تخت ھندوستان کا مالک بنا تھا اس لئے شیعیت کا رواج اور حوصلہ افزائی مغل۔۔صفوی عہد کا حصہ تھا اس لئے ھمایوں کے ہمراہ اور بعد میں آنے والے شیعہ اہل سیاست و دانش نے خود کو ھندوستان کی غالب مسلم قوت منوانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی جس کا نتیجہ شیعہ۔۔سنی تصادم اور اختلاف کی صورت میں سامنے آیا جس کا خمیازہ آج تک برِ عظیم پاک وھند کا مسلم معاشرہ بھگت رہا ہے! کہا جاتا ہے کہ قیام ایران کے دوران میں ھمایوں نے تخت حکومت پر قابض ہونے کے بعد اسلامی ھند میں شیعیت کو فروغ دینے کا وعدہ کیا تھا اور اسی مقصد کے لئے کئی ایک اہل فکر و دانش کے ایران سے ھندوستان آنے کا سلسلہ شروع ہوا اور امرائے قزلباش جو ھمایوں کے ہمراہ آئے تھے انہوں نے بھی یہاں شیعہ مسلک کو بہت تقویت دی(۴)، صفویوں کی مدد سے ھمایوں کو دلی کا تخت تو مل گیا مگر ایک ایسی تفرقہ بازی کو بھی فروغ ملا جس سے پہلے اسلامی ھند آشنا ہی نہ تھا اور اس سے شیعہ۔۔سنی تصادم کا ایک ایسا مشغلہ بھی ھندو برہمن کو میسر آ گیا جسے ہوا دینے اور گاہے گاہے مسلمانوں کو لڑانے اور اس سے شیعہ۔۔سنی تلخی میں شدت پیدا کرنے کا خفیہ کام لیا جاتا رہا جو آج تک جاری ہے۔

اسلامی ھند کی طرف اس ایرانی ھجرت کے جلو میں شعراء، علماء، ادباء اور کئی

Marfat.com

ایک اہلِ فن بھی آئے (۵)، ہمایوں کے بیٹے اکبر کے دربار میں مختلف المسلک علماء کا اکٹھ اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے مناظرہ ومخاصمت کا بازار گرم ہوا اور دینی پسِ منظر نہ ہونے اور علم سے محرومی کے باعث اکبر بادشاہ آسانی سے راہِ راست سے بھٹک گیا، مغل ھندوستان میں سنی اثرات کو کم کرنے کے لئے بعض شیعہ علماء نے اکبر کی اس کمزوری سے خوب فائدہ اٹھایا، ملا مبارک ناگوری کے دو بیٹوں ۔۔فیضی اور ابوالفضل۔۔نے بادشاہ کو گمراہ کر کے ھندوستان میں غلبہ اسلام کا ایک موقع گنوا دیا، ایران کے صفوی بادشاہ راسخ العقیدہ شیعہ مسلمان تھے مگر ھمایوں، اکبر اور کسی حد تک جہانگیر کے راسخ عقائد کی چولیں ڈھیلی کرنے میں ایران سے آمدہ ان علماء نے مؤثر کردار ادا کیا۔

لیکن اکبری دربار میں مستند ایرانی علماء کو بھی رسائی ملی جن میں سے میر فتح اللہ شیرازی (م۹۹۳ھ) بھی شامل تھے، مجددی عہد کے ھندوستان میں جید علماء کی بھی کمی نہ تھی، مشہور محدث علی المتقی صاحب کنز العمال متوفی ۹۷۵ھ اور ملک العلماء علامہ وجیہ الدین گجراتی متوفی ۹۹۸ھ اسی عہد سے تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح مختلف سلاسل سے تعلق رکھنے والے صوفیہ صافیہ بھی اپنا مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے موجود تھے، چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کے اہل تصوف وطریقت سرزمین ھند میں شجرہ اسلام کی آبیاری اور نشوونما کی ذمہ داریاں سنبھال چکے تھے تاہم صوفیہ خام کی شعبدہ بازی کے علاوہ سلسلۂ شطاریہ، وحدۃ الوجودی اور مداریہ بھی نئے نئے صوفیانہ رنگ لیکر میدان میں آ گئے تھے، شطاری صوفیوں نے ھندو سادھوؤں کے بہت سے طریقے اور آسن تصوف میں شامل کر لئے تھے، مداریہ سلسلہ کے صوفی جو شیخ بدیع الدین مدار سے نسبت رکھتے ہیں متصوفانہ شعبدہ بازی میں بہت دور نکل گئے تھے حتی کہ مداری اور شعبدہ باز ہم معنی لفظ بن کر رہ گئے تھے اور ہمارے ہاں ''مداری'' کا تماشہ تو عام ہی ہے، اس لفظ کی اصل یہی ہے! اس سے اندازہ

Marfat.com

ہوسکتا ہے کہ عہد مجددی میں بعض نام نہاد صوفیوں نے تصوف کو کیا رنگ دے رکھا تھا اور اسے کہاں لے جانے کا قصد رکھتے تھے! وحدۃ الوجود کے بانی شیخ اکبر ابن العربی ایک عبقری تھے، لیکن بعد میں آنے والوں نے خصوصا اسلامی ھند کے وجودیوں نے اس فلسفۂ تصوف کو بھی ایک چیستاں بنا چھوڑا تھا (٦)۔

دسویں صدی ھجری کے آخر میں عالمِ اسلام خصوصا ایران اور اسلامی ھند کو دو بڑے فتنوں سے دوچار ہونا پڑا، ایران میں نقطوی فتنہ اٹھ کھڑا ہوا جبکہ اسلامی ھندوستان کو مہدوی تحریک کی آزمائش سے گذرنا پڑا، دنیا میں مروج مختلف تقویمات کے مطابق جب سو سال پورے ہوتے ہیں تو لوگ نئے نئے عزائم لیکر اٹھتے ہیں اور تغیرات وانقلابات کی توقعات باندھی جاتی ہیں خواہ کر کچھ بھی نہ پائیں لیکن کسی تقویم یا کیلنڈر کا جب ایک ہزار سال مکمل ہوتا ہے تو پھر تو ایک ہلچل مچانے اور ھنگامے کھڑے کرنے کی صدائیں بلند ہوتی ہیں (عیسوی تقویم یا کرسچین کیلنڈر کا تیسرا ہزار شروع ہونے پر مغربی دنیا میں کیا کیا صدائیں بلند ہوئیں یا کیا کیا ھنگامہ خیزیاں سامنے آئیں؟! یا مغرب کے سفید صلیبی انسان نے اسلامی مشرق کے خلاف کیا کیا منصوبہ بندیاں کی ہونگی، اسلامی مشرق کے خودغرض اقتدار پرست لیڈروں یا تنگ افق دانشوروں نے تو شاید اس کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا مگر سفید صلیبی مغرب نام نہاد نائن الیون کے ڈرامے کو بہانہ بنا کر عالم اسلام کے خلاف اپنی تازہ ترین "صلیبی جنگ" کا آغاز کر چکا ہے مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ اسے نام "دہشت گردی" کے خلاف عالمی جنگ کا دیا گیا ہے، اس میں یہودی سرمایہ کاری اور سازش کا بھی حصہ ہے اور اسلامی دنیا سے "القاعدہ" اور "طالبان" کے نام سے غریب اور گمراہ نوجوان خرید کر اور اقتدار پرست حکمران بطور ایجنٹ استعمال کر کے اپنی منصوبہ بندیوں کو آگے بڑھایا جارہا ہے!! مسلمان کو مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کروایا جارہا ہے لیکن اسلامی مشرق بے خبر، غافل اور چپ ہے؟!) اسی طرح گیارھویں صدی ھجری کے آغاز پر جب اسلامی تقویم کا ایک ہزار سال

Marfat.com

مکمل ہوا تھا تو کوتاہ فکر مسلمان دانشوروں نے بھی اپنے ہی خلاف بعض نئے نئے فتنے اٹھائے تھے، کچھ لوگ یہ دور کی کوڑی لائے کہ اسلامی شریعت اپنی عمر کے ایک ہزار سال گذار کر فارغ ہو چکی اب تو "ایک نئی شریعت" کا دور دورہ ہوگا، ایران کی نقطوی تحریک یہی فتنہ لیکر اٹھی تھی جس کی بنیاد تو نویں صدی ھجری میں پڑی مگر دسویں اور گیارھویں صدی ھجری میں اس نے پر پرزے نکالے (۷) "جس کی سب سے ترقی یافتہ مثال نویں صدی کے اخیر اور دسویں صدی (ھجری؟) کے ابتداء کی نقطوی تحریک ہے، جو ایران کی اس بے چین روح کا بہترین مظہر ہے جس نے کبھی مزدک کی شکل میں، کبھی مانی کے روپ میں اور کبھی حسن بن صباح کے لباس میں ظہور کیا تھا" نقطوی تحریک مادیت پرست فلسفہ کی علمبردار ہے اور اس کا بانی محمود پسیخوانی (یا پسی خانی) نام کا ایرانی تھا، اس تحریک کا عقیدہ یہ تھا کہ محمود پسیخوانی کے ظہور کے ساتھ سامی اقوام کی نبوت اور فکری قیادت کے آٹھ ہزار سال مکمل ہو گئے اور اس طرح دنیا پر عربوں کی سیادت (جو بعثت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے شروع ہوئی تھی) اسلامی شریعت کا ایک ہزار سال مکمل ہونے کے ساتھ ختم ہوگئی ہے اور اب اگلے آٹھ ہزار سال عجم کے ہیں، آئندہ نبی یا پیغمبر اہل عجم میں سے ہوں گے (۸)! عجیب بات یہ ہے کہ اس نقطوی تحریک کو ایران کے صفوی بادشاہوں نے تو خلافِ اسلام فتنہ سمجھ کر بری طرح کچل دیا مگر اس کے بعض پیروکار بچ بچا کر ھندوستان بھاگ آئے اور اپنے برے جراثیم ساتھ لے آئے اور اسلامی ھند کی مذھبی فضا کو مسموم کر دیا، اکبر کا نام نہاد "دینِ الٰہی" انہی جراثیم کی پیداوار معلوم ہوتا ہے؟!

تاہم جس تحریک نے اسلامی ھند ہی نہیں بہت سی دوسری اسلامی دنیا کو بھی ہلا کر رکھ دیا وہ یہاں کی "تحریک مہدویت" ہے جس کا بانی سید محمد جونپوری متوفی ۹۱۵ھ تھا، سید تھا، پیغمبر اسلام ﷺ کا ہمنام تھا (سید محمد بن یوسف جونپوری) اور اسلامی روایات کے مطابق آنے والے "امام مہدی" کے یہی خصائص مذکور ہیں پھر محمد جونپوری بڑی وجاھت اور پر

Marfat.com

کشش شخصیت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ غضب کا جادو بیان مقرر بھی تھا بڑے بڑے متاثر ہوئے اور خلق کثیر اس کے پیچھے چل پڑی تھی تاہم یہ تحریک مسلمانوں کو کوئی فائدہ تو کیا پہنچاتی ایک خونخوار مہدوی فرقہ دے گئی جس نے قیمتی مسلم زعماء کی بھی جان لے لی جن میں مشہور محدث مولانا محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں!

اکبر کے باپ ہمایوں کو تاج وتخت دلانے والے ایرانی اسلامی ہندوستان میں آنا، آباد ہونا اور مناصب پانا اپنا حق سمجھتے تھے، ہندوستان کے مسلمان بھی ایران کو "ولایت" یعنی برتر اور سرپرست ملک پکارتے تھے، ایران سے آنے والے اہل دانش اپنے ساتھ ایرانی حکمت وفلسفہ اور علم الکلام لے کر آئے، "ارکان سلطنت کے بارے میں اکبر کی بدقسمتی علمائے دربار سے کم نہ تھی علم وثقافت سے (محروم) سادہ لوح ہونے کی بناء پر اس پر ہر زبان آور، ذہین وطباع کا جادو چل جاتا تھا، خاص طور پر جب وہ ولایت (ایران) سے آیا ہو جس کو ھندوستان وافغانستان کے رہنے والے "یونان" کا درجہ دیتے تھے، اسی زمانے میں جب اکبر کے قدم دین کے میدان میں لڑکھڑا رہے تھے، ایران سے تین بھائی، حکیم ابوالفتح گیلانی، حکیم ہمایوں (حکیم ھمام) اور نورالدین قراری آئے اور (اکبری) دربار میں اونچی جگہ پائی، کچھ عرصہ کے بعد ملاں یزدی (بھی) ولایت سے آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بیباکانہ زبان طعن کھولی، حکیم ابوالفتح نے قدم آگے بڑھایا اور حقائق دینی (وحی، نبوت، معجزات) وغیرہ کا برملا انکار کیا، اسی عرصہ میں (نقطوی تحریک کے ایک سرغنہ) شریف آملی کی ایران سے آمد ہوئی جو محمود پسیخوانی کے نقشِ قدم پر تھا اور ملحدانہ عقائد رکھتا تھا (۹)"

شریف آملی نے دربار اکبری میں الف ثانی کی اہمیت اور آنے والے وقتوں میں عجمی مفکرین کے آئندہ ہزار سالہ کردار کا بہت چرچا کیا، برہم داس نامی ایک لطیفہ گو ھندو بھی پہنچ گیا اس نے بھی اکبر کو "ھندو مزاج اور ھندو نواز" بنانے کے در پردہ مشن کے لئے دربارِ اکبری میں

Marfat.com

جگہ بنالی اور بیربل کا لقب پایا،"اس نے (بھی) ہوا کا رخ دیکھ کر مذھبی معاملات میں اور نازک اسلامی عقائد ومسائل میں بیباکانہ اور استہزائی رویہ اختیار کیا اور چونکہ یہی "سکہ رائج الوقت" تھا اس لئے ہر طرف سے داد پائی بادشاہ کے مزاج کو دین کے معاملہ میں غیر سنجیدہ بنانے میں اس کو بھی بڑا دخل ہے(۱۰)" لیکن اس باب میں سب سے مؤثر، مہلک اور شرمناک کردار ملاں مبارک ناگوری اور اس کے بیٹوں۔۔فیضی اور ابوالفضل۔۔کا ہے، ایرانی اثرات نے ان تین باپ بیٹوں کو زندیق، اباحیت پسند اور اسلام بیزار بنا دیا تھا، وہ اکبر کو شیعہ تو نہ بنا سکے (اور شاید ان کا یہ مقصد بھی نہ تھا) مگر اس کا دینی پیندا ہلا دیا اور اسے سنیت ہی سے منحرف نہ کیا بلکہ اسلام ہی سے برگشتہ کر دیا! اکبر بادشاہ ملاں مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری اور صدر الصدور عبدالنبی گنگوہی جیسے سنی علماء کے رویہ سے بھی بیزار اور متنفر ہو چکا تھا، الف ثانی میں اہل عجم کے ایک ہزار سالہ کردار کے تصور نے اس کے دماغ کی چولیں ہلا دیں اور وہ "ناگوری گروہ مفسدین" کے حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے ان کی ہر بات کو اپنی خواہشات کے عین مطابق پا کر مانتا چلا گیا! اکبر کی اس مذھبی بدحالی کو خاموش کردار کے مالک برہمن نے اسلام کو بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اترتا دیکھ کر اکبر بادشاہ پر ہندو مت کے تمام دروازے کھول دئے، ہندو رانیوں نے اکبر کے حجلہ عروسی میں داخل ہو کر اپنا کام دکھا دیا! اسلام کی ہر بات اکبر کو زہر لگنے لگی، لیکن اسلام سے اکبر کے مکمل انحراف اور نئے "دین الٰہی" کی ایجاد کا مرحلہ قریب تر لانے میں جو کردار "ناگوری گروہ" (ایک باپ اور دو بیٹوں) نے ادا کیا وہ ضرب کاری کا حکم رکھتا ہے، ملا مبارک ناگوری نے اکبر جیسے جاہل مطلق کو دین کے معاملات میں "مجتہد مطلق" تسلیم کروانے کے لئے ایک محضر نامہ تیار کروایا جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا گیا تھا کہ:

"خدا کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے بھی بلند تر ہے، حضرت سلطان کہف الانام امیر المؤمنین ظل اللہ علی العالمین (یعنی

Marfat.com

بادشاہ جو پناہ ہے خلق خدا کے لئے امیر ہے ایمان والوں کا اور سایہ ہے خدا کا تمام جہانوں پر) ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی، جو سب سے زیادہ عدل والے، سب سے بڑے عقل والے اور سب سے زیادہ علم والے ہیں، اگر ایسے دینی مسائل میں جن میں مجتہدین کو اختلاف ہو، وہ اپنے ذہن ثاقب اور رائے صائب کی روشنی میں خلق خدا کی آسانیوں کے لئے مسئلے کے کسی ایک پہلو کو ترجیح دیکر متعین کرنے کا فیصلہ فرما دیں تو بادشاہ سلامت کا یہ فیصلہ قطعی ہوگا اور اجماعی قرار پائے گا اور تمام رعایا اور خلقِ خدا پر اس کی پابندی لازمی اور ناگزیر ہوگی!!(۱۱)"

اس محضر نامہ پر بادشاہ کے اشارہ سے تمام علماء نے دستخط کر دئے اور اس کے طفیل اکبر بادشاہ واجب الاطاعت مجتہد مطلق اور خلیفۃ اللہ قرار پا گیا جو اپنا نام لکھنا بھی نہیں جانتا تھا اور یہی محضر نامہ ہے جو آگے چل کر بادشاہ کو اگلے ہزار سال کے لئے امام مطلق اور دینِ اسلام سے مکمل انحراف بلکہ اسلام کی ہر بات کے بغض وعناد پر منتج ہوا، اس محضر نامہ سے یہ بھی عیاں ہے کہ ملا مبارک اور اس کے ساتھی درباری علماء بشمول فیضی و ابو الفضل کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ اسلامی ھند کی مغلیہ سلطنت کو ایک ایسے رخ پر ڈال رہے ہیں اور ایک ایسی منزل پر لے جا رہے ہیں جہاں اسلام اور مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی، صرف ایسے مسلمان رہنمارہ جائیں گے جو پوری طرح ھندو مزاج اور ھندو نواز بھی ہوں گے اور با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام کے قائل بھی ہوں گے اور یوں برِ عظیم کی ملت اسلامیہ کا وہی حشر ہوگا جو بقول مولانا حالیی "اکال الامم" (ملتوں کو کھا جانے والے ھندو) اس سے پہلے بدھ مت اور جین مت کے ساتھ کر چکے تھے اور آج بھی سکھ عیسائی اور مسلمان اقلیت کے لئے یہی عزائم رکھتے ہیں، گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے ھندو کی سوچی سمجھی اٹل پالیسی یہی ہے جس پر وہ عمل پیرا ہے!!

نقطوی تحریک کے قائدین اور ناگوری گروہ کے علماء نے بادشاہ کے ذھن میں

Marfat.com

یہ بات پختہ کر دی تھی کہ معاذ اللہ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کے ایک ہزار سال مکمل ہو چکے ہیں اور اسلامی شریعت اپنی طبعی عمر گذار کر منسوخ ہو چکی ہے اس لئے بادشاہ کو یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ کسی لگی لپٹی کے بغیر اپنی شریعت کا اعلان کرے اور سب کو اس کا پابند بنائے، جو خرافات اس کے ایران سے آنے والے ملحدین، بیربل جیسے ھندو درباریوں اور اس کے محل سراء میں موجود ھندو رانیوں نے سمجھا دی ہیں اب ھندوستان کے لوگوں کا یہی دین ہو گا، یوں اکبر شاہ کے نام نہاد "دینِ الہیٰ" کا نفاذ ہو گیا جس کے اہم عقائد میں عقیدۂ تناسخ بھی شامل تھا اور اہم عبادات میں سورج کی پوجا، آتش پرستی، ستارہ پرستی، بتوں کی پوجا بھی شامل تھی، بادشاہ اپنے دینِ الہیٰ میں داخل ہونے والوں سے بیعت لیتا تھا اور ایمان لانے والا یہ کلمہ بھی پڑھتا تھا " لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ "اور یہ اقرار بھی کرنا پڑتا تھا:

"میں اپنی خواہش، رغبت اور دلی شوق سے مجازی وتقلیدی دین اسلام سے، جو میں نے اپنے آباؤ اجداد سے سنا تھا، علیحدگی اور قطع تعلقی اختیار کرتا ہوں اور اکبر بادشاہ کے دینِ الہیٰ میں داخل ہوتا ہوں اور اس دینِ اخلاص کے چاروں درجات یعنی ترکِ مال، ترکِ جان، ترک عزت اور ترک دین کو قبول کرتا ہوں!!(۱۳)"

درباری لوگوں نے ایک جاہل مطلق کو جو مضحکہ خیز باتیں سنوائیں اور سرکاری طور پر انہیں عوام میں مشہور کروایا گیا ان میں یہ الفاظ بھی تھے(۱۴):

"اس صاحب زماں کا وقت آن پہنچا ہے جو ھندو اور مسلمان کے بہتر فرقوں کے اختلاف کو نابود کر دینے والا ہے اور وہ اس بادشاہ قدسی صفات کی ذات گرامی ہے"

ایک انوکھی بات یہ ہے کہ دینِ الہیٰ میں داخل ہونے والے سب کے سب اصل میں مسلمان ہی تھے، کتب تذکرہ وتواریخ میں کسی ایسے ھندو کا ذکر تک نہیں ملتا جو دینِ الہیٰ سے "مشرف "ہوا ہو، بلکہ بعض جگہ یہ بھی صراحت ہے کہ اکبر نے اپنے بعض ھندو درباریوں کو ترغیب

Marfat.com

دلائی مگر آگے سے صاف انکار تھا! جان دینے اور بادشاہ کے ہاتھوں قتل ہونے کے لئے تو خوشامد پرست اور موقع شناس ھندو آمادہ تھے لیکن اس دین خرافات وکفریات جس کے تمام اصول وضوابط دین اسلام کے کسی نہ کسی ضابطہ واصول کی نفی، انکار یا توہین کے آئینہ دار تھے، کوکوئی ایک ھندو بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوا، یوں لگتا ہے کہ "ناگوری گروہ ملحدین" کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ اکبر کو تضحیک اور تمسخر کا نمونہ بنانا اور عامۃ المسلمین کی نظروں میں گرا کر اور ایک مفسد ومرتد ظاہر کر کے شریعت کی نظر میں گردن زدنی ٹھیرانا بھی تھا! نام نہاد دین الٰہی کے اکثر ضوابط اسلام کی پیروڈی اور سامان تضحیک بنانے پر مبنی تھے، غالبا یہ گروہ عامۃ المسلمین کو بادشاہ سے متنفر کر کے انہیں بغاوت پر بھی اکسانا چاہتے تھے تا کہ وہ ایک بار پھر اپنے باپ ہمایوں کی طرح بے یار ومددگار ہو کر ایران کا رخ کرنے اور صفویوں کا دریوزہ گر بن جائے اور سرکاری طور پر سنیت کا خاتمہ کر کے یہاں شیعیت کو رواج دیا جائے اور ظہیر الدین بابر کے تیموری جاہ وجلال اور تخت وتاج کے مالک "ناگوری گروہ" کے یہ ہرزہ سرا بن جائیں، معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کا دانشمند بیٹا جہانگیر اس گروہ کے خبث باطن اور اصل عزائم سے آگاہ تھا، اسی لئے اکبر کی وفات کے بعد اس کے مزعومہ دینِ الٰہی کی معجون ضلالت کو بھی اس کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا بلکہ موقع بموقع جہانگیر نے اس ناہنجار گروہ کے لوگوں کو بلکہ سرکردہ زعماء کو خود تہ تیغ کروایا اور ان کے ناپاک وجود سے گلو خلاصی کا سامان کیا! (۱۵)

مسلمانانِ ھند کے دلوں کو زخم زخم کرنے کے لئے یہ "اعلان" کروایا گیا کہ شریعت محمدی (علی صاحبها الصلوة والسلام) کی ایک ہزار سالہ عمر پوری ہوگئی لہذا اب وقت ہے کہ ایک "شہنشاہ امی" کے ذریعہ، معاذ اللہ، بنی امی (علیہ السلام) کا دین منسوخ ہو جائے اور اس کی جگہ "دینِ الٰہی" لے لے! یہ فیضی اور ابوالفضل ہی تھے جو "مستہزئین قریش" از قسم عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث بن کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی اھانت وتضحیک پر مبنی

Marfat.com

رسائل لکھ لکھ کر بادشاہ کو سناتے اور عام کرتے مثلاً غزوۂ بدر کو قافلۂ قریش کی رہ زنی کا سامان قرار
دیا، کثرت ازواج کا مذاق اڑایا اور ازواج مطہرات کی دلجوئی کے لئے شہد کو اپنے لئے حرام قرار
دینے کا مذاق اڑایا (نقل کفر کفر نباشد استغفر اللہ)، صحابہ کرام کی تحقیر اور دینِ اسلام کی توھین کا
سامان کرتے ہوئے "ناگوری گروہ مفسدین" نے شاھنامہ فردوسی کو بنیاد بنایا اور کہا کہ "ملت
اسلام ہمہ نا معقول و حادث، وواضع آں فقراء عربان بودند" شریعت اسلامی کا تمام سرمایہ نا
معقول اور اتفاقی حادثہ کی پیداوار ہے جسے عرب کے مفلسوں نے وضع کیا تھا! اسلامی فتوحات سے
جل کر فردوسی نے بھی یہی ہرزہ سرائی کی کی تھی کہ:

زشیر شتر خوردن وسوسمار　　عرب را بجائے رسید است کار
کہ ملک عجم را کنند آرزو　　تفو باد بر چرخ گرداں تفو

ترجمہ: گوہ یا سوسمار کا گوشت کھانے اور اونٹنی کا دودھ پینے والے بدوؤں کی یہ ہمت
کہ ملک عجم ایران کو فتح کرنے کی آرزو کرنے لگے! اے گردش زمانہ! تجھ پر تھوک
ہو!! تجھ پر تھوک ہو!!

بدبختی کی حد ہوگئی کہ "مہابلی" کے لئے شرکیات وکفریات کی ہر بات خوشگوار اور
مرغوب ہوتی گئی مگر شعائر اسلام سے نفرت اور ان کی تحقیر موصوف کا "عقیدہ" ٹھیرا آتش
پرستی، سورج پرستی، بتوں کی پوجا اور مظاہر پرستی دینِ الہیٰ کے شعائر قرار پائے مگر نماز، روزہ، حج
اور زکوۃ ممنوع ہوگئی! عیدین کے بجائے پارسی نوروز اور ھندو تہوار منانے کا حکم ہوا، گوشت خوری تو
ناپسند تھی مگر خنزیر کے حلال ہونے کا حکم جاری ہوا، ناگوری گروہ نے حلت خنزیر پر جو مضحکہ خیز قوی
دلیل دی اس کا عقل بھی ماتم کرتی ہے فرمایا گیا کہ اگر خنزیر کا گوشت صرف اس لئے حرام ہے کہ وہ
ایک بے غیرت جانور ہے تو پھر شیر جیسے "با غیرت" جانور تو حلال ہونے چاہئیں !!
"مہابلی" شراب نوشی پر اس لئے خوش ہوتے تھے کہ ناگوری گروہ کے مفتی اور صدر جہاں بادشاہ

Marfat.com

کے ساتھ شراب نوشی کرتے تھے، غم و رنج کا ماتم ھندوانہ انداز میں فرماتے تھے، سر کے بال اور موچھیں منڈوا دیتے تھے!! آبِ زمزم کے بجائے گنگا کا پانی ہر وقت سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے! انتہا یہ کہ محمدؐ یا احمدؐ نام سے بھی چڑھتے تھے، نماز، روزہ کے پابند لوگوں سے نفرت تھی، ھجری تقویم ناپسند تھی اس لئے اپنے لئے نئی تقویم وضع کرنے کے احکام صادر ہوئے جن پر عمل کی کسی کو کبھی توفیق نہ ہوسکی!! ھندو رانیوں نے شاہی محل کو ایک ھندو گھرانے میں ڈھال دیا تھا تا کہ نئی شاہی نسل ھندو مزاج بھی ہو اور ھندو نواز بھی! صفوی نہیں آتے نہ آئیں ان کی جگہ رام داس، لبھو رام یا پرتھوی راج ہی آجائیں! بس اس سرزمین کو "سنی مسلمان" کہلانے والا باقی نہ رہنے دیا جائے!!

اگر یہ سلسلہ کچھ عرصہ اور آگے بڑھتا رہتا تو شاید صفویت یا پرتھویت کی نوبت آ ہی جاتی یا جہانگیر جیسا دریا دل، زیرک اور نرم خو بادشاہ نہ بنتا تو "دینِ الٰہیٰ" اور اسلام کا کھلا تصادم شروع ہو جاتا، لیکن جہانگیر اس بدظن گروہ کے اصل مقاصد کو خوب سمجھ گیا تھا اور ان کی شعبدہ بازی کو سلطنت مغلیہ کے لئے تباہی کا راستہ تصور کرتا تھا، نئے بادشاہ کی دانائی، حکمت و تدبیر تھی کہ اس نے اپنے باپ کی فاتحہ خوانی کے ساتھ ساتھ اس کے "دینِ الٰہیٰ" کو بھی دفن کر دیا اور جو لوگ اس مضحکہ خیز روش کے موجد تھے ان کی شعبدہ بازی کو بھی ٹھکرا دیا اور ان میں سے بعض کو قتل بھی کروایا!! تاہم نئے بادشاہ کو خطرہ تھا کہ راسخ العقیدہ علمائے حق علماء سوء کی شعبدہ بازی کی وجہ سے سلطنت مغلیہ سے متصادم ہوں گے مگر قدرت کو برِ عظیم کی ملتِ اسلامیہ کی بہتری اور بقا مقصود تھی اس لئے اس دور کی اصلاح کے لئے ایک ایسی ہستی کو میدان عمل میں اتارا گیا جو نہ صرف یہ کہ ناگوری گروہ کے ہتکنڈوں سے آگاہ تھا بلکہ نئے بادشاہ کے مزاج کو بھی اچھی طرح جانتا اور سمجھتا تھا، اسے معلوم تھا کہ بادشاہ خود اس شعبدہ بازی پر لعنت بھیج کر سنی اسلام کو مسلمانوں کی آرزو جانتا ہے! مگر اصلاح کا راستہ تصادم نہیں تعاون ہونا چاہیے اور یہی وہ حکمت تھی جو وقت کا مصلح اور مجدد اپنانے والا تھا! یوں تعاون علی البر والتقویٰ کے طفیل بلا ٹل گئی اور ملت اسلامیہ کی جان میں جان آئی!!

Marfat.com

دیارِ مجدد الف ثانی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اور آخری آرام گاہ عظیم تر پنجاب کے شہر "سرہند" میں ہے جو عقیدتمندان حضرت مجدد کی زبان میں "سرہند شریف" کہلاتا ہے اور جس کا پرانا نام "سہرند" تھا (مقامی بولی میں اس کے معنی ہیں "شیروں کا جنگل"، آج بھی پنجاب کی پرانی بولیوں میں سیہ یا شیہیں شیر کو کہتے ہیں "شیہیں تے بکری ھک گھاٹ" (یعنی شیر اور بکری ایک گھاٹ پر) آج بھی پر امن اور پرعدل نگری یا بادشاہت کو کہتے ہیں) اور غیر آباد جنگل تھا اس کے قریب کا قدیم شہر "سامانہ" ہے جو فیروز شاہ کے عہد تک علاقہ کی سب سے بڑی آبادی تھی، فیروز شاہ کے عہد میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حکم سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے جد سادس امام رفیع الدین کے ہاتھ سے یہاں ایک قلعہ کی بنیاد رکھی گئی، اس وقت سے خانوادۂ مجددیہ یہاں آباد چلا آتا ہے، یہ تقریباً ساتویں صدی ھجری کے نصف ثانی کا زمانہ ہے، "سرہند" دراصل سہرند کی بگڑی ہوئی شکل (یا یوں کہہ لیجئے کہ "ترقی یافتہ" شکل) ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں اور غزنویوں کے درمیان حد فاصل اور سرحد تھی اس لئے اسے سرہند کہا گیا، گویا حضرت مجدد کی ولادت باسعادت سے تقریباً دو سو سال پہلے سے یہ شہر آباد چلا آتا تھا،

اپنے مزار مبارک کی جگہ کے متعلق حضرت مجدد اپنے ایک کشف کا ذکر فرماتے ہیں جو ان کے اپنے الفاظ میں مع ترجمہ سننے کے قابل ہے؛ آپ کا ایک مختصر مکتوب (نمبر 22) ہے جو مولانا محمد صادق کشمیری کے نام ہے اس میں ارشاد ہوتا ہے (۱):

"بلدۂ سرہند گویا سرزمین احیائے من است کہ برائے من چاہ عمیق

Marfat.com

تاریک را پر کردہ صفۂ بلند ساختہ اند و بر اکثر بلاد و بقاع آنرا ارتفاع دادہ و نورے درآں زمین ودیعت گشتہ است کہ مقتبس از نورِ بے صفتی و بے کیفی است، در رنگِ نور ے کہ از زمین مقدسۂ بیت اللہ ساطع و لامع است، پیش از ارتحال فرزندی اعظمی مرحومی بچند ماہ ایں نور را برین درویش ظاہر ساختہ اند، و در زاویہ زمین سکنی فقیر آن را نشان دادہ نورے نمودند ساطع کہ گردے از صفت و شان بوے راہ نیافتہ بود و از کیفیات منزہ و مبرا آرزوئے آن شد کہ آن زمین مدفن من شود و آن نور بر سر قبر من لا مع بود، ایں معنی را بفرزندی اعظمی کہ صاحب سر بودہ، ظاہر ساختم و ازان نور و ازان آرزوئے مطلع گردانیدم، اتفاقا فرزندی مرحومی باین دولت سبقت کرد و در پردۂ خاک در دریائے آن نور مستغرق گشت:

ھنیئا لارباب النعیم نعیمھم وللعاشق المسکین ما یتجرع

از شرافت ایں بلدہ معظّمہ است کہ مثل فرزندی اعظمی کہ از اکابر اولیاء اللہ است درانجا آسودہ است، و بعد از مدت ظاہر شد کہ آن نور مودع لمع ایست از انوار قلبیہ ایں فقیر کہ ازیں جا اقتباس نمودہ در آن زمین افروختہ اند در رنگ آنکہ چراغے از مشعلہ برافروزند!"

یعنی یوں لگا کہ شہر سرہند مجھے زندہ کرنے کی سرزمین ہے، میری خاطر ایک گہرے اور تاریک کنویں کو پر کر کے ایک بلند چبوترہ بنا دیا گیا ہے جو اکثر شہروں اور علاقوں سے بلند تر ہے، اس زمین میں ایک نور رکھ دیا گیا ہے اس نور کو کسی ایسے نور سے لیا گیا ہے جو بے صفت اور بے کیف ہے یعنی اس نور کی نوعیت اور کیفیت نا قابل بیان ہے، اسی نور کے رنگ میں ہے جو بیت اللہ کی مقدس سرزمین سے چمکتا دمکتا دکھائی دیتا ہے، میرے بڑے فرزند مرحوم کی وفات سے چند ماہ قبل اس نور کو اس درویش پر ظاہر کیا گیا، فقیر کی سکونتی زمین کے ایک گوشے میں نشان لگا کر ایک ایسا نور

Marfat.com

دکھلایا گیا کہ جس کی چمک دمک کی نا قابل بیان صفت اور شان میں گرد وغبار کو کوئی دخل نہیں تھا اور اس نور کی کیفیت بھی بیان سے باہر ہے، میری یہ آرزو ہوئی کہ یہ جگہ میرا مدفن بن جائے اور یہ نور میری قبر پر چمکتا رہے، میرا سب سے بڑا بیٹا، جو صاحب اسرار صوفی تھا کو میں نے یہ بات سنائی تھی اور مذکورہ نور اور اس آرزو سے بھی مطلع کر دیا تھا، اتفاق کی بات ہے کہ میرا وہی فرزند اس دولت کے لئے مجھ پر سبقت لے گیا اور خاک میں دفن ہو کر اس نور کے دریا میں مستغرق ہو گیا (کیا خوب کہا ہے ایک عرب شاعر نے کہ):

"نعمتوں والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں، جبکہ بیچارے عاشق کے لئے تو محرومی کے وہی کڑوے گھونٹ ہیں جو وہ پیتا رہتا ہے!!"

"یہ اس عظیم شہر کا شرف واعزاز ہے کہ میرے بڑے بیٹے کو اس جگہ آسودہ خاک ہونا تھا جو بڑے بڑے اولیاء اللہ میں سے ہے، ایک عرصہ بعد یہ بات کھلی کہ وہ نور جو وہاں ودیعت کیا گیا دراصل اس فقیر کے انوار دل کی ایک کرن تھی کہ جو میرے سینے سے لے کر اس سرزمین میں روشن کر دی گئی ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایک مشعل سے کوئی چراغ روشن کیا جاتا ہے!!"

تو یہ ہے وہ شرف اور عظمت جو دیار سرہند کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے اپنے خواب وخیال میں تھی! بلاشبہ سرزمین سرہند اس شرف اور اس عظمت کی سزاوار ہے کہ جہاں برعظیم کی ملت اسلامیہ کا محافظ ونگہبان آسودۂ خاک ہے جو ہمیں مکار ہندو کی فطرت و خصلت سے آگاہ فرما گئے اور دنیا کو ہندو شناسی کی تلقین کر گئے، ان کا مدفن ومزار پر انوار اسی مرتبہ و مقام کا سزاوار ہے یہ سرزمین پاک جس میں محسن ملت اسلام کے قلب منور سے پھوٹنے والا نور پوشیدہ ہوا اور جہاں وہ خود اور ان کے لخت جگر محو خواب ہیں وہ برعظیم کی احسان شناس ملت اسلامیہ کے دلوں کی دھڑکن اور آرزوؤں اور امیدوں کا مرکز جاوداں ہے! اسی خاک پاک، دیار مجدد

Marfat.com

الف ثانی کی سرزمین سرہند کو مرحوم ومغفور ڈاکٹر اقبال سرہندی نے کیا خوب خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے(۲):

مرکز نور تجلی ہے دیار سرہند — واہ کیا شان ہے، کیا عز ووقار سرہند
صرف انساں ہی نہیں سربسجود درِ پاک — ہیں ملک بھی بہ ادب سجدہ گزار سرہند
سرمہ چشمِ بصیرت ہے در پاک کی خاک — غازۂ روئے عقیدت ہے غبار سرہند
خرمن کفر جہاں دیکھا گرادی بجلی — اللہ اللہ یہ طریقہ، یہ شعارِ سرہند !!

عظیم تر پنجاب میں سکھوں کی ایک مشہور ریاست پٹیالہ سے وابستہ شہروں میں سے ایک شہر سرہند شریف بھی ہے، محل وقوع کے اعتبار سے امام ربانی کا یہ عظیم وقدیم شہر پٹیالہ سے 35 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، اس کے علاوہ مشرقی پنجاب کے شہر انبالہ، چندی گڑھ اور لدھیانہ کا بھی سرہند سے اتنا ہی فاصلہ ہے، داتا کی نگری شہر لاہور کے مشرق میں 99 ننانوے میل کے فاصلہ پر اور دہلی کے شمال جنوب میں ایک سو گیارہ (۱۱۱) میل کے فاصلہ پر سرہند واقع ہے(۳)، تاہم اس عظیم وقدیم شہر کی تاریخ طویل بھی ہے اور خون مسلم سے رنگین بھی ہے!

یہ بیان البیرونی کی طرف منسوب ہے کہ یہاں سب سے پہلے ژریا دانشی حکمرانوں کا اقتدار قائم ہوا پھر پال بادشاہت کے عہد میں یہ اس کا مشرقی سرحدی شہر شمار ہوتا تھا، ہندوستان آنے والے مشہور چینی سیاح نے اس سرزمین میں سونے کے موجود ہونے کا تذکرہ کیا ہے، محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں سے سرہند پر ہندو راجاؤں کی حکمرانی کے خاتمہ کی راہ ہموار ہوگئی پھر جب 1193ء میں سلطان محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دی تو اس کے ساتھ ہندو شاہی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

غوریوں کے بعد خاندانِ غلاماں کے سلطان آرام شاہ نے سرہند پر اپنا اقتدار قائم کیا۔ 1210ء میں نصیر الدین قباچہ کا تسلط قائم ہوا پھر یہ علاقہ سلطان التتمش کی

Marfat.com

حکمرانی میں آ گیا، مسلمان حکمرانوں میں سلطان بلبن کا بھانجہ شیر خان پہلا حکمران ہے جس نے سرہند میں ایک قلعہ تعمیر کیا، اس کے بعد لودھیوں نے اس علاقہ کو اپنی سلطنت میں شامل کیا 1526ء میں ابراہیم لودھی کو پانی پت کی پہلی جنگ میں جب سلطان ظہیر الدین بابر نے شکست دی تو اس کے بعد سرہند مغلوں کی سلطنت میں شامل ہو گیا تاریخ میں ان حکمرانوں کے بعد شہر سرہند کا اصل تاریخی حوالہ امام ربانی مجدد الف ثانی بن جاتے ہیں تاہم اس عظیم و قدیم شہر پر سکھوں کے مظالم کے ہولناک واقعات اور دست درازیوں کا بھی ایک سلسلہ ہے جن کے ذکر سے انسانیت تڑپ اٹھتی ہے اور اس درندگی کے طویل سلسلہ کی زد میں صرف مسلمان آتے رہے اس کے نتیجہ میں سکھوں نے بھی یہاں اپنی یادگاریں قائم کیں ہیں جن میں " گردوارہ فتح گڑھ صاحب " بھی شامل ہے جو سرہند میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے "روضہ شریف" سے نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے (۴)۔

جمیل اطہر سرہندی صاحب کے الفاظ میں (۵): "ہندوستان میں مغلیہ حکمرانوں کے دور میں سرہند کو سیاسی اور دینی اعتبار سے قیادت و سیادت کا مرکز بنے رہنے کا شرف حاصل رہا "تاہم اس شرف کا حقیقی مرکز اور واحد سبب صرف ایک مرد قلندر تھا جسے دنیا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور امام ربانی کے نام سے یاد کرتی ہے!

"سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی کا مدفن دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے اسی طرح کشش کا باعث ہے جس طرح آگرہ میں تاج محل ایک مسلمان بادشاہ اور اس کی ملکہ کی دائمی اور ابدی محبت کا نشان بن کر عقیدت مندوں کے لئے مرکز نگاہ بنا ہوا ہے، "روضہ شریف" (مزار حضرت امام ربانی) کو اس بنا پر فوقیت حاصل ہے کہ تاج محل تو محض دو دلوں کی محبت کا ایک لازوال نشان ہے جبکہ حضرت شیخ احمد سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے لاکھوں دلوں کو مسخر کیا، انہیں ایمان و ایقان کی روشنی عطا

Marfat.com

کی اور اپنے کردار اور عمل سے ایسی ضوفشانی کی کہ گم کردہ راہ مسلمان اپنے حقیقی راستے پر واپس آنے لگے اور ان کے ذہنوں میں جو الجھاؤ پیدا ہو گئے تھے حضرت مجدد کی شب و روز کی کاوشوں سے وہ اس طرح سلجھ گئے کہ اسلام کے افق پر رنج و غم، مایوسی و افسردگی کے جو بادل منڈلانے لگے تھے وہ چھٹ گئے اور مطلع پوری طرح صاف ہو گیا شیخ احمد فاروقی سرہندی کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے نہایت پرامن طریقے سے اسلام کے احیاء کی جنگ اس قدر کامیابی سے لڑی کہ برصغیر ہندو پاک کے تمام مذاہب کے پیروکاروں پر یہ حقیقت واشگاف کر دی کہ اسلام امن و عافیت کا دین ہے اور اس کا پیغام (ہی دراصل) اخوت و محبت کا پیام ہے اور یہ صرف انہی کے لئے نہیں ہے جو حلقہ بگوش اسلام ہیں (بلکہ) یہ پیغام تو تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لئے ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں اور اس کے آخری نبی (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کے دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہو جائیں کہ یہی دین انسانوں کو راستی کی طرف لے جاتا ہے اور اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے"(٦)

سرہند شریف کا اصل وقار اور حقیقی شہرت کا سبب وہ روضہ شریف ہے جس کی اطمینان بخش پرسکون فضا اور روح پرور ماحول دکھی دلوں کا مرہم، ہدایت کے طالب انسانوں کے لئے مرکز ہدایت اور سرور حق کے طلبگاروں کے لئے صدائے حق ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علامہ محمد اقبال جیسے حقیقت شناس اہل فکر و دانش لوگ بھی وہ کیف و سرور اور وہ روح پرور سکون پاتے ہیں جو ہمیشہ اللہ والوں کی آرزو رہی ہے(٧)، 1934ء میں انہیں دورۂ سرہند اور "روضہ شریف" کی زیارت کا موقع ملا، اس موقع پر ان کے جو تاثرات تھے وہ واقعی ولی را ولی می شناسد (ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے) کے مطابق ایک صاحب حال صوفی کے سے تاثرات ہیں ان تاثرات سے جہاں مقام مجدد کا اندازہ ہوتا ہے، برعظیم کی ملت اسلامیہ کے لئے ان کی عظیم و دور

Marfat.com

رس نتائج وثمرات کی حامل خدمات کی طرف دھیان جاتا ہے وہاں حضرت علامہ کے ان گہرے اور مخلصانہ دلی تعلقات سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے جو وہ اپنے دل میں حضرت مجدد کے لئے رکھتے تھے، اس زیارت کے حوالے سے اپنے ایک عقیدتمند سید نذیر نیازی کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں (۸):

"آج شام کی گاڑی میں سرہند شریف جارہا ہوں چند روز ہوئے صبح کی نماز کے بعد میری آنکھ لگ گئی خواب میں کسی نے مندرجہ ذیل پیغام دیا" ہم نے جو خواب تمہارے اور شکیب ارسلان کے متعلق دیکھا ہے وہ سرہند بھیج دیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ تم پر بڑا فضل کرنے والا ہے" پیغام دینے والا معلوم نہ ہوسکا کہ کون ہے اس خواب کی بنا پر وہاں کی حاضری ضروری ہے، اس کے علاوہ جاوید جب پیدا ہوا تھا تو میں نے عہد کیا تھا کہ جب وہ ذرا بڑا ہو جائے گا تو اسے حضرت کے مزار پر لے جاؤں گا وہ بھی ساتھ جائے گا تا کہ یہ عہد بھی پورا ہو جائے چودھری محمد حسین ،منشی طاہر الدین اور علی بخش ہمراہ ہونگے اتوار کی صبح لاہور واپس پہنچیں گے"۔

اقبال کے اس گرامی نامہ سے مجدد علیہ الرحمہ سے ان کی عقیدت ومحبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جس ہستی کے مزار پر وہ اپنے لخت جگر کو لے جانے کی نذر مانتے ہیں اور پھر زیارت کی نیت سے گھر سے روانہ ہوتے ہیں، اس کے متعلق اقبال کی عقیدت ومحبت اور تکریم و احترام کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے، مذکورہ خط تو 29 جون 1934ء کو لکھا گیا۔ پھر 30 جون کے خط میں اس زیارت کے تاثرات کے متعلق ایک خط میں لکھا (۹):

"میں ہفتہ کی شام کو سرہند سے واپس آگیا تھا، نہایت عمدہ اور پر فضا جگہ ہے ان شاء اللہ پھر بھی جاؤں گا!"

پھر 3 جولائی 1934ء کے خط میں سرہند پہ تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا:

Marfat.com

"سرہند خوب جگہ ہے، مزار نے میرے دل پر بڑا اثر کیا ہے، بڑا پاکیزہ مقام ہے!!(۱۰)"

لیکن اقبال کا اصل خراج تحسین وہ قطعہ شعری ہے جو بال جبریل میں ہے اور جس کے بعض اشعار تو حضرت مجدد کے اکثر عقیدتمندوں کو ازبر ہو چکے ہیں۔ شاعر اسلام کا ارشاد ہے(۱۱):

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار!!

جو باتیں محقق یا مؤلف کئی جلدوں میں بھی نہیں کہہ سکتا ان سب کو شاعر مشرق نے ان چار شعروں میں سمو دیا ہے، حضرت مجدد کی عظیم الشان خدمات، تاریخ ساز کردار، قائدانہ اخلاق اور مجاھدانہ زندگی کو اس سے بہتر الفاظ میں شاید ہی خراج تحسین پیش کیا جا سکے!

بہر حال وہ سرہند جو صدیوں مجدد علیہ الرحمہ سے پہلے بھی تھا جہاں آپ کے جد سادس حضرت شیخ رفیع الدین علیہ الرحمہ نے اپنے مربی و مرشد حضرت شیخ جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت متوفی ۷۸۵ھ کے حکم سے سرہند کا رخ کیا تھا اور اپنے بڑے بھائی اور مقرب شاہی خواجہ فتح اللہ کی معیت میں سرہند میں ایک قلعہ تعمیر کروایا تھا اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں کے حکم سے ہی امام رفیع الدین کو اس شہر کی ولایت سونپی گئی تھی وہی شہر سرہند آج روضہ شریف امام ربانی کی بدولت سرہند شریف کہلاتا ہے اور مرجع خلائق بھی ہے! اسی بستی سے شیخ سرہند کی ایک اصلاحی و تجدیدی تحریک اٹھی جس نے ہندوستان کی تاریخ کا رخ پھیر دیا اور نقشبندی مجددی صوفیہ کے اس مرکز نے نہ صرف ہندو عالم اسلامی بلکہ پوری دنیا کے لئے روحانی تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفوس کے منبع و سرچشمہ کا کام دیا! یہ فیض اسلام و ایمان آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا اور برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کو بطور خاص حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے افکار و نظریات اور عملی کوششوں سے ہمیشہ سبق ملتا رہے گا!

Marfat.com

خانوادۂ حضرت مجدد الف ثانی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی جس گھرانے کا چشم و چراغ تھے اس پر "این خانہ ہمہ آفتاب است" کا فارسی مقولہ صحیح معنی میں صادق آتا ہے ،ان کا سلسلہ نسب (21) واسطوں سے سیدنا عمر بن الخطاب خلیفہ دوم ﷺ سے جا ملتا ہے، آپ کے حسب ونسب کے متعلق تحقیقی کام کرنے والوں میں سرفہرست شیخ ابوالحسن زید فاروقی ہیں (۱)، تاہم شیخ زید فاروقی نے مخلصانہ جانفشانی سے عالمانہ تحقیق کے نتیجہ میں "مقامات خیر" کے عنوان سے بڑی وقیع تصنیف اپنی یادگار چھوڑی ہے، خود حضرت مجدد علیہ الرحمہ کو اپنے فاروقی ہونے کا بڑی شدت کے ساتھ احساس تھا اور وہ اس پر فخر کرتے تھے، آپ کے مکتوبات میں اس کے شواہد تلاش کئے جا سکتے ہیں، شیخ عبدالکریم یمنی نے عقیدۂ اہل سنت کے خلاف ایک تحقیقی کاوش کی تو اس پر حضرت مجدد کی رگ فاروقیت پھڑک اٹھی اور اس کے جواب میں تحریر فرمایا (۲) "مخدوما! ایں فقیر را تاب استماع امثال ایں سخنان نیست! بے اختیار رگِ فاروقیم در حرکت می آید (یعنی اے قابل خدمت واحترام بھائی! یہ فقیر اس قسم کی باتیں سننے کا عادی نہیں ہے، اس پر تو اس کی رگِ فاروقیت بے اختیار حرکت میں آجاتی ہے!") کہا جاتا ہے کہ سرہند کے قرب و جوار کے قصبہ "سامانہ" میں خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر عمداً ترک کر دیا گیا تو اس پر بھی فاروقی گرز حرکت میں آگیا اور کلیمانہ ضرب کاری سے کام لیتے ہوئے اپنے ایک اور مکتوب گرامی میں فرمایا: "چوں استماع ایں خبر وحشت انگیز در شورش آورد و رگ فاروقیم را حرکت داد بچند کلمات اقدام نمود!(یعنی جب اس وحشت انگیز خبر کو سننے کے بعد شورش برپا ہوئی تو

Marfat.com

میری رگِ فاروقی پھڑک اٹھی اور چند الفاظ میں اس پر تنقید کی گئی")۔

خانوادۂ مجددیہ کی جس عظیم ہستی کو سب سے پہلے سرہند میں رونق افروز وفیض رساں ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ امام رفیع الدین نامی بزرگ تھے! وہ سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے عقید تمند اور خلیفہ تھے، سلطان فیروز شاہ تغلق کو مخدوم صاحب سے مریدی اور عقید تمندی کا شرف حاصل تھا، حضرت مخدوم کے حکم پر سلطان مذکور نے سرہند میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا، قلعہ کا سنگ بنیاد امام رفیع الدین کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا اور اپنے مرشد کے حکم سے ولایتِ سرہند کے منصب پر فائز کئے گئے! (۴) یہ شہر سرہند کسی زمانے میں عظیم تر پنجاب کے ضلع ستلج کا صدر مقام بھی رہا ہے! تاہم 760ھ میں امام رفیع الدین فاروقی کی آمد اور قلعہ کی تعمیر کے بعد سے آج تک سرزمین سرہند کی پہچان خانوادۂ مجددی ہی ہے! لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سرہند کی مردم خیز سرزمین میں اور کوئی صاحب کمال یا ہنرمند پیدا ہی نہیں ہوا ، برعظیم پاک و ہند کے اھل علم و ہنر کے تذکرے مثلاً تذکرۂ علمائے ھند از مولوی رحمان علی ، نزہۃ الخواطر از علامہ عبدالحی لکھنوی اور تراجم الحنفیہ از شیخ فقیر محمد جہلمی وغیرہ پر نظر ڈالنے سے ایسے بزرگان دین اور اصحاب علم و ہنر کا ذکر ملتا ہے جو "سرہندی" کی نسبت سے جانے جاتے ہیں، خصوصاً عہد مجددی کے بعد تو ماشاء اللہ سرہندیوں کا حساب کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے حتی کہ اس خطہ مردم خیز کے "سرہند" کہلانے سے قبل "سہرندی" کہلانے والے اھل علم کا ذکر بھی ملتا ہے جیسے شیخ یحیٰ بن احمد سہرندی صاحب تاریخ مبارک شاہی وغیرہ، خانوادۂ مجددی کے تذکرے سے متعلق خاص کتاب "زبدۃ المقامات" میں بھی ایسے بہت سے سرہندی علماء کا تذکرہ موجود ہے جن کا تعلق حضرت مجدد کے خانوادہ سے براہ راست نہیں تھا مولانا مجدد الدین سرہندی کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی کے استاذ گرامی مولانا یعقوب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ وہ اسلامی علوم کی اصول وفروع پر یکساں عبور رکھنے والے متبحر عالم تھے (۵)!

Marfat.com

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اجداد میں جد سادس امام رفیع الدین سرہندی سے لیکران کے والد گرامی حضرت امام شیخ عبد الاحد چشتی قادری سرہندی تک درمیان کے زین العابدین، عبدالحی، محمد اور حبیب اللہ والی چار پشتوں کے بزرگ علم وفضل کی دنیا میں ناموری نہ کما سکے، ہوسکتا ہے اس کا سبب مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کی چشم پوشی اور بے نیازی ہو، البتہ امام رفیع الدین سرہندی کی طرح شیخ مخدوم عبدالاحد کا علم وفضل اور اصحاب طریقت میں بھی بڑا نام ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ شیخ احمد سرہندی کو امام ربانی مجدد الف ثانی بننے کی راہ پر ڈالنے والے بھی ان کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد چشتی قادری سرہندی ہی تھے، آگرہ میں ناگوری گروہ مفسدین کے چنگل سے نکال کر، تزویج کی سنت نبوی علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات ادا کروانے اور حوزہ سرہند میں علوم ظاہری و باطنی میں کمال پیدا کرنے کے بعد خاموش اصلاحی انقلاب برپا کرنے کا رستہ شیخ سرہند کو اپنوں نے ہی دکھلایا تھا۔ (٦)

صاحب زبدۃ المقامات (٧) کے تفصیلی بیان کے مطابق مخدوم شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کا فطری میلان طلب وتحصیل علم کے لئے دور دراز کے اسفار اختیار کرنے کے بجائے تصوف اور روحانیت کی طرف زیادہ تھا، اس زمانے میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چشتی سلسلہ کے مشہور بزرگ بہت مقبول تھے، مخدوم عبدالاحد بھی اسی آستانہ پر حاضر ہوئے جو وحدۃ الوجودی تصوف کا مرکز ومرجع تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کو ان کے مرشد خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے تحصیل علوم کا حکم دیا تھا اسی طرح حضرت گنگوہی نے بھی اپنے ارادتمند مخدوم عبدالاحد کو طریقت کی منازل طے کرنے سے پہلے متداول علوم کی تکمیل کا حکم دیا، یہ الگ بات کہ بابا فرید جب حصول علم کے بعد واپس آئے تھے تو اپنے مرشد کو دہلی میں شمع ہدایت روشن کئے ہوئے زندہ پالیا تھا مگر مخدوم عبدالاحد جب تحصیل علوم سے فراغت کے بعد واپس آئے تو حسب توقع وخدشہ اپنے مرشد شیخ گنگوہی کو نہ پا

Marfat.com

سکے مگر ان کی تلقین کے مطابق ان کے فرزند حضرت رکن الدین گنگوہی سے بیعت ہونے اور فیض پانے کا فیصلہ کیا۔ شیخ رکن الدین گنگوہی بھی اپنے والد گرامی کی طرح سلسلہ چشتیہ کے امام اور وحدۃ الوجود کے علمبردار تھے! چنانچہ شیخ رکن الدین سے سلسلہ چشتیہ کا فیض پانے کے بعد قادری سلسلہ کے بزرگ شیخ شاہ کمال کیتھلی سے بیعت کی، وہ اپنے وقت کے اسم بامسمی باکمال قادری تھے، ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد مخدوم عبدالاحد سرہندی چشتی ہونے کے ساتھ ساتھ قادری بھی ہو گئے۔(۸)

حضرت مخدوم عبدالاحد سرہندی نے جس طرح اپنے مرشد گنگوہی کی تلقین کے مطابق تحصیل علوم متداولہ کے لئے دور دراز کے مشقت آمیز سفر اختیار کئے تھے اسی طرح انہوں نے اب خود بھی یہ فیصلہ کیا کہ اصحاب تصوف وطریقت کی دنیا بھی چل پھر کر دیکھ لی جائے چنانچہ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں قائم مشہور خانقاہوں کی زیارت اور بزرگوں سے اکتساب فیض کے لئے نکل پڑے! تاہم صاحب زبدۃ المقامات کی صراحت کے مطابق وہ کسی ایسے آستانہ پر حاضری سے اجتناب کرتے رہے جہاں بدعات اور خلاف شرع حرکات کا گمان ہوا، اسفار طریقت وروحانیت کو تسلی بخش طور پر مکمل کرنے کے بعد واپس سرہند شریف پہنچ گئے، پھر تمام وقت علوم متداولہ خصوصا اصول فقہ کی تدریس میں مصروف رہے، عبادت وذکر اللہ اور تزکیہ نفوس کا سلسلہ بھی آخری وقت تک جاری رکھا، مذکور ہے کہ اصول فقہ کی کتاب "اصول البزدوی" کی تدریس وتفہیم میں آپ نے بڑی شہرت حاصل کی، کنوز الحقائق اور اسرار التشہد کے عنوان سے ان کی تصانیف کا ذکر بھی ملتا ہے۔(۹)

اپنے نامور فرزند حضرت مجدد کی طرح مخدوم عبدالاحد بھی کثیر الاولاد بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، چنانچہ آپ کے بھی سات بیٹے تھے جن کی تعلیم وتربیت میں مخدوم عبدالاحد نے اپنی تمام تر توجہ صرف فرمادی تھی، مگر ان تمام فرزندوں میں شہرت عام اور بقائے دوام حضرت مجدد کے

Marfat.com

ہی مقدر میں تھی ! مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سال کی عمر پائی اور 17 رجب الفرد 1007ھ کو وفات پائی، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے والد گرامی کے اوصاف ستودہ پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ مخدوم عبدالاحد آل رسول کی محبت ومودت اور توقیر واحترام کو کمال ایمان تصور فرماتے تھے اور اکثر شیخ سعدی کے الفاظ میں یہ دعا فرماتے تھے کہ (۱۰):

خدایا بحق بنی فاطمہ　　کہ برقول ایماں کنی خاتمہ!!

"یعنی اے اللہ! تجھے اولاد فاطمہ زہراء کا واسطہ ہے میرا ایمان پر خاتمہ فرمانا "

شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سات بیٹے ہوئے ان میں چوتھے نمبر پر جسے عربی زبان میں واسطۃ العقد (یعنی ہار کا درمیان یا مرکزی موتی) کہتے ہیں وہ تھے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور وہ واقعی ہار کی درمیانی لڑی اور مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے ساتوں بھائیوں میں سب سے نمایاں تھے، قدرت نے انہیں نجوم وکواکب کی لڑی میں آفتاب عالمتاب بنا دیا تھا! شیخ کی سیرت وکردار اور اوصاف وامتیازات ایسے ہیں کہ انہیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وکردار کا آئینہ کہا جا سکتا ہے اور اسی لئے علامہ ندوی کا یہ عالمانہ تبصرہ حقیقت کا آئینہ دار ہے (۱۱):

"حضرت مخدوم (عبدالاحد) کی سیرت کا جوہر خاص حق پسندی، انصاف، شریعت و سنت کی تعظیم واحترام اور ان پر عمل کرنے کی کوشش واھتمام، حمیت دینی اور ترقیات باطنی میں عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کہا جا سکتا ہے! اور یہی جوہر (خاص) ان کے لخت جگر کے ضمیر میں (جس کے لئے دین کی تجدید اور اقبال کے الفاظ میں ہندوستان میں سرمایہ ملت کی نگہبانی کی سعادت مقدر ہو چکی تھی) بھی ودیعت ہوا تھا جس کو فضل ربانی نے چمکا کر اور دوسرے وہی کمالات عطا فرما کر آفتاب عالمتاب بنا دیا!"

عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح خود حضرت مجدد اپنے والد مخدوم عبدالاحد کے

Marfat.com

سات بیٹوں میں سے ایک مگر فرد فرید اور واسطۃ العقد تھے اسی طرح حضرت مجدد کو بھی اللہ تعالیٰ نے سات فرزند عطا فرمائے تھے جن میں سب سے بڑے محمد صادق تھے جو اپنے والد کے اپنے الفاظ میں سعادتمند بیٹے تھے کہ جن کی پیدائش کے بعد انہیں ہندوستان میں امام نقشبندیہ خواجہ باقی باللہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو گیا اور انہیں سلسلہ چشتیہ و قادریہ کے علاوہ حسب تمنا سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہونے کا موقع بھی نصیب ہو گیا! مگر یہ فرزند ارجمند اور ولی شاب صرف پچیس سال کی عمر میں ہی 1025ھ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اور اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے "روضہ شریف" میں آباد ہو گئے تھے تا کہ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد نہ صرف یہ کہ ان کا استقبال کریں بلکہ وحشت قبر میں ان کے مونس و غمگسار بھی ثابت ہو سکیں! باقی بیٹوں میں سے تین تو کم عمری ہی میں فوت ہو گئے تھے مگر مخدوم محمد سعید، مخدوم محمد معصوم اور مخدوم محمد یحی رحمۃ اللہ علیہم اپنے جلیل القدر والد کے بعد بھی زندہ رہے، ان کے نقش قدم پر چلے اور ان کے نام کو زندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی اصلاحی و تجدیدی تحریک کو بھی آگے بڑھایا اور ان کے صوفیانہ مسلک نقشبندیہ کو بھی ترقی دی خصوصا خواجہ معصوم کا بڑا کام اور بلند مقام ہے، مخدوم محمد معصوم تو اپنے والد گرامی کے خلیفہ و جانشین بھی قرار پائے اور حقیقی معنی میں حضرت مجدد کے نقش قدم پر چلے اور اسلام، ملت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی عظیم الشان خدمات انجام دیں اس لئے صحیح معنی میں ھر کہ خدمت کردا و مخدوم شد (جس نے خدمت کی وہ مخدوم بھی بن گیا) کے مشہور فارسی مقولہ کے مطابق "مخدوم خواجہ محمد معصوم" کی حیثیت سے محبت و احترام کمایا اور یوں نہ صرف برعظیم کی تاریخ میں امر ہو گئے بلکہ اسلامی تصوف و طریقت کی تاریخ میں بھی زندۂ جاوید اور غیر فانی بن گئے! خواجہ معصوم علیہ الرحمہ اپنے والد گرامی کے صحیح معنی میں خلیفہ و جانشین ثابت ہوئے انہوں نے تعلیمات مجددیہ کی اشاعت و تبلیغ کا بیمثال کارنامہ انجام دیا اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مسلم امام بن گئے!

Marfat.com

"دھلی کی مشہور عالم خانقاہ جو مرجع عرب وعجم تھی (اور جس کی مسند ارشاد پر اپنے اپنے وقت میں خواجہ سیف الدین، مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی اور حضرت احمد سعید (رحمہم اللہ) متمکن رہے) آپ (خواجہ معصوم) ہی کے سلسلے کی (خانقاہ) تھی! اسی خانقاہ سے مولانا خالد رومی کردی حضرت شاہ غلام علی سے سلسلہ (مجددیہ) کو لیکر شام وترکی پہونچے جن کا سلسلہ عراق، شام، کردستان اور ترکی میں شہر شہر اور گھر گھر پھیل گیا" اور یوں کہنے والے کا شعر حقیقت حال کا ترجمان ہے:

چراغ ہفت کشور خواجہ معصوم منور از فروغش ہند تا روم

یہ حقیقت مانے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت خواجہ محمد معصوم سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کے مسلم امام ہیں بلکہ خانوادہ مجددیہ کے بھی گل سرسبد کہلانے کے حقدار ہیں، انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے والد گرامی کی اصلاحی وتجدیدی تحریک کو ترقی دیکر بام عروج پر پہنچایا بلکہ حضرت مجدد کے انداز میں بادشاہ وقت حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی، رشد وہدایت اور اصلاح امت کے کار خیر میں ان سے کھلا تعاون بھی جاری رکھا، مختلف جہات وقت کے لئے رہنمائی اور اطلاعات کا جو سامان رسائل واخبارات یا دوسرے لفظوں میں پرنٹ میڈیا سے میسر آتا ہے اس کی مؤثر عملی صورت خطوط نویسی اور مختلف جہات میں ان مکاتیب وخطوط کی ترسیل وابلاغ کی وہ صورت ہے جو حضرت مجدد نے شروع کی اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر نہ صرف جاری رہی بلکہ پروان چڑھی اور عروج کو بھی پہنچی چنانچہ مکتوبات مجددیہ کی طرح مکاتیب معصومیہ بھی معارف وھدایت کا ایک بحر زخار ہیں اسی لئے سلسلہ مجددیہ کے اخلاف واتباع اور پیروکاروں کو دونوں ۔۔باپ بیٹے۔۔کے خطوط ومکتوبات کے مطالعہ کو حرز جاں اور کار خیر کی عملی صورت جانتے اور مانتے ہوئے ان کی نشر واشاعت کو عصر حاضر کے پرنٹ میڈیا کے انداز میں عمومی سطح پر پھیلاتے رہنا چاہیے، وباللہ التوفیق۔

Marfat.com

آئینہ حیاتِ مجدد الف ثانی

حضرت امام احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اصلاً نسلاً ایک معزز اور محترم خاندان سے ہیں اور وہ نسباً فاروقی ہیں، ایک بیان کے مطابق چھبیس اور دوسرے قول کے مطابق حضرت سرہندی سے لے کر سیدنا امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تک اکیس واسطوں سے یہ سلسلہ نسب مکمل ہوتا ہے،(1) حضرت مجدد کے سلسلہ نسب میں پندرھویں بزرگ حضرت شہاب الدین علی، جو فرخ شاہ کابلی کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں، خواجہ محمد ہاشم کشمی کے قول کے مطابق سلاطینِ کابل کے وزیر رہے ہیں، شہاب الدین علی کی اولاد میں سے جو ہندوستان آئے تھے ان کی اولاد ''کابلی'' مشہور ہوئی (2)، ان کی وفات اور مدفن کابل سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر درہ فرخ شاہ ہے جہاں وہ اپنے تمام معاملات اپنے بیٹے یوسف کو سونپ کر مقیم ہو گئے تھے اس لیے یہ درہ بھی ان کے نام سے مشہور ہو گیا، صاحبِ زبدۃ المقامات (جو ان کے خاندانی احوال کا واحد ماخذ و مصدر ہے) کے بیان کے مطابق اس سلسلے کے جو بزرگ سب سے پہلے ہندوستان میں وارد ہوئے وہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ سادس امام رفیع الدین کابلی ہیں جو سید جلال الدین بخاری (متوفی 785ھ) کے مرید تھے، قلعہ سرہند کے بانی اور اس بستی کو سب سے پہلے رونق بخشنے والے بھی یہی امام رفیع الدین ہیں۔(3)

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے والد گرامی شیخ عبد الاحد، قدس سرہ، (متوفی 1007ھ / 1598ء) ایک عالمِ متبحر اور صوفی مشہور تھے جو شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 944ھ / 1537ء) کے مرید تھے(4)، شیخ عبد الاحد اسی (80) سال کی عمر میں فوت

Marfat.com

ہوئے امام احمد سرھندی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کا سال 971 ھ/ 1563ء(5) اور جائے پیدائش شہر سرھند ہے جہاں آپ کا خاندان تقریباً دوسو سال سے مقیم تھا (6) اور علم وتصوف میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا، حضرت مجدد کے سلسلہ نسب کے بزرگ علوم کی اسناد بھی اپنے اپنے زمانے کے جلیل القدر علماء وفضلاء سے حاصل کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ تصوف وطریقت کے بھی مختلف اور متعدد سلاسل سے فیض پاتے رہے اور اس میں ایک سبق یہ بھی ہے کہ جس طرح علم تمام انسانوں کی مشترکہ میراث ہے اسی طرح رشد و ہدایت یا تصوف وطریقت بھی تمام اہلِ اسلام کا مشترکہ سرمایہ ہے، اس لیے سب اہلِ علم سے استفادہ اور ان کا احترام تمام انسانوں پر واجب ہے اور مسلمانوں کو تمام مسالکِ تصوف وطریقت سے استفادہ کرنا چاہیے اور سب کی عزت وتکریم سب مسلمانوں پر یکساں لازم ہے اس لیے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خاندان کے ان بزرگوں کا ہر دور اور ہر جگہ کے مسلمانوں کے لیے ایک پیغام ہے کہ تعصب وتنگ نظری قلبِ مومن کی شان نہیں ہے۔(7)

اس وقت کے مروج اسلامی نظام کے مطابق حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے ہوا جو بہت تھوڑی مدت میں مکمل کرلیا گیا، پھر متداول علوم سیکھنے کا مرحلہ شروع ہوا پہلے اپنے والدِ گرامی سے اور بعد میں اپنے وقت کے نامور اساتذہ سے علم حاصل کیا، آپ کے اساتذہ میں مولانا شاہ کمال کشمیری کا نام نمایاں ہے جو مشہور عالمِ دین اور نامور مصنف ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے بھی استاد تھے (8)، مولانا کمال کے علاوہ جن لوگوں سے حضرت مجدد الفِ ثانی نے استفادہ کیا ان میں شیخ یعقوب کشمیری اور قاضی بہلول بدخشانی بھی شامل ہیں (9) خواجہ ہاشم کشمی کے قول کے مطابق مولانا کمال کشمیری اپنے وقت میں ''فحول دانش وران متورع'' یعنی بڑے متقی علماء میں شمار ہوتے تھے، ان سے حضرت مجدد نے دقیق مسائل علم الکلام سے متعلق کتابیں جیسے عضدی وغیرہ پڑھیں۔(10)

Marfat.com

علوم و معارف کی تحصیل کے بعد شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ عملی زندگی میں داخل ہوئے تو دو متقابل بلکہ متعارض میدانوں سے گزرے اور ان میں سے ہر ایک نے ان کی زندگی کا رخ متعین کرنے اور آخر کار تجدیدی کارنامہ سرانجام دینے میں بہت اہم کردار ادا کیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ قیامِ آگرہ کے دوران میں انہیں دو دانشوروں کے ساتھ رہنے اور ان کے کاموں کو نہایت قریب سے اور بہت غور سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا اور یہ دو دانشور اپنے وقت کے ذہین و فطین آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ فتنہ پروری اور شر انگیزی میں بھی بہت تیز تھے، انہوں نے اکبر کو الحاد کے رستہ پر ڈالا اور ھندو مزاج و ھندو نواز مسلمان بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا، وہ اگر چالیس سالہ دورِ حکمرانی میں اکبر بادشاہ کو راہِ راست پر ڈالتے تو ایک اور ''اورنگ زیب عالمگیر'' کی کمی نہ محسوس ہوتی اور ھندوستان کی تاریخ بدل جاتی اور بیسویں صدی کے مسلمانانِ ھند کو شاید ''پاکستان'' بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی ! یہ دو دانشور تھے ابوالفضل اور فیضی ! قیامِ آگرہ کے دوران میں ان دونوں بھائیوں نے نہ صرف یہ کہ حضرت مجدد کی خداداد صلاحیتوں کا اعتراف کیا بلکہ حضرت مجدد نے ان دونوں بھائیوں کی اسلام دشمنی، فتنہ پروری اور شر انگیزی کو بھی دیکھ پرکھ لیا اس دور میں اکبر آباد یعنی آگرہ کو اکبر کا پایہء تخت ہونے کے باعث علمی اور ثقافتی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت حاصل ہوگئی تھی، چنانچہ 997ھ میں حضرت مجدد بھی اکبر آباد چلے گئے اور وہاں پر درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، یہیں پر 998ھ میں آپ نے رسالہ ''اثبات النبوۃ'' تصنیف فرمایا، فیضی عربی اور فارسی پر یکساں دسترس رکھتا تھا اسی دور میں وہ ''سواطع الالہام'' کی تصنیف میں مشغول تھا، دورانِ تصنیف ایک مقام پر جا کر رک گیا اور ایسا رکا کہ عربی زبان کے بے نقط الفاظ تلاش کرنے سے عاجز آ گیا، جب اس نے حضرت مجدد سے اپنی اس مشکل کا ذکر کیا تو کسی توقف اور مشقت کے بغیر قلم برداشتہ اسے بے نقط حروف والے الفاظ پر مشتمل متعلقہ مفہوم کے مطابق عربی عبارت لکھ دی، فیضی دنگ رہ گیا اور حضرت مجدد کے علم و فضل

Marfat.com

کا بھی اعتراف کیا! یہ اور اسی قسم کے دیگر واقعات تھے جن کے باعث شیخ مجدد کی اہلِ آگرہ پر دھاک بیٹھ گئی اور دونوں بھائی۔ ابوالفضل اور فیضی۔ ان کے مداح و پرستار بن گئے، وہ حضرت مجدد کو اپنے گھروں میں اپنی خاص مجالس میں بھی مدعو کرتے تھے، جن سے دونوں بھائیوں کے معتقدات اور اسلام دشمنی بھی عیاں ہوگئی! ان کا طریقہ واردات بھی معلوم ہو گیا اور اس کے سدِ باب کی کوششوں کا بھی خاکہ بنالیا گیا! لیکن ان ملاقاتوں میں بھی حضرت مجدد حق گوئی اور بے باکی کے ایمانی موقف پر قائم رہے، کشمی بیان کرتے ہیں کہ کسی محفل میں ابوالفضل نے دریدہ دہنی سے کام لیتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کو نامعقول قرار دے کر تمسخر اڑایا تو حضرت شیخ سے رہا نہ گیا اور فوراً بول اٹھے: ''اگر اہلِ علم کی محبت کا شوق و ذوق ہے تو ہمارے سامنے ایسے بے ادبانہ کلام سے احتراز کرو!''(11)

اس بے باکانہ حق گوئی کے نتیجے میں فیضی برادران پر واضح ہو گیا کہ حضرت مجدد ان کی محفلوں کی محض رونق افزائی کے لیے نہیں آتے بلکہ ایک راسخ العقیدہ اور حق گو عالمِ دین ہیں جن کے سامنے شعائر اللہ اور اسلافِ امت کی سبکی یا توہین ناممکن ہے، ایک موقع پر چاند نظر آئے بغیر اکبر نے عید الفطر کا اعلان کر دیا مگر حضرت مجدد نے اس کے اس تصرف کو ملحدانہ گستاخی قرار دیا اور ابوالفضل کی موجودگی میں فرمایا کہ اکبر بادشاہ تو بے دین اور نا قابلِ اعتبار ہے، ظاہر ہے اس قسم کی باتیں ڈھکی چھپی نہیں رہتیں بلکہ اچھالی جاتی ہیں، اس لیے بادشاہ اور اس کے خوشامدی درباریوں کے ردِ عمل کے نتیجے میں کوئی بھی ناخوشگوار صورتِ حال پیدا ہو سکتی تھی، غالباً اسی قسم کے واقعات اور طویل جدائی نے آپ کے والدِ گرامی شیخ عبدالاحد کو بے چین کر دیا اور وہ خود آگرہ تشریف لے گئے اور اپنے عالمِ باعمل بیٹے کو ساتھ لے گئے، سرہند شریف لوٹتے ہوئے تھانیسر گئے جہاں اکبر کے ایک مقرب و معتبر شیخ سلطان کی بیٹی سے نکاح ہو گیا اور آپ اپنے والد اور رفیقہ حیات کے ہمراہ سرہند شریف پہنچ گئے!(12)

Marfat.com

اکبر آباد یا آگرہ سے واپسی سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا دوسرا میدان عمل شروع ہوتا ہے اور یہ تھا تصوف وطریقت کا میدان، اس وقت تصوف کافی حد تک زنادقہ اور شعبدہ بازوں کے نرغے میں تھا، ایک طرف ھندو ویدانت کے اثرات نے اس خالص نبوی طریقہ تربیت کا حلیہ بگاڑ رکھا تھا تو دوسری جانب ابن العربی کا نظریہ وحدت الوجود چھایا ہوا تھا اور یہ خرابی اکبر کے دینِ الٰہی سے کسی طرح کم خطرناک نہ تھی چنانچہ حضرت مجدد نے سب سے پہلے انسانی سیرت سازی کے اس نبوی طریقہ تربیت کی طرف دھیان دیا جو مکی عہد میں دارِ ارقم اور مدنی عہد میں صفہ مسجد نبوی میں شروع ہوا اور پروان چڑھا تھا آپ اسے تصوف کہیں یا طریقت مگر انسانوں کی سیرت سازی کا صحیح اور کارگر طریقہ ہے یہی !اس نبوی طریقہ تربیت نے انسانیت کو یہ پیغام بھی دیا کہ انسان خود بخود ہی بنتے اور ڈھلتے نہیں بلکہ انہیں بنانا اور ڈھالنا پڑتا ہے!!

تعلیم وتعلم کے دوران میں حضرت مجدد کے لیے اپنے والد کی تربیت اور سیرت سازی کی سعی مشکور کام آئی مگر آگرہ سے سرہند شریف واپس آنے کے بعد آپ کے مرشدِ اول اور والدِ گرامی شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف وطریقت کے روحانی مراحل سے دوبارہ گزارنا شروع کیا، ان کے والد سلسلہ چشتیہ سے منسلک تھے اس لیے اس سلسلے میں ان سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور علوم باطنی واسرارِ طریقت کا حصول شروع ہوا، سلسلہ قادریہ میں آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے جبکہ نقشبدی سلسلہ تصوف میں آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اس طرح اس وقت برِ عظیم میں متعارف ومتداول تمام سلاسل اولیاء اللہ میں خلیفہ مُجاز ہوئے اور خلقِ خدا کے احوال دین ودنیا کی اصلاح کے علمبردار قرار پائے، ان تینوں سلاسل میں بیعت کرنے کی اجازت حضرت مجدد کے لیے ایک منفرد اعزاز تھا اور آپ اس پر خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا کرتے تھے اپنے مکتوبات میں ایک جگہ اس منفرد شرف واعزاز پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:(13)

Marfat.com

''حضرت محمد رسول ﷺ سے میری ارادت اور عقیدت کے متعدد واسطے ہیں، میرے اور رسول ﷺ کے درمیان طریقہ نقشبندیہ میں اکیس (21) واسطے ہیں، طریقہ قادریہ میں پچیس (25) واسطے جبکہ طریقہ چشتیہ میں ستائیس (27) واسطے ہیں۔''

تاہم یہ صراحت ضروری ہے کہ بیشتر طرقِ صوفیہ سے تعلق حضرت مجدد کے والدِ گرامی حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے ہے سوائے سلسلہ قادریہ کے کہ اس میں وہ براہِ راست بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب ہوئے، (14) تصوف اس وقت کافی حد تک سنتِ نبوی اور پابندیٔ شریعت کی ڈگر سے ہٹ چکا تھا، تعویز گنڈا، دم درود، نذر و نیاز، چلہ کشی اور ذکر و تسبیح کا دور تھا، اس لیے جس طرح اکبر کے فتنہ دین الٰہی سے برِ عظیم کی امتِ مسلمہ کو محفوظ رکھنا ایک ضروری اور بڑا کٹھن کام تھا اسی طرح تصوفِ اسلامی کو شعبدہ بازی اور شریعت بیزاری کے بھنور سے نکال کر پھر سے دارِ ارقم اور صفہ مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے جوڑنا بھی ایک صبر آزما کام تھا حضرت مجدد نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ دونوں کام یوں انجام دیئے کہ ایک تاریخ بن گئی۔

سرہند شریف آنے کے بعد حضرت مجدد نے سب سے پہلے اپنے اندر جو روحانی کمی تھی اور خصوصاً آگرہ میں فیضی اور ابوالفضل کی صحبتوں سے جو ملحدانہ خیالات سننے پر اثرات پڑے ان سے خود کو آزاد کرنا انہوں نے اولین ذمہ داری سمجھی مصلح اگر خود شک وارتیاب کی زد میں ہو اور اپنے اندر وہ روحانی قوت نہ پائے جو ایک نظر سے ہی انسانوں کا مقدر بدل دیتی ہے تو کیا فائدہ اس لیے ہی انہوں نے اپنے والد کی صحبت میں رہ کر باطنی روحانی قوتوں کو از سرِ نو تازہ کیا، اپنے وقت کے مشہور مستند اہلِ طریقت سے فیض حاصل کرنے پر توجہ دینے کے علاوہ عبادت و ریاضت سے تزکیہ اور اصلاحِ باطن پر زور صرف کیا، یہاں پر خواجہ محمد ہاشم کشمی کا بیان نہایت موزوں اور حقیقتِ حال کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: (15)

Marfat.com

"چونکہ آپ کے والد ماجد کو آپ سے بے پناہ محبت تھی اور وہ آپ کو اپنی جانِ عزیز سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے اس لیے ہمیشہ نجی مجالس میں علومِ دینیہ اور اسرارِ باطنیہ کے اذکار کرتے رہے لیکن جب آپ آگرہ سے واپس سرھند شریف تشریف لائے تو پھر والدِ ماجد کی صحبت میں رہے اور اقتباسِ انوار فرماتے رہے اور اس طرح بہت سے باطنی اور روحانی فائدے حاصل کیے!"

بہر حال آگرہ یا اکبر آباد سے واپس آنا حضرت مجدد کی زندگی میں ایک نقطۂ تبدیلی ہے، ایک تو نکاحِ مسنونہ کے بعد ان کی زندگی سنتِ نبوی کے رنگ میں رنگ گئی اور دوسرے انہیں اکبر آباد کے مخدوش و ناھنجار ماحول سے نجات کے بعد اپنی روحانی تربیت کی تکمیل اور تزکیہ نفس کا موقع مل گیا، بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے انہوں نے اپنے کارِ خیر کا آغاز کر دیا، وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ لاہور شہر قطب البلاد ہے گویا وہ لاہور کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہی نہ تھے بلکہ اس کا عملی اعلان اور اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، اس وقت بھی مرشدِ لاہور حضرت داتا رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان دینی خدمات اور لاہور میں مدفون ہونے کے باعث یہ داتا کی نگری آج کی طرح اس وقت بھی برِ عظیم پاک و ھند کی ملتِ اسلامیہ کا مرکزِ نگاہ تھا جس طرح آج یہ عظیم شہر ملتِ اسلامیہ پاکستان کا ہی نہیں پورے عالمِ اسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود کو کمال روحانیت کے درجہ میں محسوس کرنے کے بعد حضرت مجدد اپنے وقت کے امراء، علماء، صوفیہ اور قائدین سے عملی رابطہ کا فیصلہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشارے سے لاہور کے سفر سے اپنی مہم کا آغاز فرماتے ہیں، لاہور اس وقت دھلی کے بعد اسلامی ھند کا دوسرا بڑا علمی اور دینی مرکز تھا جہاں علماء اور مشائخ کے علاوہ امرائے سلطنت بھی موجود تھے، حضرت مجدد کی تشریف آوری کی خبر سن کر لاہور کے علماء و مشائخ اور اھلِ اسلام کی ایک بہت بڑی تعداد نے ان کا استقبال کیا اور ان کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کر دیا، اسی موقع پر مولانا طاہر لاہوری (جو آگے

Marfat.com

چل کر آپ کے فدائی اور مرید بننے کے علاوہ حضرت مجدد کے خلیفہ بھی بننے والے تھے) سے ملاقات کے علاوہ مولانا حاجی محمد اور مولانا جمال الدین تلوی جیسے بزرگ آپ کے حلقہ ارادت و بیعت میں شامل ہو گئے ، یہاں آپ نے حلقہ ذکر و مراقبہ اور علمی مجالس منعقد کیں جن میں زندہ دلانِ لاہور جوق در جوق شریک ہوتے رہے ،ان حلقات و مجالس کے کچھ آثار و یادگاریں اب بھی دیکھنے کو مل جاتی ہیں ۔(16)

معلوم ہوتا ہے کہ قیامِ آگرہ کے دوران میں فیضی اور ابوالفضل کی مجالس میں شرکت کے مواقع پر حضرت مجدد نے جس جراءت و ہمت مومنانہ اور حق گوئی سے کام لیا اور درس و تدریس میں کلمہ حق کی پیروی اور تائید کے لیے جو تلقین فرمائی اکبری عہد میں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اشرار کی خباثتوں سے محفوظ رکھا مگر اکبرآباد سے اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ سرھند شریف چلے آنے اور تربیت و تزکیہ کے آخری مراحل کو طے کرنے کے بعد جب اصلاحِ احوال کے لیے عملی قدم اٹھایا، علماء و مشائخ سے رابطہ کیا اور دینِ حق کو شعبدہ بازوں اور ہندو مزاج و ہندو نواز مسلمانوں کے نرغے سے نکالنے کا فیصلہ کیا تو اس کے ردِ عمل میں تخت و تاج لرز اٹھا اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے لیے آزمائش کا دور شروع ہو گیا اور قلعہ گوالیار میں آپ کی نظر بندی پر منتج ہوا اسیری کی اس آزمائش کے اسباب پر کئی ایک محققین نے نظر ڈالی ہے اور اپنی رائے دی ہے راقم الحروف کی رائے میں اس کے پانچ اسباب ہو سکتے ہیں۔

1) قیامِ آگرہ کے دوران میں حضرت مجدد نے فیضی اور ابوالفضل پر اپنی علمی صلاحیت کی برتری ثابت کر کے جس طرح انہیں حیرت میں ڈال دیا اور لاجواب کر دیا تھا اور جس طرح آپ نے حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کر کے اور وعظ و ارشاد سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اسے فیضی و ابوالفضل جیسے جاہ پرست اشرار نے اپنے لیے خطرے کی گھنٹی تصور کیا ہو گا اس کا ایک تقاضا یہ بھی تھا کہ چغل خور سب کچھ ایوانِ حکومت تک بھی پہنچا دیں اور اس خطرے کا تدارک کرنے کے لیے اس پر کڑی

Marfat.com

نظر رکھنے کا بھی فیصلہ ہوا ہو، چنانچہ جونہی آپ نے لوگوں سے روابط شروع کیے اس وقت تختِ شاہی کے لیے یہ سب کچھ آنے والا خطرہ بن گیا۔

(2) مکتوباتِ امام ربانی نے بھی اس وقت کے ھندوستان میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا ،آج یہ مکتوبات علوم و معارف کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں مگر عہدِ اکبری و جہانگیری میں انہیں آج کے پریس کی سی حیثیت حاصل ہوگئی تھی، یہ مکتوبات بڑی تیزی اور حکیمانہ تدبر کے ساتھ لوگوں تک پہنچائے اور پھیلائے جا رہے تھے، خط نویسی ہے تو ایک معمول کا کام مگر حضرت مجدد کے مکتوبات چلتا پھرتا شیخ احمد سرھندی تھے، علوم و معارف سے لب ریز خزانے تھے اور دینِ حق کے بدخواہوں اور غلط کاروں کے لیے تازیانے تھے، آپ نے اکبری عہد کے امراء کو بھی خطوط لکھے اور بعد میں جہانگیری عہد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا، ان مکتوبات میں حضرت شیخ نے دینِ حق کو مسخ کرنے، دینی شعائر کی توہین کرنے اور سنت و شریعتِ نبوی سے گریز کرنے والوں کو متنبہ کیا اور باز آنے کی تلقین فرمائی۔

(3) مکتوبات کے علاوہ اپنے پیروکاروں کو دینِ حق کی تبلیغ کے لیے ھندوستان اور بیرونِ ملک روانہ کرنا شروع کیا سرھند شریف کی مجددی تربیت گاہ کا شہرہ سن کر اسلامی دنیا کے مختلف گوشوں سے علماء و مشائخ کی جماعات حاضر ہو کر تربیت پا کر تبلیغی مہمات پر روانہ ہو رہی تھیں، زبدۃ المقامات میں خواجہ ہاشم کشمی نے حاضر ہونے والے اور بھیجے جانے والے وفود کی تفاصیل دی ہیں جس کے مطابق ستر علماء و مشائخ مولانا محمد قاسم کی رہنمائی میں ترکستان روانہ کیے گئے، چالیس علماء شیخ فرخ حسین کی قیادت میں بلادِ عرب، یمن، شام اور روم بھیجے گئے، مولانا محمد صادق کابلی کی قیادت میں دس علماء کو کاشغر روانہ کیا گیا اور شیخ احمد کی رہنمائی میں تیس تربیت یافتہ علماء کو توران، بدخشاں اور خراسان بھیجا گیا بیرونِ ملک سے حاضر ہو کر تربیت پانے، خلافت سے نوازے جانے اور تبلیغ کی ذمہ داریاں اٹھانے والوں میں شاہ بدخشان کے خاص معتمد علیہ

Marfat.com

مولانا طاہر بدخشی، شیخ عبدالحق شادمانی، مولانا صالح کولابی، شیخ احمد برسی، مولانا یار محمد اور مولانا محمد یوسف کے نام قابلِ ذکر ہیں جو طالقان سے آئے تھے، اس کے علاوہ ہندوستان میں جو بزرگ دعوتِ مجددی کے علمبردار بنا کر بھیجے گئے ان میں خواجہ میر محمد نعمان دکن اور شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو پہلے سہارنپور پھر آگرہ کی شاہی لشکر گاہ میں بھیجا گیا، شیخ طاہر لاہوری کو شہر لاہور سپرد ہوا، شیخ نور محمد پٹنی کو بہار کے شہر پٹنہ میں جبکہ شیخ حمید بنگالی کو بنگال روانہ کیا گیا ان میں سے بعض بزرگ بڑی پرکشش شخصیت کے مالک تھے اور صاحب علم و عمل تھے، انہیں غیر معمولی کامیابیاں حاصل ہوئیں حتی کہ زائرین و طالبین کا تانتا بندھا رہتا۔

(4) حضرت مجدد کے بعض فرستادہ لوگوں میں ایسے بزرگ بھی تھے جن کے ہاں سلطنت کے امراء و اعیان بڑی کثرت سے آنے جانے لگے تھے، پھر ان میں سے بعض بزرگوں کی طرف کچھ قابلِ اعتراض اقوال بھی منسوب کیے جاتے تھے، اور درحقیقت ان کے بعض اقوال اور کشفی کمالات بے احتیاطی کی پیداوار تھے، ہوسکتا ہے یہ اقوال و کشوف خلافِ شرع نہ بھی ہونگے مگر ایسے لوگوں میں انہیں بیان کرنا اور عام کرنا جو انہیں سمجھنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں خطرناک تھا، اس لیے تو ارشادِ نبوی ہے کہ ''لوگوں سے ان کی ذھنی سطح کے مطابق بات کیا کرو'' اس کی واضح مثال شیخ بدیع الدین سہارنپوری ہیں جنہیں حضرت مجدد نے پہلے سہارنپور اور پھر آگرہ کی فوجی چھاؤنی میں متعین کیا تھا شیخ سرھند کے دشمنوں نے ان کی ذمہ داری ان پر بھی ڈالی اور اس طرح حکومتی حلقوں میں ان کے خلاف فضا قائم ہوگئی، خصوصاً بادشاہ کے دل میں شیخ مجدد کے خلاف کدورت پیدا ہوگئی اور وہ ان پر ہاتھ ڈالنے کی سوچنے لگا۔

(5) جہانگیر تعلیمی و فکری طور پر کسی درجہ کا مالک نہ تھا، وہ اپنے باپ اکبر کے دینِ الٰہی سے بھی بیزار تھا اور علماء سوء سے بھی، وہ ایک سادہ سنی مسلمان تھا جسے فلسفہ و کلام کی موشگافیوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی، وہ آرام طلب اور عیش پرست مغل شہزادہ تھا، وہ اگرچہ سنی تھا مگر اس کے گھر اور

Marfat.com

دربار پر شیعی اثرات کا غلبہ تھا، دشمنوں نے حضرت مجدد کے خلاف اس قدر زہر اگلا کہ بادشاہ کا دل کبھی صاف نہ ہو سکا، اس نے توزکِ جہانگیری میں شیخ کا ذکر ہر جگہ تحقیر آمیز اسلوب میں کیا ہے حتیٰ کہ گوالیار کی اسیری سے رہائی کے بعد کے سالوں میں بھی بادشاہ نے اپنی ڈائری یا خودنوشت سوانح حیات میں شیخ کے لیے کلماتِ خیر استعمال نہیں کیے، چونکہ وہ مذہبی جھگڑوں اور فتنہ پروری سے خائف تھا اس لیے بدخواہوں کی چغل خوری نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ حضرت امام مجدد کو قلعہ گوالیار میں بند کر دے، سجدہ تعظیمی سے شیخ کا مومنانہ انکار اور اس پر علماء سوء اور شیخ کے دشمنوں کے تبصرے اور حاشیہ آرائی نے جلتی پر تیل کا کام کیا، شیخ ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ: ''مغل سلاطین مشائخ سے عوام کی حد سے بڑھی ہوئی عقیدت، رجوعِ عام اور ان کے گرد پروانہ وار جمع ہو جانے سے ہمیشہ خائف رہے۔'' (17) صرف یہی نہیں بلکہ اپنے خلاف شورشوں اور بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے ان مشائخ سے کام بھی لیتے رہے مگر ان پر کبھی بھروسہ نہ کیا اور کبھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ اشاعتِ اسلام میں اس گروہِ حق کی سرپرستی کریں بلکہ ان بندگانِ حق سے قربت کی بجائے ہندو نواز اور ہندو مزاج مسلمانوں کو ہی اپنے قریب لاتے رہے۔

ارشادِ نبوی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لیے مناسب اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور وہ ہو جاتا ہے، اقبال کے نزدیک لالہ کی حنابندی کا کام قدرت خود بخود انجام دیتی ہے، حضرت مجدد کی عظمت بھی قلعہ گوالیار کی اسیری سے دوبالا ہو گئی بندۂ مومن کو حق گوئی و بے باکی سے کبھی روکا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح ہر جگہ اور ہر حال میں دعوتِ حق بھی اس کا یقینی معمول ہوتا ہے چنانچہ یہ اسیری بھی ان کے لیے زحمت کے لباس میں رحمت ثابت ہوئی، تنہائی اور فراغت کے عالم میں یادِ خدا اور تزکیہ باطن کا بھی سنہری موقع ملا اور اس کے ساتھ ہی غیر مسلم اہلِ زندان میں تبلیغِ اسلام اور مسلم قیدیوں کی اصلاحِ احوال کا موقع بھی مل گیا، یہاں پر غیر مسلموں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شیخ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا، یہی سنتِ انبیاء

Marfat.com

بھی رہی ہے اور اس کا شرف حضرت مجدد کو بھی نصیب ہوا۔(18)

بادشاہ حضرت مجدد کے علمی کمالات اور دعوت وارشاد کے موثر انداز سے آگاہ ضرور تھ
اور شاید یہ بھی ایک سبب ہو جس کے باعث حضرت شیخ کو قلعہ گوالیار کی اسیری سے رہائی ملی او
بادشاہ کی معیت میں مغل لشکر کی اصلاح وتربیت پر مامور کیا گیا، شیخ جب جہانگیر سے ملے تو اس
نے واضح الفاظ میں کہا کہ آپ کو بادشاہت چاہیے؟ تو حضرت مجدد کا فوری جواب تھا کہ نہیں میں
صرف بادشاہت کی بھلائی چاہتا ہوں جہانگیر کے جب تمام شکوک اور بدگمانیاں دور ہو گئیں تو اس
نے شیخ کو اپنے ساتھ رہنے اور لشکر کی اصلاح کرنے کی پیش کش کی تو حضرت مجدد نے اسے
فوراً قبول کر لیا کیونکہ اس سے شاہی قربت اور اہلِ لشکر سے میل ملاپ میں شیخ کو اپنے مشن کی
کامیابی نظر آئی، ہوسکتا ہے جہانگیر نے یہ عہدہ صرف بطور آزمائش پیش کیا ہو یا ان کے خوف سے
بچنے کے لیے اپنے ساتھ رکھنے میں عافیت نظر آئی ہو مگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ منصب
اپنے اصلاحی اور تعمیری مشن کی کامیابی کے لیے قبول کیا، علماء آج تک نہ کوئی بادشاہت قائم کر سکے
ہیں اور نہ کسی مسلمان بادشاہ کو طاقت سے اپنے سامنے جھکا سکے ہیں، لیکن بادشاہوں کے ساتھ ر
کر یا ان کی مدد معاونت کر کے کامیاب ہوتے رہے ہیں، اس کی زندہ مثالیں مجدد اعظم
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ احمد سرھندی اور عصرِ حاضر میں وہابیت کے علمبردار شیخ محمد بن
عبدالوہاب نجدی ہیں، ان بزرگوں نے اپنے حسنِ تدبر سے حالات کو اپنے حق میں کیا، حق گوئی
سے کبھی باز نہیں آئے مگر حکمران ان کی ہر بات کو حق سمجھ کر مانتے رہے ہیں اور یوں انہوں نے
تجدید واصلاح کے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں!

یہاں پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وسیرت کے لحاظ سے جو بات
قابلِ توجہ اور اور یاد رکھنے کے قابل ہے وہ ان کا اخلاصِ نیت اور تاریخ فہمی ہے، جو انہیں بیک
وقت بے انتہا زیرک اور بے حد دور اندیش مردِ مومن کے روپ میں پیش کرتے ہیں جہانگیر نے

Marfat.com

لیار سے رہائی اور سرھند سے آگرہ بلا کر جب انہیں یہ اختیار دیا تھا کہ وہ اگر چاہیں تو قافلہ
ں کا ہمرکاب ہوکر لشکرِ جہانگیری کی اصلاح ورہنمائی کی ذمہ داری قبول فرمائیں اور اگر پسند
ئیں تو جہاں چاہیں خوشی سے جاسکتے ہیں ،حضرت مجدد نے یہ بھانپ لیا تھا کہ یہ پیشکش
صل ان کی آزمائش ہے کیونکہ انہوں نے بادشاہ سے یہ صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اقتدار کے
کے نہیں ہیں بلکہ کرسئ اقتدار کی خیر خواہی کے طالب ہیں ،اب اگر وہ انکار کر کے جان
ِانے کی کوشش فرماتے تو جہانگیر کے شکوک وشبہات پھر لوٹ آتے ،انہوں نے قافلہ شاہی کا
کاب ہونا ایک تو اسی لیے قبول کیا تھا ،دوسرے وہ اسلامی تجدید اور امامت کی تاریخ کا پورا پورا
اک رکھتے تھے ،انہیں معلوم تھا کہ منبع حکمرانی سے دور رہ کر یا تصادم کی راہ اختیار کر کے نہ صرف
امی ھندوستان بلکہ پوری اسلامی تاریخ کا کوئی مصلح کوئی مجدد یا مجتہد اپنے مشن کی تکمیل میں صحیح
یں کامیاب نہیں ہوسکا ،پھر وہ یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ ملاں مبارک ناگوری اور اس کے بیٹے
ی اور ابوالفضل قربِ شاہی کے طفیل جلال الدین اکبر جیسے ان پڑھ مگر ضدی بادشاہ کو کس طرح
شے میں اتار کر دینِ حق کی بیخ کنی کے لیے آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اس کا توڑ بھی
ب تصادم یا مقابلہ کے بجائے خیر خواہی اور حسنِ تعاون سے ہی ممکن ہے ،اصلاحِ کار کے لیے
نرتِ شیخ کے غیر مشروط تعاون نے نہ صرف بادشاہ کو اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا بلکہ
ریخ کا دھارا ہی بدل دیا! حضرت مجدد نے نہ صرف اکبر کے نام نہاد دینِ الٰہی کی جڑیں کاٹ
یں بلکہ شریعت وسنتِ رسول اللہ ﷺ کو بحال کرنے اور ان کا جائز مقام دلانے میں بھی
امیاب ہو گئے! تو شیخ احمد سرھندی مجدد الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ یہ ہے! شاہ جہان اور
ورنگزیب عالمگیر بھی اس مجددی تحریک کا ہی ثمر ہیں!!

لشکرِ جہانگیری کے ساتھ قطب البلاد شہرِ لاہور میں اپنے قیام کے دوران میں
حضرت مجدد نے صنادیدِ لاہور کو نہ صرف پوری طرح متاثر کیا بلکہ داتا کی اس نگری کو قلعہ اسلام بنا

Marfat.com

دینے کی تاکید فرماتے رہے، جہانگیر ان کے سلوک اور حسنِ تعاون سے بے حد متاثر ہ
حضرت سے اس قدر مانوس ہو گیا تھا کہ جب لاہور سے واپس جاتے ہوئے سرہند شریف
گزرے تو نہ صرف یہ کہ امامِ سرہند کی دعوت قبول کی بلکہ جب حضرت نے کبرسنی کے
سرہند میں ہی رک جانے کی خواہش ظاہر کی تو بادشاہ کو یہ جدائی گوارا نہ ہو سکی اور اس نے
اصرار لشکرِ شاہی کے ہمراہ دہلی، پھر بنارس اور پھر اجمیر کے سفر میں شریک کیا، یہیں اجمیر میں
کے ولی صادق کے پاکیزہ دل کو سفرِ آخرت کی تیاری کا حکم مل گیا اور وہ اپنے احباب و اقارب
ہمراہ سرہند شریف واپس آ گئے جہاں بروز شنبہ چاشت کے وقت 28 صفر المظفر 034
رحلت فرما گئے، اگر ان کی ولادت باسعادت کی تاریخ 14 شوال المکرّم 971ھ ہی ہے
طرح آپ کی عمر مبارک تقریباً 63 سال بنتی ہے، (19) رحمہ اللہ **رحمة واسعة!**

شیخ سرہند کو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادیوں کے علاوہ سات فرزند عطا فرمائے تھے
میں سے دو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے، ان کے نام محمد فرخ، محمد عیسیٰ اور محمد اشرف ہیں۔
سے بڑے بیٹے خواجہ محمد صادق بھی جوانی میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے، آپ کے تین عظیم
حضرت خواجہ محمد سعید، حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت خواجہ محمد یحییٰ رحمہم اللہ، سلسلہ مج
نقشبندیہ کے روشن ستارے اور امام ہیں۔ (20)

اولاد امجاد کی طرح آپ کی تصانیف بھی سرچشمہ رہنمائی اور مرجع خلائق ہیں جن
سرِ فہرست تو آپ کے مکتوبات ہیں جو علوم و معارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں، اس کے
اثبات النبوة ، رد روافض، رساله تهليلية، مبداو معاد، معارفِ لدن
تعليقات بر شرح رباعيات خواجه باقی بالله اور مكاشفات عينيه ، یہ
چھوٹے چھوٹے مگر بہت اہم اور قیمتی رسالے ہیں۔

Marfat.com

شہرِ لاہور اور حضرت امام ربانی

آج تو لاہور کے لئے شاید یہی اعزاز کافی ہے کہ زبانِ خلق کہتی ہے کہ "لاہور لاہور ہے" گویا اب تو صرف نام ہی کافی ہے! مگر اللہ تعالیٰ کی وسیع وعریض سرزمین پر آباد اس انسانی بستی کا ایک ماضی بھی ہے جو شاندار ہے اور ایک تاریخ بھی ہے جو طویل وقدیم ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد دلچسپ بھی ہے کیونکہ اس تاریخ میں نشیب وفراز بھی ہیں، کئی ایک داستانیں بھی ہیں جن میں سے ہر ایک ایسی حیرت انگیز ہے کہ طلسم ہوشربا کے زمرے میں آتی ہے اور ایسی رنگین ہے کہ کوئی خلاق ذہنِ انسانی خواہ کتنا ہی افسانہ طراز ہو اس کا جواب نہیں لا سکتا!

اس انسانی بستی کے بسانے والے کے متعلق قطعی طور پر اور فیصلہ کن انداز میں کچھ اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس کی کہنگی اور قدامت کے حوالے سے یہی کافی ہے کہ ارض پر جنت سے نکالے جانے والے آدم کے ھبوط ونزول سے "لاہور" کو منسلک مانا گیا ۔انگریز شاعر ملٹن کی فردوس مفقود وجنت گم شدہ (PARADISE LOST) میں آدم ولاد آدم کی باتیں کرنے والے فرشتوں کی زبان پر بھی اس بستی کا نام رواں تھا(۱)۔ عرب یین اور جغرافیہ نویس جنہیں اللہ تعالیٰ کی اس بستی ۔روئے زمین۔ کی جامع تاریخ مرتب نے اور جغرافیہ ضبطِ تحریر میں لانے کا اولین فخر حاصل ہے۔ وہ اس "شہرِ لاہور" کے نام کی شکل لفظ کی ایک درجن کے قریب روایات درج کرتے ہیں حتی کہ ایک فرزند لاہور اور فارسی کا سب پہلا صاحب دیوان "لاہوری شاعر" مسعود سعد سلمان لاہوری بھی اپنے کلام میں لاہور کے ظ کی نصف درجن کے قریب شکلیں اپنے کلام میں باندھتا ہے(۲) جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نوی دور کے لاہوری اپنے شہر کا نام متنوع تلفظ کے ساتھ ذکر کرتے اور بتاتے تھے۔ تاہم آج

Marfat.com

کے لاہوری اسے لکھتے "لاہور" مگر بولتے "لہور" ہیں!

یہ شہر لاہور بہت سے اعلام علم وادب اور فکر وفن کا مولد ومنشا بھی ہے۔ ماوی وملجا بھی رہا ہے اور بہت سوں کا مرقد ومدفن بھی ہے۔ عربی زبان کا سب سے بڑا لغت صاحب "العباب الزاخر" (ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر) امام حسن صغانی لاہوری بھی یہاں پیدا اور حرمین شریفین کے ایک معتبر تاریخ نویس علامہ قطب الدین محمد نہروالی لاہوری نے بھی اس میں جنم لیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سید ہجویر ومرشد لاہور ابوالحسن علی بن عثمان داتا گنج بخش رحمۃ البجرت اور مرقد بھی یہی لاہور ہے اور شاعر مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال بھی خاک لاہور ابدی نیند سو رہے ہیں!

لاہور کے گن گانے والا اور اس شہر سے نسبت رکھنے والا فارسی زبان کا سب پہلا صاحب دیوان شاعر مسعود سعد سلمان لاہوری جو انصار مدینہ رضی اللہ عنھم کی اولاد میں سے اپنے ماویٰ وملجا شہر لاہور کی مدح میں رطب اللسان ہے (۳):

اے لاہور! ویحک! بی من چگونہ — بی آفتاب روشن، روشن چگونہ

ای آنکہ باغ طبع من آراستہ ترا — بی لالہ و بنفشہ وسوسن چگونہ

تو مرغزار بودی ومن شیرِ مرغزار — با من چگونہ بودی وبی من چگونہ

ناگہ عزیز فرزند از تو جدا شدہ است — با دردِ او بنوحہ وشیون چگونہ

1- اے لاہور! تجھے کیا پڑی ہے؟! تو میرے بغیر کیسا ہے؟ مجھ جیسے روشن آفتاب کے بغیر تو کیسا روشن ہے!؟

2- اے وہ شہر کہ جسے میری شاعرانہ طبیعت نے آراستہ کیا ہے اب تو اپنے گل لالہ گل بنفشہ اور گل سوسن کے بغیر کیسا ہے!!؟

Marfat.com

3- ایک وہ بھی تو وقت تھا جب تجھے ایک سرسبز و شاداب چراگاہ کی حیثیت حاصل تھی اور میں اس چراگاہ کا شیر تھا! یہ تو بتا کہ جب میں تجھ میں رہتا تھا تو تیرا کیا حال تھا اور اب (جبکہ مجھے گرفتار کر کے تجھ سے دور ایک قلعہ میں غزنوی بادشاہ نے قید کرا دیا ہے تو اب) تو میرے بغیر کیسا لگتا ہے؟!

4- اچانک تیرے ایک فرزند عزیز (مسعود سعد سلمان لاہوری) کو تجھ سے جدا کر دیا گیا ہے تو اب تو اس کے دردِ فراق میں نوحہ اور ماتم کرتے ہوئے کیسا لگتا ہوگا!

شاعر نے بجا طور پر خود کو لاہور کا آفتاب روشن، شیر بیشہ اور فرزند عزیز تصور کیا ہے مگر اسے یہ بھی احساس ہے کہ ماوی و ملجا شہر لاہور اپنے فرزندوں کے لئے درد بھی رکھتا ہے۔ ان کی جدائی میں دکھی ہوتا اور روتا بھی ہے! کیوں نہ ہو آخر وہی تو اسکی رونق اور جان ہیں اور انہی سے تو اسکا نام ہے!

مسعود کو اپنے ماوی و ملجا سے بہت پیار تھا۔ اپنے دو شعروں میں لاہور کے نام کی دو مختلف شکلیں باندھتا ہے اور اپنے خلوص محبت کا اظہار کرتا ہے (۴):

محملی باید از خداوندم — کہ ازو بوی لووھور آید
کہ ھمی زار و زوی لوھاور — جان و دل درتنم ھمی پاید

1- میں اپنے آقا سے ایک ایسے محمل کا طلبگار رہوں کہ جس سے لووھور کی مہک آتی ہو۔
2- کیونکہ یہی دردمند اور غم خوار لاہور ہی تو ہے جو میری جان اور دل بھی ہے اور جس کے سہارے میرا جسم قائم و دائم ہے!

بات کا رخ موڑنے سے پہلے لاہور کی شان میں مسعود کی ایک رباعی سننے میں کیا حرج ہے۔ (۵)

دانی کہ بابند گرانم یارب! — دانی کہ ضعیف و ناتوانم یارب!
شد درغم لوھور روانم یارب! — یارب کہ درآرزوی آنم یارب!

Marfat.com

1- میرے مولیٰ! تو جانتا ہے کہ میں بھاری بیڑی میں بند ہوں اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ میں ضعیف اور ناتواں بھی ہوں!

2- میری روح لاہور کے غم میں گرفتار ہے یارب! مولیٰ! اب تو یہی لاہور ہی میرا مرکز آرزو ہے!

امام ابوسعید عبدالکریم سمعانی متوفی 562ھ (1166ء) نے اپنی مشہور کتاب تذکرہ (کتاب الانساب) میں کئی ایک ایسے اھل علم وکمال کا تذکرہ کیا ہے جو "لاہوری" کی نسبت سے مشہور ہوئے ہیں وہ اس ضمن میں لاہور کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں (٦)

"مدینہ من بلاد الہند کثیرۃ الخیر و یقال لہا لوھور و لاھور"

"یہ ہندوستان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جو بہت خیر و برکت والا شہر ہے۔ اسے لوھور اور لاھور بھی کہتے ہیں"

فارسی زبان کا مشہور شاعر طالب آملی ایران سے ہندوستان آیا اور لاہور پہنچا تو اولیاء اللہ کی اس پاک وصاف بستی سے بہت متاثر ہوا۔ یہ لاہور کے ولی اور صوفی شاعر شاہ ابوالمعالی قادری لاہور کا زمانہ تھا۔ طالب آملی نے حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کر لی۔ طالب کو لاہور اس قدر پسند آیا کہ کہہ اٹھا (٧):

خوشا لاہور و فیض آبِ لاہور — بہ طاعت میل شیخ و شاب لاہور
کہ پیر دستگیر و مرشدِ من — یکے قطب است زاقطاب لاہور
خدایا زندۂ جاوید دارش — بہ آبِ خضر یعنی آبِ لاہور!!

1- کیا کہنا شہر لاہور اور اس کے فیض رساں پانی کا! یہاں کے بزرگ بھی اور جوان بھی اطاعت و عبادت کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

2- کیونکہ میرا پیر دستگیر اور مرشد بھی اسی شہر لاہور کے قطبوں میں سے ایک قطب ہے!

Marfat.com

3- اے میرے خدا! میرے مرشد کو اس شہر لاہور کے پانی سے جو آبِ حیات کی حیثیت رکھتا ہے زندہ جاوید بنا دے!!

دارشکوہ اگر ھندوستان کا تاج وتخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو لاہور کو وہ اپنا پایہ تخت بنانے کا عزم رکھتا تھا مگر لاہور "لاہور" نہ رھتا بلکہ آج اس کا نام "داراپور" ہوتا۔ وہ پنجاب سے عشق کا مدعی تھا اور لاہور کو اپنے لئے کعبہ تصور کرتا تھا (۸):

عشق پنجابم نمودہ بے قرار — زانکہ نقش دوست در پنجاب ھست

کعبہ من حضرت لاہوردان — سجدۂ من سوئے آن محراب ھست

چوں بپا داخل شوم در شہر او — ساختن از سر قدم زآداب ھست

قادری را کعبہ (داراپور) شد — کاندران بسیار فتح الباب ھست

1- پنجاب کے عشق نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے کیونکہ دوست کے آثار ونشانات پنجاب ہی میں تو ہیں!

2- لاہور کے دربار کو میرے لئے قبلہ وکعبہ سمجھو اسی لئے میرا سجدہ اسی محراب کی جانب ہوتا ہے۔

3- میں جب اپنے محبوب کے شہر میں چل کر داخل ہوتا ہوں تو اپنے لئے سر کے بل چلنے کو محبت کے آداب وقواعد میں سے تصور کرتا ہوں!

4- قادری (دارشکوہ) کے لئے داراپور یعنی لاہور قبلہ وکعبہ بن چکا ہے کیونکہ اسی لاہور میں بہت سی مشکلات کے حل نکل آتے ہیں!

سرزمین پنجاب اور شہر لاہور سے دارشکوہ کی والہانہ محبت کا سبب حقیقی یہ تھا کہ اس شہر اولیاء اللہ میں اس کے پیر ومرشد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ بھی جلوہ فگن تھے اولیاء اللہ سے محبت اور اپنے مرشد سے والہانہ لگاؤ کے باعث ہی وہ پنجاب اور اس کے مرکز لاہور کی مدح میں رطب اللسان نظر آتا ہے اور سراپا دعا ہے (۹):

Marfat.com

خدا پنجاب را معمور دارد — زخاک اولیاء منظور دارد

بود آباد دائم شہر لاہور — وباوقحط ازیں جادور دارد

ہمیشہ اولیا خیزند ازیں ملک — خدا ایں قوم را منصور دارد

خطابِ او چو حق کردہ لہاوور — مدام ایں شہر را پرنور دارد

بود فخرش بہ خاک حضرت میر — کہ در خود ہمچو او مشہور دارد!!

1- خدا تعالیٰ سرزمین پنجاب کو شاد و آباد رکھے، اولیائے کرام کی خاک ہونے کے طفیل حق تعالیٰ اس سرزمین پر نظر کرم فرمائے!

2- خدا شہر لاہور کو ہمیشہ آباد رکھے، وبا اور قحط کو اس بستی سے دور رکھے!

3- اس سرزمین سے ہمیشہ اولیاء اللہ ہی اٹھتے رہیں اور اس قوم کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ کامیاب و کامران رکھے!

4- قدرت خداوندی نے اس شہر کو چونکہ لہاوور کا نام دیا ہے اس لئے حق تعالیٰ ہی اس شہر کو ہمیشہ پرنور رکھے!

5- حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے لاہور کو فخر ہوتا کہ یہ شہر بھی ان کی طرح ہی زمانے بھر میں مشہور رہے! آمین!

نواب احمد یار خان یکتا مغلوں کے عہد حکومت میں پنجاب کے حاکم رہے۔ ان کا مزار شریف شہر خوشاب میں ہے جو اب ضلع بن چکا ہے۔

نواب یکتا نے بھی پنجاب اور لاہور کو خراج عقیدت پیش کیا ہے (۱۰):

لیک لاہور مصر محبوبی است — یوسفستان عالم خوبی است

"یعنی لاہور ایک پیارا شہر ہے اس میں حسن یوسف کی سی خوبیوں کی ایک دنیا آباد ہے!"

پھر فرماتے ہیں:

Marfat.com

صبح صادق کہ مطلع نور است — یکے از کوچہ ہائے لاہور است

از بلندی گوشت پایۂ رو — نہ فلک پست زیر سایہ او

آسمان گنبد نمودارش — کہکشاں رستہ زبازارش

دیدہ عالم است مطلع نور — چشم بد زیں سواد اعظم دور

1- صبح صادق کی گھڑی کہ نور کے طلوع ہونے کا وقت ہے یہ گھڑی اور یہ وقت شہر لاہور کا ایک کوچہ ہے!!

2- اس کا مرتبہ تمام بلندیوں سے بھی آگے ہے اس کے سایہ میں نو آسمان بھی پست نظر آتے ہیں۔

3- قدرت اسے بلند سے بلند تر کرتی رہے اور اس کے کوچہ و بازار سے کہکشائیں پھوٹتی رہیں!!

4- اس کے مطلع نور کو دیدۂ جہاں کی حیثیت حاصل ہے اس عظیم ترین بستی سے چشم بد دور رہے!!

لیکن اس شہر لاہور کو، جسے مجددی زبان مبارک نے "قطب ارشاد" یعنی محورِ ھدایت و قیادت فرمایا، دو شرف ایسے بھی نصیب ہوئے ہیں جو اللہ تعالی کی اس وسیع و عریض سرزمین کی دیگر پر رونق بستیوں میں سے کسی اور کے حصے میں نہیں آئے، ان میں سے ایک شرف و اعزاز تو یہ ہے کہ یہ لاہور شاعر مشرق کا مہجر و مسکن بھی رہا ہے اور ان کا مدفن و آخری آرام گاہ بھی ہے، وہی حکیم الامت محمد اقبال جن کے لازوال فکر و تخیل نے برعظیم کی ملت اسلامیہ کے لئے آزاد مملکت اسلام کی تاریخ ساز و غیر فانی تجویز کو اسی شہر لاہور کے "اقبال پارک" (پرانا منٹو پارک) میں مزار اقبال ہی کے پہلو میں مسلمانانِ برعظیم کے نمائندہ تاریخی اجتماع نے اپنے محبوب قائد محمد علی جناح کی قیادت اور سرپرستی میں ایک تاریخ ساز قرارداد کی شکل دی تھی! وہی اقبال جنہوں نے فرمایا تھا(۱۱):

Marfat.com

اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو

لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمر قند

اس ضمن میں شہر لاہور کا دوسرا اعزاز وشرف بھی لاجواب وبیمثال ہے کہ اس بستی کی تاریخی شان بڑھانے اور اسے انظارِ جہان کا مرکز وقبلہ بنانے کے لئے آل بیت النبی ﷺ کے ایک ممتاز و نامور فرزند اس بتکدۂ ھند میں شجرہ اسلام کی تخم ریزی کے لئے وارد لاہور ہوئے اور یہاں دین حق کے علمبردار اور طریقت ومعرفت کے میدان میں پیر کامل ومرشد لاہور کے منصب پر فائز ہوئے ،وہ از خود ھدایت مرشد کے مطابق دور ودراز کے سفر کی مشقتیں اٹھاتے ہوئے لاہور میں رونق افروز ہوئے !وہ بلاشبہ برعظیم پاک وھند اور خاک پنجاب میں شاہراہِ تصوف وطریقت کے امام اول اور سب سے پہلے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ ہیں سید ھجویر شیخ ابوالحسن علی بن عثمان ھجویری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جن کی آمد سے بقول اقبال خاک پنجاب کو زندگی اور تابندگی نصیب ہوئی !جب سے سید ھجویر نے شہر لاہور کو اپنا مہجر ومسکن بنایا اور پھر اسی میں ان کا مرقد ومدفن بنا اس وقت سے وہ لاہور کے اور لاہور ان کا ہو چکا بلکہ انہوں نے تو اپنے فضل وکمال، علم وعرفان اور عظیم القدر خدمت آدمیت سے لاہور کو اپنے آپ میں سمو کر اور اپنے لقب کے ساتھ ملا کر داتا کی نگری کا نیا نام عطا فرما دیا ہے !انہوں نے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو بندگان حق اور اسلام کے حلقہ بگوش بنا دیا اس لئے وہ بلاشبہ مرشد لاہور ہیں !جس شہر کے حوالے سے ہمارے بعض قدیم اھل علم نے یہ بصراحت لکھدیا تھا کہ لاہور میں کسی کلمہ گو کا وجود ہی نہیں تھا (۱۲) اسی شہر لاہور کا حضرت داتا کی آمد سے رنگ ہی نہیں بدلا مقدر بھی بدل گیا ہے، انہوں نے اھل لاہور کو راہ حق دکھا کر شہر لاہور کو اسلام کا مرکز لازوال اور قطب ارشاد بنا دیا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرھندی ۔۔رحمۃ اللہ علیہ۔۔نے اسی زندۂ جاوید بستی شہر لاہور کو قطب ارشاد یعنی ھدایت کا محور قرار دیا ہے اور اسی حوالے سے یہ بستی حضرت مجدد کے ذکر خیر کا

Marfat.com

حصہ بن گئی ہے، لاہور شہر کے متعلق حضرت مجدد کی رائے حقیقت کی ترجمانی تھی؟ پیشین گوئی تھی؟ یا دعائے خیر تھی؟ میری رائے میں یہ سب باتیں درست ہیں، داتا کی اس نگری کے متعلق سر ھند کے ولی کامل کے یہ الفاظ دعائے خیر بھی ثابت ہوئے کیونکہ ان کی ھدایت و اصلاح پر کان دھرنے والا جہانگیر اور اس کی ملکہ بھی یہاں آ کر دفن ہوئے، تصور پاکستان دینے والا اقبال بھی یہیں آ کر رونق افروز ہوا اور اب یہیں پر ابدی نیند سو رہا ہے اور پاکستان کے دھڑکتے دل شہر لاہور میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو ملت اسلامیہ برعظیم پاک و ھند کے قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت قراردادِ پاکستان منظور کی گئی، یہ شیخ کی دعا بھی تھی اور پیشین گوئی بھی مگر ان کی یہ رائے حقیقت کی ترجمانی بھی تھی کیونکہ امام ربانی نے یہاں آ کر خود مشاہدہ کر لیا تھا کہ مرشد لاہور حضرت سید ھجویر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بستی کی صرف تاریخ ہی نہیں بدلی مقدر بھی بدل دیا ہے، حضرت مجدد سے بہت پہلے سلطان الہند خواجہ اجمیر معین الدین چشتی سجزی رحمۃ اللہ علیہ سید ھجویر کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کشف المحجوب کے اس عظیم مصنف کو ناقصوں کا پیر کامل اور کاملوں کے لئے رھنما کے خطابات سے نواز چکے تھے، اقبال کے الفاظ ہیں (۱۳):

سید ھجویر مخدوم امم　　مرقد او پیر سنجر را حرم

بندہائے کوہسار آساں گسیخت　　در زمین ھند تخم سجدہ ریخت

عہد فاروق از جمالش تازہ شد　　حق زحرف او بلند آوازہ شد

پاسبانِ عزت ام الکتاب　　از نگاھش خانہ باطل خراب

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت　　صبح ما از مہرِ او تابندہ گشت

۱۔ وہ ھجویر کے سید اور سب کے مخدوم ہیں جن کا مزار خواجہ اجمیر معین الدین چشتی سجزی کے نزدیک حرم کا درجہ رکھتا ہے۔

۲۔ آپ پہاڑوں جیسی رکاوٹیں آسانی سے دور کرتے ہوئے تشریف لائے اور ھندوستان کی

Marfat.com

سرزمین میں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی بنیاد رکھ دی۔

۳۔ان کے جمال سے عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تازہ ہو گیا اور آپ کی گفتار سے حق کا بول بالا ہو گیا۔

۴۔وہ ام الکتاب کے محافظ ہیں اور ان کی ایک نظر سے باطل کا گھر ویراں ہو گیا۔

۵۔ان کے دم قدم سے خاکِ پنجاب کو زندگی عطا ہو گئی اور آپ کے آفتاب روشن سے ہماری صبح چمک اٹھی۔

اسی لاہور شہر اولیاء اور داتا کی نگری کو حضرت مجدد نے قطب ارشاد قرار دیا اور علمی مراکز اور اولیاء اللہ کے انوار سے منور یہ بستی بلاشبہ اس خطاب کی سزاوار ہے مگر شیخ سرھند کے اس ارشاد کی تشریح وتوضیح تین سو سال بعد آنے والے شاعر مشرق نے فرمائی اور ہوتے ہوتے گردش ایام نے امام ربانی کی پیشین گوئی کو سچ کر دکھایا اور ان کی دعائے درویشانہ کو اللہ تعالی نے قبولیت کا شرف بخشا چنانچہ آج وہی لاہور لاہور ہے!

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے عہد تک شہر لاہور نے اپنے مرشد عالی مقام سید ھجویر اور دیگر اھل علم وفضل، اولیاء اللہ اور علمی درسگاہوں کے طفیل اس نے اسلامی دنیا میں شہرت عام حاصل کر لی تھی اور بقائے دوام کی راہوں پر گامزن ہو چکا تھا، کئی اہل علم اور تاریخ نویسوں نے بھی شہر لاہور کے اس عالی مقام اور شہرت عام کا اعتراف کرتے ہوئے اسے عمدہ الفاظ میں یاد کیا ہے "تاج المآثر" کا مصنف حسن نظامی نیشاپوری حضرت مجدد کے قطب ارشاد اور داتا کی نگری کو قبلہ احرار و ابرار، کعبہ اشراف، مرکز اھل تقوی، مأمن زھاوعباد اور مسکن اقطاب و اوتاد مانتا ہے، فخرِ مدبر مؤرخ عہد کا مؤرخ ہے اور اکبر کے عہد سے تعلق رکھتا ہے، وہ بھی شہر لاہور کو مرکزِ اسلام ھند اور ثانی دارالملک غزنین تسلیم کرتا ہے۔(۱۴)

محمد ہاشم کشمی صاحب زبدۃ المقامات (۱۵) نے بتایا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی متعدد بار

Marfat.com

لاہور میں وارد ہوئے، آپ کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد کا لاہور آنا بھی ثابت ہے، شیخ سرھند شروع میں اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ لاہور آئے پھر اس کے بعد بھی کئی بار آنا ہوا اور لمبی مدت تک یہاں مقیم رہے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وتربیت سے مستفیض ہونے کے لئے پورا ایک سال لاہور میں بسر کیا، لاہور میں حضرت مجدد کی علمی واصلاحی مجالس سے عوام وخواص یکساں طور میں مستفید ہوتے تھے، علمائے کرام اور مشائخ عظام کے ساتھ بھی آپ کی خصوصی نشستیں رہتی تھیں، لاہور کے علمائے عربیہ واسلامیات میں مولانا محمد جمال تلوی عہدِ مجدد کے مشہور عالم ہوئے ہیں، ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حلقہ مجددی میں حاضر تھے، وحدۃ الوجود کے مسئلہ پر گفتگو جاری تھی، حضرت مجدد کی پرزور اور مدلل گونجتی ہوئی آواز سے مولانا تلوی بے ہوش ہوگئے، (۱۶) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مغلیہ دور کے نامور مفسر، مفکر اور فقیہ ملان عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کے قیام لاہور کے دوران میں ہی انہیں مجدد الف ثانی کے خطاب سے یاد کیا جو آگے چل کر آپکے اسمِ گرامی کے مترادف ہوگیا، (۱۷) دھلی میں جب آپ کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس وقت بھی آپ لاہور ہی میں مقیم تھے، یہیں سے سیدھے دھلی گئے، مزار پر حاضر ہوئے اور اپنے احباب سے تعزیت فرمائی، یہ بات بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ آپ کے فرزند عزیز خواجہ محمد معصوم کی شادی بھی حضرت مجدد کے ایک مریدِ خاص سید صفر احمد رومی کی بیٹی سے لاہور ہی میں انجام پائی تھی (۱۸)

لاہور کے جن اھل علم کا نام روشن، زندہ و پائندہ ہے اور ان پر اھل لاہور بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں ان میں سے ایک مولانا محمد طاہر لاہوری بھی ہیں جو طاہر بندگی کے نام سے مشہور ہیں، یہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے بھی مرید تھے اور حضرت مجدد کے خلفاء میں تو بہت اونچا مقام رکھتے ہیں، ان کے علم وفضل کا اندازہ ان کی تصانیف کے علاوہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مجدد نے اپنے دو عظیم و نامور فرزندوں۔۔خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہما۔۔کی تعلیم وتربیت کا کام مکمل طور پر مولانا محمد طاہر کے سپرد کر دیا تھا۔(۱۹)

حضرت مجدد نے شہر لاہور کو اپنے مکتوبات میں قطب ارشاد قرار دیا ہے مگر یہ یونہی کوئی سرسری بات یا بلاسبب نہیں ہے، ایک تو یہ ہے کہ اس بستی میں سید ہجویر نے نور حق کی جو شمع روشن کی تھی اس کی کرنیں عہد مجدد تک تمام بلاد ھندوستان میں چمکنے لگی تھیں، دوسرے انہوں نے خود بھی اپنی تحریک اصلاحی کا نقطۂ آغاز لاہور ہی کو بنایا تھا جس میں انہیں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اور پورے برعظیم کے علاوہ سنٹرل ایشیا، ترکی اور عرب وعجم میں اس کے اثرات عام ہو گئے اور نہایت حوصلہ افزاء نتائج سامنے آنے لگے تھے، پرفیسر اقبال مجددی کی اس رائے سے اتفاق کئے بغیر چارہ نہیں کہ احیاء دین کی تحریک کا عزم ہوا تو امام ربانی کی نظر خطۂ لاہور پر پڑی اور یہیں سے انہوں نے اپنی اصلاحی تحریک کا آغاز فرمایا، انہوں نے لاہور کے حکام، علماء اور مشائخ سے براہِ راست روابط قائم کئے، احیاء دین کے لئے ایک جامع منصوبہ مرتب کیا جس سے ان کی تحریک برعظیم میں کامیاب ہو کر بیرونی اسلامی دنیا تک پھیل گئی، یہاں سے حضرت مجدد کو نہ صرف اپنی کامیابی پر خوشی اور اطمینان نصیب ہوا بلکہ یہ رائے بھی پختہ ہو گئی کہ شہر لاہور برعظیم کی ھدایت ورھنمائی کے لئے روشنی کا مینار بھی ہے اور اس خطے کی ملت اسلامیہ کا دھڑکتا ہوا دل بھی!(۲۱)

شیخ سرھند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذخیرۂ مکتوبات میں مختلف حوالوں سے متعدد مقامات پر شہر لاہور کا تذکرہ کیا ہے، اس پہلو سے مکتوبات کا مطالعہ ایک مستقل موضوع ہے جو بیک وقت دلچسپ، اہم اور مفید بھی ہو گا لیکن آپ کا مکتوب چھہتر (۷۶) اس سلسلے میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے، یہ مکتوب حاکم لاہور جناب محمد قلیچ خان کے نام ہے، اور مکتوبات (۶۳/۲/۱) کے دفتر اول حصہ دوم کی زینت ہے، اس مکتوب میں حضرت مجدد نے انسانی ترقی و منزلت کو تقوی و پرھیز گاری اور فالتو مباحات کو ترک کرنے کی تلقین فرمائی ہے مگر ضمنی طور پر شہر لاہور کی منزلت و برکات کا بھی تذکرہ کیا ہے:(۲۲)

Marfat.com

"اظہارِ محمدت وشکر گزاری ایشان می نماید کہ در بلدۂ معظّمہ لاہور بوجود ایشان بسیارے از احکام شرعیہ دریں طورِ زمانہ رواجے پیدا کردہ است وتقویت دین وترویج ملت دران بقعہ حاصل گشتہ است، وآن بلدہ نزد فقیر ہمچو قطب ارشاد است نسبت بہ سائر بلاد ھندوستان، خیر وبرکت آن بلدہ بجمیع بلاد ھندوستان ساری است، اگر آن جا دین راترویج است، در ہمہ جا نحوے از رواج متحقق است، حق سبحانہ وتعالی مؤید وناصر ایشان باد!"

ترجمہ: "آں جناب کی ستائش اور شکر گزاری کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ کے وجود سے عظیم شہر لاہور میں زمانے کے طور طریقہ کے باوجود بہت سے شرعی احکام رائج ہو گئے ہیں جس سے دین کی تقویت اور ملتِ اسلامیہ کو اس خطے میں اشاعت حاصل ہوئی ہے، یہ شہر اس فقیر (حضرت مجدد) کے نزدیک تمام بلاد ہندوستان کے مقابلے میں ھدایت کا محور ہے۔اس شہر لاہور کی بھلائی اور برکت تمام بلاد ہندوستان میں جاری ومروج ہے۔اگر وہاں پر دین کو رائج کیا جائے تو اس کے رائج ہونے سے باقی شہروں میں بھی اسے ترویج ملے گی۔حق تعالیٰ آنجناب کے حامی وناصر ہوں"۔

حضرت مجدد یہ دیکھ رہے تھے کہ لاہور آہستہ آہستہ برعظیم کی ایک اہم ترین اسلامی بستی کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے اور مغل شہنشاہ اسے اپنا دوسرا دارالحکومت بناتے جا رہے ہیں بلکہ دلی کو ہندو رنگ ڈھنگ میں ڈوبا ہوا اور "مسلمانانِ ہندو مزاج" کا مرکز بنتے دیکھ رہے تھے جہاں مسلم حکمران ہندو کارندوں اور ہندو مزاج مسلمانوں کے نرغے میں آجاتے تھے اور اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ دلی ہندو اکثریت کا گڑھ تھا۔کوشش یہ ہو رہی تھی کہ جلال الدین اکبر کی طرح مسلمان حکمرانوں کو ہندو مزاج بنا کر ان کے ہاتھوں ہندوستان کی مسلم آبادی کو بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔اس کے برعکس لاہور مسلم اکثریت کے علاقے کا مرکز تھا اسلئے اگر لاہور مسلم ہندوستان کا دارالحکومت بن جائے تو آنے والے وقتوں میں مسلم حکمران ہندو سازشوں

Marfat.com

اور ہندو مزاج مسلمانوں کے نرغے سے آزاد ہو جائیں گے۔

غالباً اس لئے بھی حضرت مجدد لاہور اور اھل لاہور کے حالات سے نہ صرف مسلسل مربوط و باخبر رہے بلکہ یہاں متعدد بار تشریف لا کر اور طویل مدت تک اقامت بھی فرماتے رہے (۲۱)

چنانچہ صوبہ لاہور کے حاکموں اور اھل علم کی سرگرمیوں پر توجہ فرماتے رہے اور انہیں ہدایات دیتے رہے۔ آپ کے وسیع ذخیرۂ مکتوبات میں ایسے شواھد بکثرت ہیں کہ اھلِ علم کی فقہی آرا اور فتاوی کے متعلق آپ نے مبنی بر صواب بے لاگ تبصرے فرمائے اور ان کی اچھی کاوشوں کو سراھتے رہے چنانچہ اپنے مکتوب نمبر 102 میں کتاب فقہ قنیہ المنیہ میں مذکور شرعی احکام کے متعلق مولانا جمال تلوی (جنہیں حضرت مجدد لاہور کے سب سے بڑے عالم اعلم العلمائے لاہور قرار دیتے ہیں) کی رائے کو درست قرار دیتے ہیں اور بعض مفتیانِ لاہور کی آرا کو حلت سود کے مترادف قرار دیتے ہیں جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے (۲۲)

اسی طرح اپنے مکتوب نمبر 193 میں، جو آپ نے شیخ فرید بخاری کے نام تحریر فرمایا تھا، اس میں بھی بعض احکام شرعی اور عقائد اھل سنت کی وضاحت کرتے ہوئے اس اطلاع پر انتہائی خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا کہ نواب فرید بخاری نے اپنی خاص حویلی میں نماز یوں کے لئے ایک عمدہ مسجد تعمیر کروائی ہے مکتوب کے اختتامی الفاظ ہیں (۲۴):

"حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ مزید توفیق ارزاں فرماید!! ایں قسم اخبار کہ مخلصاں می شنوند غایۃ الغایات مسرور و مبتہج می گردند"

یعنی اللہ جل شانہ توفیق مزید عطا فرمائے! اس قسم کی خبریں جب مخلص لوگ سنتے ہیں تو بے اندازہ و بے انتہا خوشی و سرور محسوس کرتے ہیں!

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد نقشبندی سرھندی رحمۃ اللہ علیہ کو جو دلی لگاؤ اور خصوصی تعلق داتا کی نگری شہر لاہور سے تھا اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ ان کے مکتوباتِ گرامی

Marfat.com

ں بے شمار مقامات پر اس دلی لگاؤ اور خصوصی تعلق کا تحریری ثبوت ملتا ہے۔ لاہور کے علاوہ وسیع و
ریض برعظیم کے لاتعداد اور بے شمار شہروں میں سے کسی کے ساتھ ایسے دلی لگاؤ اور خصوصی تعلق کا
تحریری اور عملی اظہار سامنے نہیں آیا۔ پچاس کے قریب مکاتیب مجددیہ میں لاہور سے اس لگاؤ یا
تعلق کا براہِ راست یا بالواسطہ تحریری ثبوت ملتا ہے ان میں سے تیس کے لگ بھگ مکتوبات تو لاہور
کے حکام، صوبہ داروں اور علماء مشائخ کے نام براہِ راست لکھے گئے ہیں۔ لاہور کا ضمنی تذکرہ تو بے
شمار مقامات پر ہے اور ایک مستقل کتاب کا موضوع بن سکتا ہے!

لاہور اور اہلِ لاہور سے حضرت مجدد الف ثانی نے جو توقعات وابستہ کی تھیں اور
اصلاحِ احوال کے لئے لاہور کو اپنی تحریک کا نقطہ آغاز بنایا تھا اس کے نتائج و ثمرات اس کے عین
مطابق سامنے آئے اور لاہور واقعی "قطب الارشاد" ثابت ہوا، یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ
لاہور میں حضرت مجدد کا بار بار ورودِ مسعود اور اہل لاہور کے ساتھ طویل علمی و روحانی نشستوں کے
آثار و نشانات بھی ملتے ہیں جو ایک مستقل موضوع تحقیق بننے کا مستحق و مقتضی ہے۔ اس پر بعض
احباب نے اچھا کام کیا بھی ہے مگر اختصار کی بجائے تفصیل و استیعاب کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

حضرت مجدّد اور علامہ اقبال

برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ اندرونی اور بیرونی خطرات کی زد میں رہی ہے
چودہ صدیوں سے اسے اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں اور باہر سے اس پر مسلسل منڈلا رہے ہیں
اپنی بقاء اور ارتقاء کی اس مسلسل جنگ میں یہ ملت بیضاء اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور رسو
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بعض مخلص زعماء و مصلحین کی بروقت بیداری اور فیصلہ ک
گھڑیوں میں فیصلہ کن اقدامات کے طفیل کامیابی سے ہمکنار ہوتی رہی ہے۔ان مخلص زعم
و مصلحین میں سے دو ہستیوں کا یہاں خصوصی تذکرہ مقصود ہے اور وہ ہیں حضرت مجدد الف ثا
، شیخ احمد سرہندی اور حکیم الامت شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہما' اگرچہ ان دونوں تار
ساز اور عہد آفرین شخصیات کے درمیان تین صدیوں کا زمانی فاصلہ حائل ہے مگر بایں ہمہ ا
دونوں زعماء و مصلحین کے مابین کئی لحاظ سے گہری مماثلت اور عملی مطابقت پائی جاتی ہے۔اور اس
طویل زمانی فافصلہ کے باوجود ان دونوں کے درمیان جو تعلق بنتا ہے اس کا مطالعہ ہمارے لئ
دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد مفید اور اہم بھی ہے۔

باہمی تعلق کی مماثلت اور عملی مطابقت کی ایک واضح صورت یہ ہے کہ ان میں سے ہ
ایک کی آمد اور میدان عمل میں داخل ہوتے وقت برعظیم کے مسلمان بالکل ایک جیسے حالات سے
دوچار تھے۔حضرت مجدد کے عہد میں اور علامہ اقبال کے زمانے میں ہندو کی بدسلوکی اور انتہائ
منفی کردار سے یہاں کے مسلمان نہ صرف تنگ تھے بلکہ پرامن بقائے باہمی سے مایوسی کے
باعث نڈھال تھے اور بچ نکلنے کی کوئی واضح صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔مایوس کن اندھیرے میں
مسلمانوں کو اپنی بقاء خطرے میں نظر آ رہی تھی ایسے میں ان دونوں کی آمد وقت کی پکار کا جواب تھا۔

Marfat.com

یہ حقیقت تو عیاں راچہ بیاں کے مترادف ہے کہ ہندو معاشرہ ہزاروں سال سے آج
نگ روح فرسا اور اذیت ناک طبقاتی تقسیم میں مبتلا چلا آتا ہے۔ سب سے ہولناک بات یہ ہے
کہ ہندومت میں تعصب اور تنگ نظری کی کوئی حد نہیں' اپنے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہب کو
رداشت کرنے یا پرامن بقائے باہمی کی بنیاد پر آزادانہ زندگی کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے
عکس اسلامی معاشرہ انسانی مساوات اور رشتہ اخوتِ اسلامی پر ایمان رکھتا ہے اور دوسرے
راہب میں مداخلت کو گناہ سمجھتا ہے اور آزادئ رائے کا حق مسلمان کے عقیدہ و ایمان کا معاملہ
ہے' ظاہر ہے یہ زندگی کے دو متضاد رستے ہیں اور ان میں اختلاف اور تصادم ایک قدرتی بات ہے'
سلمان کے عقیدہ توحید اور وحدت و مساوات انسانی کے باعث برہمن نہ صرف یہ کہ مسلمان کو
بچھ یا ناپاک سمجھتا ہے جس سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر چارہ ہی نہیں بلکہ برہمن کو یہ خطرہ بھی
کھائے جا رہا ہے کہ طبقاتی تقسیم کے جال میں پھنسے ہوئے اور ہزاروں سال سے ستائے ہوئے
لبقات خصوصاً شودر یا اچھوت کہیں اسلامی اخوت و مساوات سے متاثر ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں'
ن حالات کے باعث گزشتہ چودہ صدیوں سے برہمن کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ اسلام اور
مسلمان کو یا تو دیس نکالا دے دیا جائے یا اسے کسی طرح ہندومت کا پانچواں طبقہ بنا کر اپنے اندر
جذب کر لیا جائے' آزادانہ اور پرامن بقائے باہمی اور عزت کی زندگی ہندومت کی لغت میں ہے
ہی نہیں! یہیں سے وہ نظریۂ عمل جنم لیتا ہے جسے دو قومی نظریہ کہا جاتا ہے یعنی مسلمان آزادئ
عقیدہ اور پرامن بقائے باہمی پر ایمان رکھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ جس کی زندہ مثال وہ
عزت اور آزادی ہے جو ایک ہزار سال کی حکمرانی کے دوران مسلمانوں نے ہندو کو دی جبکہ ہندو
برہمن نہ تو آزادئ عقیدہ اور پرامن بقائے باہمی کا قائل ہے اور نہ اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے اور اس
کی زندہ مثال بھارت کی بیس کروڑ مسلم اقلیت ہے جس کے لئے ساٹھ سال سے ہندو نے نہ
صرف جینا عذاب بنا رکھا ہے بلکہ معاشی تباہ حالی اور معاشرتی پسماندگی سے مسلمانوں کو بھارت کا

Marfat.com

پانچواں اور سب سے پست طبقہ بنا دیا گیا ہے اور جس کا تمام دنیا عملی مشاہدہ کر رہی ہے !! تقس
سے پہلے ہندو سے جو خدشات مسلمان کو تھے وہ درست تھے' مسلمان صرف عزت' آزادی عقی
اور برابر کا شہری ہونا طلب کر رہا تھا اور وہ بھی آئین میں پختہ ضمانت کے ساتھ مگر ہندو چو
بدنیت تھا اس لئے وہ اس کے لئے تیار نہ تھا' مسلمان عزت کے ساتھ اپنے تشخص کی بقا چاہتا
جبکہ ہندو کی نیت یہ تھی کہ مسلمان کو اس کے آزادانہ مسلم تشخص کی بقا کے ساتھ قبول نہیں کرنا
آج بھی ہندو کا قومی ایجنڈا یہی ہے !! آج بھی بھارت سے آنے والے ہر برہمن اور بنیا کو وا
کی سرحدی لکیر بہت چبھتی اور کھٹکتی ہے' وہ اسے جلد سے جلد نیست و نابود ہوتا دیکھنے کا آرزو م
ہے اور پاکستان کے ''مسلمانانِ ہندو مزاج'' (1) کو کھلے دل سے گلے لگانے کے لئے بے چ
دکھائی دیتا ہے مگر بھارت میں رہ جانے والے ہندو کے حسن سلوک کے متعلق خوش فہمی کا شکار ہ
کروڑ مسلمانوں کی معاشی زبوں حالی اور پسماندگی کا سبب بتانے کے لئے ''تیار'' نہیں ہوتا !! ا
کے پاس اس چیلنج کا بھی جواب نہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح کو یہ خدشہ تھا کہ ہندو ایک خونخو
اکثریت ہے جو غیر ہندو اقلیتوں کو برداشت نہیں کر سکے گا اور انگریز کے چلے جانے کے ب
مسلمان اقلیت کا جینا حرام کر دے گا' وہ انہیں عزت و آزادی کے ساتھ برابر کا شہری بنکر نہیں ج
دے گا !! (2) کیا بھارت کے ہندو حکمران اپنی مسلمان اقلیت کو یہ حق دینے کے لئے تیار ہیں ک

خفیہ آزادانہ رائے شماری کے ذریعہ صرف یہ بتائیں کہ قائداعظم کا یہ خدشہ درست تھا یا غلط !؟ لیک
ہندو یہ اختیار کا شرف اپنی ستائی ہوئی مسلمان اقلیت کو کبھی نہیں دے گا کیونکہ اس کا نتیجہ اسے اچھ
طرح معلوم ہے بالکل ایسے ہی جیسے کشمیر کی نوے فیصد مسلم آبادی کو حق خود اختیاری دینے کا نتی
اسے معلوم ہے یا جیسے وہ سندھ' سرحد اور بلوچستان کے مسلمانوں کو یہ حق دیکر اس کے نتائج بھ
دیکھ چکا ہے ؟!

Marfat.com

دراصل برہمن --- بنیا مسلمانوں کو باہر سے آئے ہوئے سمجھتا ہے جن کا برعظیم پر کوئی حق نہیں حالانکہ یہی اصول وہ اپنے لئے ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ مسلمانوں کی طرح ہندو برہمن اور بنیا بھی تو برعظیم میں باہر سے آ گھسنے والی مخلوق ہے! یہاں کے اصل باشندے تو وہ دراوڑ اکثریت ہے جسے برہمن نے اچھوت قرار دیکر ہزاروں سال سے جانوروں سے بھی بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کر رکھا ہے؟! وہ مسلمانوں کو بھی طبقاتی لعنت میں گرفتار ہندو معاشرہ کا پانچواں طبقہ بنا کر رکھنے پر تلا ہوا ہے جس طرح وہ صرف ساٹھ سال کے عرصہ میں بھارتی مسلمانوں کو پانچویں طبقہ کے معاشی طور پر پسماندہ و بدحال اور ستائے ہوئے شہری بنا چکا ہے مگر افسوس کہ ہمارے پاکستان کے ''ہندو مزاج مسلمانوں'' کو یہ کھلی سچائی نظر نہیں آ رہی؟! انہیں تو یہ حقیقت بھی نظر نہیں آ رہی کہ جو برہمن بنیا کسی مسلمان ملک مثلاً پاکستان (یا بنگلہ دیش) کو بھی ایک باعزت' آزاد' خودمختار اور اپنے برابر کا ہمسایہ ماننے کے لئے تیار نہیں وہ بھلا کشمیری مسلمانوں کی گلو خلاصی آسانی کے ساتھ کیسے کر سکے گا! بین الاقوامی سازش کی مدد سے سقوط ڈھاکہ کا ''کارنامہ'' انجام دینے والی پڑھی لکھی ''روشن خیال'' اندرا گاندھی نے کس ڈھٹائی سے مہذب دنیا کے سامنے اسے اپنی ایک ہزار سالہ غلامی کا انتقام قرار دیا تھا؟! وہ ہندو برہمن بنیا ایک طاقتور' آزاد اور خوشحال پاکستان اپنے پڑوس میں کیسے برداشت کرے گا؟ وہ تو اسلام کو بھی بدھ مت اور جین مت کی طرح ایک قصۂ ماضی بنانے کے گھمنڈ میں مبتلا ہے! وہ کشمیر کا مسئلہ حل کر کے یا پاکستان کو اس کے حصے کا پانی دینا منظور کر کے برعظیم کی سرزمین میں مسلمان کا امن اور چین سے رہنا کیونکر گوارا کر سکتا ہے؟ کیا وہ پرامن بقائے باہمی کا قائل ہمسایہ بننے کے لئے تیار ہو چکا ہے؟ 1947ء میں قائداعظم کے ہاتھوں قدرت خداوندی نے ہندو برہمن بنیا کو جو پٹخنی دی تھی اسے وہ کبھی بھول سکتا ہے؟ کیا ہندو کی فطرت بدل چکی ہے؟! گزشتہ نصف صدی میں ہندو نے برعظیم پاک و ہند کے مسلمان کا دل جیتنے اور اپنے اچھا ہمسایہ یا مہربان ہموطن ہونے کا کونسا ثبوت فراہم کیا ہے جس سے ہم یہ

Marfat.com

یقین یا تسلی کرلیں کہ ہمارے لچک پر لچک دکھاتے جانے کے جواب میں وہ بھی جواب میں کبھی ''لچکیلا'' بننے کا مظاہرہ کرے گا؟!ایں خیال است ومحال است وجنوں!!

ایک ہزار سالہ مسلم حکمرانی کے باوجود بھی اسلام برعظیم کی اکثریت کا مذہب کیوں نہ بن سکا اور مسلمان یہاں آج بھی اقلیت کیوں ہیں؟!یہ سوال ہے جو برعظیم کے مسلمان کو اپنی تاریخ سے پوچھنا اور سمجھنا چاہئے!آخر جنوبی ایشیا کے مسلم حکمرانوں کو اشاعت اسلام کی توفیق کیوں نہ ہوسکی؟یہاں کے علمائے دین نے غلبۂ اسلام کے لئے کون کونسے کارنامے انجام دیئے؟ آخر وہ کیا رکاوٹ تھی جس نے یہاں اسلام کو اکثریت کا مذہب نہ بننے دیا؟آج تاریخ کے اس نازک لمحے میں ان سوالات کے جواب ڈھونڈھنا بہت ضروری ہے کیونکہ ان کے جواب پر برعظیم کی ملت اسلامیہ کی بقا اور اشاعت اسلام موقوف ومنحصر ہے!!

جنوبی ایشیا میں غلبہ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود مسلمان حکمران تھے جن کی نظر صرف فتوحات پر اور مال غنیمت پر رہی اور وہ اقبال کے الفاظ میں شمشیر وسناں اول کے مرحلے کے بعد طاؤس ورباب آخر کے مرحلے سے دوچار ہونے میں لگے رہے جبکہ ہمارے علمائے دین اور مذہبی پیشوا باہمی تفرقہ بازی اور مسلکی اختلافات میں بار بار الجھتے رہے' ہندو برہمن بنیا نے ان دونوں گروہوں ----طاؤس و رباب سے دوچار حکمرانوں اور مسلکی اختلاف میں الجھے ہوئے علمائے دین-- کی دامے درہمے خفیہ امداد جاری رکھی' اگر صوفیۂ صافیہ اولیاء اللہ کا وہ گروہ نہ ہوتا جو مکہ مکرمہ کے دارارقم اور مدینہ منورہ کے صفۂ مسجدی نبوی میں مصطفوی اسلوب تربیت سے مزین اور تبلیغ اسلام کے جذبۂ نیک سے سرشار تھے تو اس بتکدۂ ہند میں اسلام کی جڑیں اس طرح مضبوط نہ ہوتیں جس طرح آج ہیں!بے لوث اور مخلصانہ خدمت اسلام سے اس گروہ مقدس نے مسلم حکمرانوں اور علمائے دین کی کوتاہی کا تدارک کرنے کی کوشش فرمائی! تاہم ہندو برہمن کی عیاری اور پختہ زناری بھی اپنا کام نہایت خاموشی کے ساتھ کرتی رہی' برہمن

Marfat.com

جانتا تھا---اور جانتا ہے--- کہ دین اسلام کے ابدی اصول توحید' وحدت نسل انسانی' معاشرتی مساوات اور اسلامی اخوت میں وہ صلاحیت اور کشش ہے جو اسے ہر زمانہ و ہر مکان کے انسان کے لئے قابل قبول بناتی اور بقائے دوام عطا کرتی ہے' اگر پر امن ماحول اور کھلی فضا میں اسلام کی اس صلاحیت کو کام کرنے کا موقع مل گیا تو اسے فتح اور غلبہ سے کوئی نہیں روک سکتا! چنانچہ مسلم حکمرانوں اور علمائے دین کی مذکورہ خدمت کرنے کے علاوہ ہندو نے ایک طرف تو مذہبی فسادات اور بدامنی کے لئے خفیہ کام جاری رکھا اور دوسری جانب مسلم فاتحین کی تازہ دم قوت سے تصادم کے بجائے ان کے سامنے بچھ کر ان کے دل و دماغ پر چھا جانے کے جتن کرتے رہے' اکبر کی طرح داراشکوہ بھی اگر آ جاتا تو ہندو برہمن اسلام کو نا قابل تلافی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا مگر قدرت نے نہ صرف اورنگزیب عالمگیر کے روپ میں بقول اقبال ترکش اسلام کا آخری تیر بھیج دیا جس نے نہ صرف اکبر کے لادینی اثرات کو کافی حد تک معدوم کر دیا بلکہ آنے والے وقتوں میں علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کے لئے راہیں بھی ہموار کر دیں اور اس کا تمام تر کریڈٹ حضرت مجدد الف ثانی کو جاتا ہے' اگر ان کی بروقت بیداری نہ ہوتی تو شاید عالمگیر کی جگہ دارا آ کر اور اکبری اثرات کو مزید تقویت دیکر قیام مملکت اسلام اور مسلمانوں کی بقا کو ناممکن نہیں تو مشکل تر تو ضرور بنا دیتا!

ظہیر الدین بابر کے ان پڑھ پوتے جلال الدین اکبر کو جو اقتدار اسلامی منتقل ہوا اس میں شیر شاہ سوری کی عظیم مدبرانہ تعمیری کوششوں کے اثرات شامل تھے' اگر وہ اورنگزیب کی طرح صاحب علم اور اسلام کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا تو اسلامی برعظیم کی تاریخ مختلف ہوتی اور اسلام یہاں کی اکثریت کا مذہب بن جاتا مگر علمائے سوء کی جاہ پرستی' خودغرضی اور دنیا داری نے اکبر کو ہندو برہمن کے خفیہ ہاتھوں میں دے دیا اور اس کی باگ ڈور ایک گمراہ ٹولے کے سپرد کر دی تاہم وقت آنے پر جب بعض ہندو عمائدین سلطنت نے اکبر کا دین الٰہی ٹھکرا دیا تو اس کی آنکھیں کھل تو

Marfat.com

گئیں مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی اور تاریخ اپنا موڑ مڑ چکی تھی تاہم اس سے ایک تو بر عظیم میں اسلام کی اشاعت پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے اور دوسرے ہندو کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ وہ اسلام سے بھی وہی سلوک کر سکتا ہے جو حشر وہ پہلے بدھ مت اور جین مت کا کر چکا ہے۔ انگریز کے ورود نامسعود نے جمہوریت میں اکثریت کے اقتدار کی جولوری ہندو کو سنائی اس سے بھی وہ آج تک مست و مخمور ہے حالانکہ ہندو برہمن برصغیر کی حقیر اقلیت ہے اکثریت نہیں' اکثریت تو دلت ہیں جنہیں ہندو مت کی طبقاتی لعنت نے ہزاروں سال سے غلام بنا رکھا ہے یا اکثریت مسلمانوں کی ہے جنہیں برہمن غلام بنانے کی فکر میں ہے اور انہیں اپنے طبقاتی معاشرہ کا پانچواں طبقہ بنانا چاہتا ہے (جیسے کہ وہ کروڑوں بھارتی مسلمانوں کو بنا چکا ہے)' برہمن اگر اچھوتوں کو برابر کا شہری مانتا ہے تو اس سے صدیوں کا طبقاتی بندھن ٹوٹتا ہے جو ہندو مت کی بنیاد ہے' جب بنیاد ہی نہیں رہے گی تو ہندو مت بکھر جائے گا اور یہ برہمن کو گوارا نہیں ہوگا لیکن طبقاتی معاشرہ میں جمہوریت نہیں پنپ سکتی اور جہاں مذہبی رواداری نہ ہو اور سب مذاہب کو پر امن بقائے باہمی کا موقع نہ ملے وہاں سیکولرازم بے معنی بات ہے لہٰذا برہمن کا یہ دعویٰ ایک فریب ہے کہ بھارت ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے جہاں دنیا کی سب سے بڑی پارلیمانی جمہوری حکومت ہے' کیونکہ ہندو برہمن نے جہاں غیر ہندو اقلیتوں کو عزت' آزادی اور مساوات سے محروم رکھا ہے وہاں دلت اکثریت کو بھی صدیوں سے دبا رکھا ہے اور وہ بھی عزت و آزادی اور مساوات کی زندگی سے محروم ہیں ! یہ سب باتیں سیکولرازم اور جمہوریت کی نفی کرتی ہیں ! ہندو برہمن نے اپنی دلت اکثریت کو آزادی سے پہلے اسی جمہوریت کا جھانسہ دیکر اور اچھوت کو ''ہری جن'' (بھگوان کے بچے) کا نام دیکر اپنے ساتھ ملایا مگر آزادی کے بعد اچھوت اکثریت کو پھر بھی اسی طرح دبا کر رکھا ہوا ہے' سکھوں اور بعض مسلمانوں کو بھی اسی پارلیمانی جمہوریت کا جھانسہ دیا تھا مگر اقبال و قائد برہمن کے اس جھانسے میں نہیں آئے !! تاہم آنے والے وقتوں میں نہ تو کسی کو دھوکے میں رکھا جا سکے گا

Marfat.com

اور نہ زیادہ دیر دبایا جا سکتا ہے، جس دن طبقاتی بندھن کھل گئے، امن کی فضا قائم ہوگئی اور عقیدہ اور رائے کی آزادی مل گئی وہ ہندو برہمن کی جعلی اکثریت کا آخری دن ہوگا!

یوں تو برعظیم پاک و ہند میں اسلام کی آمد کے حوالے بعثت نبوی کے زمانے سے ہی ملتے ہیں مگر پہلی صدی ھجری کے اختتام پر ایک طرف محمد بن قاسم سندھ اور ہند کا رخ کرتا ہے تو دوسری جانب موسیٰ بن نصیر کے حکم سے طارق بن زیاد اندلس (سپین) کا رخ کرتا ہے، اس طرح مسلم سپین اور مسلم ہندوستان کی تاریخ میں گہری مماثلت نظر آتی ہے، فتح اسلامی کے بعد سپین پر مسلمانوں نے آٹھ سال حکومت کی، پھر جب مسلم حکومت ختم ہوئی تو وہاں سے مسلمانوں کو بھی دیس نکالا مل گیا اور یہ واحد اور منفرد مثال ہے ورنہ مسلمان جہاں فاتحانہ داخل ہوئے وہاں اس طرح گھل مل گئے کہ انہیں نکالا نہیں جا سکا، دراصل سپین میں داخل ہونے والے فاتحین ہمیشہ عرب نہ تھے، ہند میں داخل ہونے والے فاتحین بھی اکثر غیر عرب تھے اور اندلس میں داخل ہونے والے فاتحین کی طرح مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے تھے، ہند اور اندلس میں داخل ہونے والے ان فاتح حکمرانوں میں سے کسی کو اشاعت و تقویت اسلام کی توفیق نہ ہو سکی مگر ہند میں یہ کام صوفیہ صافیہ نے کیا، اندلس میں کسی صوفی یا صاحب طریقت کا ذکر تک نہیں ملتا، اندلس میں مسلمانوں کی داخلی لڑائیاں نسلی تھیں جبکہ ہند میں داخلی جھگڑے زیادہ تر مذہبی اور مسلکی تھے، تاہم یہاں اولیاء اللہ اور صوفیہ کرام نے اسلام کو مقامی لوگوں کے دلوں میں اتار دیا اور اپنے مزارات اور خانقاہوں کی شکل میں اسلام کے قلعے تعمیر کر گئے اس کے برعکس اندلس میں نہ صوفیہ تھے نہ خانقاہیں تھیں نہ اولیاء اللہ کے مزارات ہیں! (3)

حضرت مجدد اور حضرت علامہ اقبال میں برعظیم کی ملت اسلامیہ کا درد قدر مشترک ہے مگر اسلامی اندلس کا غم صرف اقبال کو تھا وہ اسے مسلمانوں کی گم گشتہ جنت قرار دیتے تھے انہوں نے صقلیہ (سسلی) اور اندلس (سپین) میں مسلم آثار اور یادگاروں کا بھی غم کھایا ہے مرثیہ صقلیہ

Marfat.com

اور جامع قرطبہ اقبال کے ادبی شاہکار شمار ہوتے ہیں' حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے عہد کا ہندوستان تو کافی حد تک فرنگ کے بحری قزاقوں کی ناکہ بندی کا شکار رہا' ویسے بھی یہ مشہور ہے کہ المیہ سقوط غرناطہ کی خبر ہندوستان کے مسلمانوں تک پچاس سال بعد پہنچی تھی' نیز عہد مجددی میں معلومات کا تبادلہ بھی بہت سست اور محدود تھا ورنہ حضرت علامہ کی طرح حضرت مجدد بھی پوری اسلامی دنیا سے ہمدردی رکھتے تھے!(4)

بہرحال کچھ بزرگان ملت -- حضرت مجدد' اورنگ زیب' علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح -- نے اپنے اپنے وقت میں صورت احوال کو سمجھا اور آنے والے خطرات کو بروقت بھانپ کر فیصلہ کن قدم اٹھایا یہی بروقت فیصلہ کن اقدام ہی ان کی کامیابی پر منتج ہوا اور برعظیم میں ملت اسلامیہ کی بقا اور مسلسل ارتقا کی ضمانت ملتی رہی' آج ہم جہاں کھڑے ہیں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک ایٹمی طاقت بن کر ہمارے سامنے ہے جو برہمنی سامراج کے لئے سوہانِ روح' ملت اسلامیہ کے لئے امید کی کرن اور یہاں کے مسلمانوں کے محفوظ مستقبل کی بشارت ہے مگر آج پھر حالات پلٹا کھا رہے ہیں' مسلمانوں کو طاقت سے زیر کرنے سے ہندو برہمن مایوس ہو چکا ہے' اب وہ مسلمانوں کو زہر دیکر نہیں بلکہ گڑ کھلا کر مارنے کی فکر میں ہے''خیر سگالی'' کا لبادہ اوڑھ کر آنے والے ہر ہندو لیڈر کو واگہ سرحد کی لکیر بہت چبھتی ہے' وہ ہندو -- مسلمان بھائی بھائی کا جھانسہ دیکر یہ لکیر ختم کرنے اور پرامن آپریشن سے اکھنڈ بھارت بنانے کی فکر میں ہیں تاکہ کشمیر سمیت تمام کے تمام مسائل ''خود بخود حل ہو جائیں'' مگر سب سے خطرناک پاکستان کی اپر سوسائٹی میں پیدا ہونے والا ''نیا ہندو مزاج مسلمان طبقہ'' ہے جو آزمائے ہوئے کو پھر آزمانے کی حماقت پر تلا ہوا ہے'' ''یہ نئے مسلمانانِ ہندو مزاج'' نصاب تعلیم سے ہی نہیں بلکہ قرآن مجید سے بھی آیات جہاد نکال دینے' گاندھی بھگت کے رنگ میں نئی نسل کو رنگ دینے اور اس خطے کی قدیم تاریخ کو محض عبرت یا معلومات کے لئے پڑھانے کے بجائے اس پر فخر

Marfat.com

کرنے اور اس کی عظمت کے گن گانے کے لئے پڑھوانا چاہتے ہیں' ان کے نزدیک برعظیم جنوبی ایشیا کی اسلامی تاریخ اور مسلم ہیروز کی بات کرنا دہشت گردی اور تنگ نظری کو ہوا دینے کے مترادف ہے' وہ یہاں کی تمام ملت اسلامیہ کو ہندو معاشرہ کا پانچواں طبقہ بنانے میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں جس طرح بھارت کے بیس کروڑ مسلمانوں کو ہندو معاشرہ کا پانچواں طبقہ (یعنی شودروں سے بھی نیچے کا طبقہ) بنا دیا گیا ہے! اب پھر کسی احمد سرہندی' کسی اورنگ زیب یا اقبال اور جناح کی ضرورت ہے!

اقبال کا کمال یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو دین اسلام کا گہرا فہم وادراک رکھتے تھے جس میں گہرائی کے ساتھ ساتھ وسعت بھی تھی اس لئے ان کا شعروفکر اسلام کا آئینہ وترجمان ہے ' دوسری جانب اقبال امت مسلمہ کی تاریخ کا بھی ہمہ پہلو گہرا اور وسیع مطالعہ ومعلومات بھی رکھتے تھے' اس لئے بقول محمد منور مرزا[5] علامہ محمد اقبال اسلام فہمی کے لئے مختصر راستہ یا شارٹ کٹ کی حیثیت رکھتے ہیں' اس ضمن میں مقدسین اسلام یعنی صحابہ کرام (رضی)، مصلحین امت اور قائدین کی زندگیوں اور ان کے نمایاں کارناموں یا خدمات اسلام پر تو اقبال کی گہری اور وسیع نظر تھی اور انہیں اجاگر کرنے میں بھی انہیں کمال حاصل تھا' خصوصاً برعظیم کے مصلحین وقائدین اسلام کو اقبال کے فکر وشعر میں خصوصی مقام حاصل ہے اور ان میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تو بہت نمایاں ہیں' اقبال امام ربانی سے گہری عقیدت بھی رکھتے تھے اور ان سے بے حد متاثر بھی تھے اور یہ تاثر اور عقیدت اقبال کے فکری وتجدیدی کارناموں سے کما حقہ آگاہی کے علاوہ ان کی شخصیت اور سیرت سے بھی شاعر مشرق کو بہت گہرا لگاؤ تھا' ان کی یہ آرزو رہی کہ نہ صرف خود شیخ سرہند کے مزار پر حاضری دیں بلکہ اپنے فرزند عزیز جاوید اقبال کو بھی ساتھ لے جانے کے بھی آرزومند رہے چنانچہ اپنے ایک دوست اور عقیدت مند کے نام اپنے خط میں اقبال نے یہ بیان فرمایا کہ انہیں خواب میں بھی یہ تاکیدی اشارات ملتے رہے کہ مزار شیخ پر حاضر ہوں اور

Marfat.com

فیض امام ربانی سے مستفید ہوں (6)

علامہ محمد اقبال کے اہل طریقت ممدوحین میں شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو ممتاز و منفرد بلکہ بے حد نمایاں مقام حاصل ہے اور یہ اس بات کا بھی واضح ثبوت ہے کہ ان دونوں مسلم زعماء میں نہ صرف یہ کہ مماثلت و مشابہت نہایت قریبی اور قوی ہے بلکہ اقبال کو سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کے بانی سے گہری عقیدت اور محبت بھی تھی۔

اقبال کو یہ پسند نہ تھا کہ لوگ انہیں صوفی مفکر یا فلسفی شاعر کہیں لیکن وہ کتاب و سنت کی صحیح صحیح پیروی کرنے والے اور شریعت و طریقت کو ایک ہی سکّے کے دو رخ تصور کرنے والے صوفی ہیں، دراصل تصوف و طریقت کے حوالے سے ہمارے علمائے کرام اور مسلم مفکرین افراط اور تفریط کا شکار رہے ہیں، یا یوں سمجھ لیجئے کہ خود اصحاب تصوف و طریقت افراط و تفریط کا شکار ہیں حالانکہ صراط مستقیم تو افراط و تفریط کی ان دو انتہاؤں کے درمیان والا رستہ ہے، اہل تصوف کے متعلق علمائے دین کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ یہ ایک شعبدہ بازی ہے جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں اور واقعی ان صوفیہ اور اصحاب طریقت میں سے ایک گروہ ایسا ہی ہے جو خود کو شریعت سے بے نیاز اور آزاد سمجھتا ہے لیکن تصوف کو مطلقاً شعبدہ بازی قرار دینا یا کتاب و سنت پر مبنی شریعت سے بے نیاز اور آزاد تصور کرنا بھی دو انتہائیں ہیں، راہِ اعتدال و صراط مستقیم یہ ہے کہ دار ارقم مکہ مکرمہ اور صفۂ مسجد نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح کتاب اللہ اور اپنی سنت مطہرہ کی اساس پر جمات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقاعدہ تعلیم فرمائی تھی اور دنیا کو یہ پیغام دیا تھا کہ کوئی بھی تحریکی عمل تربیت یافتہ کارکنوں کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا اور یہ بھی کہ انسان بنانے پڑتے ہیں خود رو طریقہ سے اگتے اور تیار نہیں ہو جاتے، ہمارے متشرع صوفی اسی مصطفوی نصاب تعلیم اور اسلوب تربیت کو اپنا کر اپنے پیروکاروں کو تیار کرتے ہیں، حضرت مجدد کا تعلق اسی متشرع جماعت صوفیہ کرام سے ہے اور اسی لئے اقبال بھی ان سے عقیدت رکھتے تھے

Marfat.com

اور انہیں برعظیم کی ملت اسلامیہ کی بگڑتی ہوئی تقدیر کو سنوارنے والا عالم وصوفی جانتے تھے اور اسلامی تاریخ کو صحیح رخ پر ڈالنے میں حضرت مجدد کا کردار نہ صرف یہ کہ اقبال کی عقیدت کو پختہ کرنے کا باعث تھا بلکہ اسی کردار نے ہی اقبال کو اپنے دور میں فیصلہ کن لمحے میں فیصلہ کن قدم اٹھانے کے لئے بھی آمادہ کیا! اقبال نے یہ فیصلہ کن قدم دو مرتبہ اٹھایا' ایک خطبۂ الہٰ آباد کی صورت میں اور دوسرا برعظیم کی ملت اسلامیہ کی قیادت کے لئے قائداعظم کو لندن سے بلوانے کی شکل میں' برعظیم کے سب مسلمان اقبال کو جانتے تھے اور ان پر بھروسہ کرتے تھے' اس فیصلہ کن گھڑی میں قائداعظم کی آمد اور اقبال کے توسط سے قائد اور قوم میں اعتماد کا باہمی تعلق قیام پاکستان کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوا۔

برعظیم کی ملت اسلامیہ کی تاریخ میں اصحاب طرقِ صوفیہ نے کیا کردار ادا کیا' اس میں حضرت مجدد کا کیا مقام ہے اور ان سے متاثر ہو کر اقبال نے عملی طور پر ملت کے لئے کیا کچھ کیا؟ یہ سب کچھ جاننے کے لئے تاریخی پس منظر سے بھی آگاہی لازم ہے تاکہ جنوبی ایشیا میں داستانِ اسلام کو جاننا اور سمجھنا آسان ہو جائے!

پہلی صدی ہجری کے اختتام پر دمشق کے اموی خلفاء کے عہد میں ایک اسلامی لشکر مغرب میں سپین کی طرف بڑھتا ہے اور دوسرا مشرق کی سمت برعظیم پاک و ہند کا رخ کرتا ہے' عرب بیواؤں اور یتیموں پر مشتمل ایک بحری قافلہ کراچی کے قرب و جوار میں بحیرۂ عرب میں سندھ کے بحری قزاقوں کے ہاتھوں لٹ جاتا ہے مگر اس وقت کا حاکم سندھ راجہ داہر نہ بیواؤں اور یتیموں کی فریاد سننے کے لئے تیار ہے اور نہ دمشق کے اموی حکمرانوں کی درخواست اور الٹی میٹم پر کان دھرتا ہے' اس بین الاقوامی قزاقی اور تکبر کے مظاہرہ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بالآخر نوجوان مسلم سپہ سالار محمد بن قاسم ثقفی کی قیادت میں بارہ ہزار کا اسلامی لشکر ساحل سندھ و ہند پر اترتا ہے اور یوں بلاد سندھ کو برعظیم کا باب الاسلام بننے کا شرف نصیب ہو جاتا ہے اور یہاں کے لوگوں کو اسلام

Marfat.com

جیسی نعمت بھی میسر آ جاتی ہے۔

دوسری طرف سپین میں ایک غاصب اور ظالم کے ہاتھوں حقیقی شاہی خاندان پائمال ہوتا ہے' رعایا پر مظالم کی انتہا کر دی جاتی ہے اور یہودی اقلیت پر عرصۂ حیات تنگ ہو جاتا ہے' کچھ فریادی بچ بچا کر شمالی افریقہ میں مسلمان وائسرائے موسیٰ بن نصیر کے پاس پہنچتے ہیں' چنانچہ ان مظلوموں کی فریادرسی کے لئے طریف بن مجالِد کی ابتدائی یلغار کے بعد طارق بن زیاد کو بھی بارہ ہزار اسلامی لشکر کی قیادت سونپی جاتی ہے' ایک عجیب اتفاق یہ بھی ہے کہ اپنی اپنی فوجی مہم میں ابن قاسم اور طارق کو یکساں شاندار فتح حاصل ہوتی ہے اور دونوں کا اپنوں ہی کے ہاتھوں افسوسناک انجام بھی ایک ہی جیسا ہوتا ہے!! تاہم ان دونوں مفتوحہ اسلامی خطوں میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظر آتی ہے' اندلس میں نہ اسلام کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور نہ مسلمانوں کو وہاں رہنے دیا جاتا ہے' آٹھ سو سالہ حکومت ختم ہوتی ہے تو وہاں سے اسلام اور مسلمانوں کو دیس سے نکالا مل جاتا ہے لیکن اس کے برعکس برعظیم پاک و ہند میں صورت حال مختلف نظر آتی ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ شاندار دور حکمرانی کو ایک غیر ملکی سامراج کے ہاتھوں ختم کر دیا جاتا ہے مگر پھر بھی اسلام اور مسلمان مشکلات و مصائب کے باوجود باقی رہ جاتے ہیں اور آج ڈیڑھ ہزار سال بعد بھی باقی و دائم ہیں بلکہ پاکستان اور بنگلہ دیش کی شکل میں دو آزاد مسلمان ملک بھی موجود ہیں بھارت اور کشمیر کے اندر اکیس بائیس کروڑ مسلمان بھی موجود ہیں یہ حقیقت بھارت کے بنیا-- برہمن سامراج کے لئے سوہان روح ہے اور وہ اکثریت کے زعم میں مبتلا اور اکھنڈ بھارت کے خواب کی اذیت میں جکڑے ہوئے دانت پیستا رہتا ہے! اسلامی اندلس اور مسلم ہندوستان کی یہ صورت حال کئی سوالات کو جنم دیتی ہے جن کا جواب تاریخ سے پوچھنا مسلمان محققین کا کام ہے!

دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں مسلمان فاتحانہ داخل ہوئے مگر حکومت کے خاتمہ کے

Marfat.com

ساتھ ہی وہاں سے اسلام اور مسلمانوں کو بھی بے دخل کر کے نکال دیا گیا' سوائے اندلس اور سسلی کے' اندلس اور برعظیم ہند میں آٹھ سو سال اور ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک مسلمان حکمران رہے مگر اسلام اکثریت کا مذہب نہ بن سکا اور مسلمان اقلیت ہی رہے' سپین' سسلی اور برعظیم ہند میں یہی قدر مشترک ہے' اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہسپانیہ' سسلی اور ہند کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین کی شفقت اور توجہ نصیب نہیں ہوئی جو ایشیا اور افریقہ کے بیشتر بلکہ مسلم ممالک کے علاوہ مشرق بعید کے اسلامی ممالک -- انڈونیشیا' ملائشیا اور برونائی دارالسلام وغیرہ کے حصے میں آئی' اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے یہاں پر اپنے بلند و اخلاق' حسن کردار اور حسن سلوک سے خلق خدا کے دل جیتے' یہاں اسلام کی مقبولیت فاتحین اور حکمرانوں کی کرسی اور دولت کی مرہون منت کبھی نہیں رہی بلکہ اخلاق اور کردار کے مالک بزرگ لوگوں میں گھل مل گئے اور اسلام کے اعلیٰ اخلاق اور تعلیمات نے انہیں گرویدہ بنالیا! یہ لوگ اقبال کے اس قول کی سچی تصویر تھے!

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

نہ مالِ غنیمت نہ کشور کائی !!

سسلی اور سپین امویوں کے عہد میں فتح ہوئے جن کا مقصد کشور کشائی' جزیہ اور مال غنیمت تھا' اشاعت اسلام ان لوگوں کا ایجنڈا ہی نہ تھا' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں ایک اموی گورنر نے شکایت لکھ بھیجی کہ یہاں کے لوگ دھڑا دھڑ اسلمان ہو رہے ہیں اور بیت المال کے لئے جزیہ کی مقدار کم ہوتی جا رہی ہے' اگر یہی صورتحال رہی تو بیت المال تو خالی رہ جائے گا لہذا اجازت دی جائے کہ جزیہ دینے والا اگر مسلمان بھی ہو جائے تو اس سے پھر بھی عشر کے بجائے جزیہ ہی وصول کیا جاتا رہے۔ حضرت عمر نے اس والی یا گورنر کو سرزنش کرتے ہوئے لکھا کہ کمبخت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام پھیلانے کے لئے بھیجا تھا نہ کہ جزیہ وصول کرنے کے لئے!!

Marfat.com

چنانچہ خلفائے راشدین کے بعد کے مسلم حکمران فاتح اور مال غنیمت اکٹھا کرنے والے تو آتے رہے مگر اپنے کردار اور حسن اخلاق سے خلق خدا کو اسلام کی نعمت سے سرفراز کرنے والا کوئی بھی نہ تھا' کسی کو بھی اشاعت اسلام اور دعوت حق کو خلوص دل اور حسن کردار سے عام کرنے کی توفیق نہیں ہوئی الا ماشاء اللہ یہ فاتح جب تک طاقتور رہے غالب رہے اور ان کا مذہب بھی ایک غالب حکمران کا مذہب متصور ہوتا رہا' کبھی وہ دشمنوں سے لڑے اور کبھی باہم دست وگریبان ہوتے رہے جونہی وہ کمزور و مغلوب ہوئے تو نہ وہ خود رہے اور نہ ان کا مذہب ایک غالب حکمران کا مذہب رہا' اس طرح گویا ہسپانیہ' سسلی اور ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کا رویہ تو ایک جیسا رہا مگر سسلی اور سپین میں اسلام سے محبت کرنے والے اور خلق خدا سے پیار کرنے والے بندگان حق پرست میسر آئے --باہر سے بھی آئے اور یہاں بھی پیدا ہوئے' یہاں شجرۂ اسلام کی کاشت اور آبیاری انہی بزرگوں کی مرہون منت ہے' بلکہ سرزمین ہند کو تو صحابہ کرام کی قدم بوسی کا شرف بھی حاصل ہوا' تابعین بھی آئے' اسلام اور خلق خدا کے سچے شیدائی باہر سے بھی آئے اور یہاں پر پیدا بھی ہوئے' ان بزرگوں کے ذاتی کردار' دلی اخلاص اور حسن سلوک نے یہاں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں جو قیامت تک یونہی لہراتے رہیں گے جس طرح آج لہرا رہے ہیں!

سرکار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارارقم مکہ مکرمہ اور صفۂ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی رحمت وشفقت بھری نظر سے اور اپنے حسن تربیت سے سرفراز فرمایا تھا اور دنیا کو یہ پیغام دیا تھا کہ ہمہ گیر معاشرتی انقلاب کے لئے ہمہ صفت موصوف تربیت یافتہ ارکان درکار ہوتے ہیں دارارقم اور صفہ مسجد نبوی میں حبیب رب جلیل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت اور نگاہ کرم سے تربیت پا کر میدانِ عمل میں نکلنے والی جماعت کا ہر فرد ہمہ صفت موصوف مرد میدان تھا اور اس منتخب جماعت نے چند سال کے

Marfat.com

در جہالت و پسماندگی کی انتہائی پستیوں میں ڈوبے ہوئے پورے جزیرۂ عرب کا مقدر بدل کر
کھ دیا تھا اور اس لئے ہی صرف ربع صدی کے اندر وقت کی دو سپر پاور روم اور ایران کو الٹ پلٹ
کر تاریخ کا رخ بھی بدل دیا اور کئی براعظموں پر محیط ایک مثالی سلطنت قائم کر دی تھی جسے آج بھی
نیا کے اہل دانش و اہل سیاست قابل تقلید نمونہ تصور کرتے ہیں اسی جماعت کے بزرگوں نے اور
ن کے تربیت یافتہ تابعین نے ان کے نقش قدم پر چل کر جو دراصل رسالت مآب صلی اللہ علیہ
سلم کے نقوش قدم کا تسلسل تھا' صرف اپنی شفقت' اخلاص عمل اور حسن سلوک سے انسانوں کو
پنا گرویدہ اور اسلام کا شیدائی بنا دیا' ہند کے سلاسل تصوف اور معارف طریقت اسی عملی تربیت اور
نقوش قدم کے تسلسل کا نام ہے ایشیا اور افریقہ کے مختلف اسلامی ممالک و امصار میں امام ابوحنیفہ
جیسے دانشمند فقیہہ' امام غزالی جیسے مفکر صوفی و متکلم اور شاہِ بغداد عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ جیسے واعظ
و مرشد کا وجود انہی صحابہ کرام و تابعین عظام کا ہی مرہون منت ہے مگر اسلامی اندلس میں سخت گیر
فقہاء' باریک بین فلاسفر' اصحاب تصانیف علماء' شعرا اور ادباء تو پیدا ہوئے اور علم و ادب سے
لائبریریاں تو بھر دیں مگر وہاں کوئی دور اندیش فقیہہ' حکمت دین سے آگاہ متکلم اور دلوں سے
کدورتیں دور کر کے اور انہیں خدا شناس بنا کر باہم شیر و شکر بنا دینے والا کوئی ولی مرشد و صوفی پیدا
نہ ہوا لیکن اس کے برعکس بتکدۂ ہند میں سید ہجویر و خواجہ اجمیر جیسے مرشد بھی وارد ہوئے اور اس کے
ساتھ ہی گنج شکر جیسے متشرع صوفی اور مجدد الف ثانی جیسے انقلاب آفریں مرشد و صالح بھی پیدا
ہوئے جو یہاں اسلام کو شجرۂ طیبہ کی مانند ایک قوت محرکہ بنا گئے جس کی جڑیں تو تحت الثریٰ میں
ہیں مگر چوٹیاں اوج ثریا سے بھی وراء ہیں۔

سید ہجویر اور مجدد الف ثانی رحمہا اللہ کی انہی خدمات جلیلہ نے انہیں اقبال کا ممدوح
بنا دیا اور اسی قوت محرکہ نے تحریک پاکستان کیلئے مہمیز کا کام دیا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے'
سازشیں ہوتی رہیں' مکاری کے جال تیار ہوتے رہیں مگر اس قوت محرکہ کی چنگاریاں شعلہ جوالہ

Marfat.com

میں تبدیل ہوتی رہیں گی' ضرورت اس بات کی رہے گی کہ فکر مجدد کی تازگی وشادابی کے فیض
امت اسلام مستفیض ومستفید ہوتی رہے تا کہ دولت خداداد پاکستان پھلتا' پھولتا اور پھیلتا ر
واللہ ولی التوفیق!!

حضرتِ مجدد الف ثانی ہمارے شاعرِ مشرق کی توجہ کا مرکز اور ممدوح ومحبوب صوفی یو
نہیں بن گئے تھے' ان میں حق تعالیٰ نے ایک ایسی فطرت وطبیعت ودیعت فرمادی تھی جس نے
لمحے اور ہر قدم پر انہیں ممدوح خلق بننے کے قابل بنایا' ان کی تعلیم وتربیت کا مرحلہ بھی سبق آم
اور قابل تقلید رہا' زہد وتقویٰ کی روحانی سیرت سازی کا مرحلہ بھی اہل طریقت کے لئے قابل تقل
اور قابل رشک رہا مگر ان کی عملی زندگی کے مختلف پہلو بھی ہمارے ان علمائے ربانین کیلئے ایک اع
نمونہ ہیں جو مصطفوی انداز تربیت میں ڈھل کر طریقت وشریعت کو یکجا رکھنے اور ایک ہی ماننے
آرزو اور حوصلہ رکھتے ہیں' ایسے لوگ جو نہ دنیاوی جاہ وجلال کے آرزومند ہوتے ہیں اور نہ کرسی
اقتدار پر ان کی نظر ہوتی ہے شہنشاہ جہانگیر نے جب حضرت مجدد سے یہ پوچھا تھا کہ کیا آپ تاج
تخت اور اقتدار کے خواہشمند ہیں تو ان کا بلا تردد' فوی' چٹا تلا سوچا سمجھا اور دوٹوک جواب تھا کہ نہیں
میری خواہش صرف اتنی ہے کہ تاج وتخت اور کرسی اقتدار والے راہ راست اپنائیں' حقوق اللہ او
حقوق العباد ادا کرنے والے خدمت گار خلق بنیں! یہ بات خود کو سیاست آلود کرنے والے' کرسی
وزارت کیلئے بھاگنے والے اور جاہ طلب علماء کے لئے ایک مثال قابل تقلید مثال بلکہ تازیانہ
عبرت ہے! ہماری تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہمارے علمائے دین میں سے امت اور دین کی بھلائی کا
کام انہیں کا مقدر بنا جنہوں نے کرسی حکومت پر براجمان ہونے کی خواہش کے بجائے حکام
اسلام کو راہ راست پر لگایا' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روشن مثال ہمارے
لئے کافی ہے۔

حضرت شیخ ابوالبرکات بدرالدین احمد فاروقی' نقش بندی' سرہندی جو امام ربانی'

Marfat.com

د الف ثانی اور شیخ احمد سرہندی کے القاب واسماء سے جانے جاتے ہیں' 14 شوال 971ھ
طابق 1564ء) سرہند میں مخدوم شیخ عبدالاحد کے ہاں پیدا ہوئے جو شیخ عبدلقدوس گنگوہی
کے مرید تھے' کہا جاتا ہے کہ انکا سلسلۂ نسب سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جا
ا ہے۔ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور بعد میں
عبدالحکیم سیالکوٹی کے ایک جانشین مولانا کمال کشمیری سے تعلیم حاصل کی اور بعد میں خواجہ باقی
للہ نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی' حضرت مجدد کی شادی شیخ سلطان تھانیسری کی دختر نیک
تر سے ہوئی' 28 صفر 1033ھ (مطابق 10 دسمبر 1624ء) کو آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کا
فن ومزار سرہند شریف میں ہے۔

اکبر کی معجون ضلالت ''دین الٰہی'' نے اسلام اور مسلمانوں کو جو ناقابل تلافی اور
ولناک نقصان پہنچایا تھا اس کا تدارک نظام قدرت نے ایک درویش صفت مگر بیدار مغز عالم
دین حضرت مجدد الف ثانی کے توسط سے یوں فرمایا کہ تمام ابلیسی قوتیں ورطۂ حیرت میں ڈوب
گئیں' جہانگیر کی آمد پر حضرت مجدد نے مسرت کا اظہار کیا اور ''بادشاہ اسلام'' کہکر اسے خوش
آمدید کہا اور مسلم عوام میں اس کے لئے خیر سگالی کے جذبات پیدا کئے' حضرت امام نے اپنے قول
وفعل سے جہانگیر کو مطمئن کر دیا کہ نہ وہ کرسی اقتدار کے خواہاں ہیں اور نہ بادشاہ کو اقتدار سے بے
دخل یا معزول کروانے کے حق میں ہیں بلکہ وہ تو اس کے خیر خواہ اور مددگار بنکر اسلام اور اہل اسلام
کی خدمت کو ترجیح دیتے ہیں' حضرت مجدد کی یہ حکمت عملی کامیاب رہی اور وہ بادشاہ کو اکبری روش
اور معجون ضلالت کے گورکھ دھندے سے بھی دست بردار بلکہ بیزار کرانے میں کامیاب رہے
' حضرت مجدد کے اس حکیمانہ موقف سے جہانگیر بہت متاثر ہوا اور انہیں اپنا ہمرکاب رہنے اور لشکر
جہانگیری کی دینی رہنمائی کا منصب بھی قبول کرلیا' اس سے صورت احوال یکسر تبدیل
ہوگئی!! حضرت مجدد نے یہ منصب اور بادشاہ کی صحبت قبول کر کے ایک طرف تو جہانگیر کے شکوک و

Marfat.com

شبہات دور کر دیئے جو بدخواہوں نے اس کے دل میں پیدا کر دیئے تھے اور دوسری جانب امام ربانی کا یہ دانشمندانہ و حکیمانہ فیصلہ اسلام اور اہل اسلام کے حق میں بہتر اور مفید ثابت ہوا ''ایک ہاں'' کر کے انہوں نے بادشاہ کا اعتماد بھی جیت لیا' اسلام اور اہل اسلام کا مستقبل بھی محفوظ کر لیا' اپنی اصلاحی اور تجدیدی تحریک کیلئے رستے کھول دیئے' ان علماء اور عمائدین سلطنت کے دل بھی جیت لئے جو اکبر کے دین الٰہی کو تو ایک معجونِ ضلالت سمجھتے تھے مگر کسی مصلحت سے خاموش تھے لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ اس تاریخی بلکہ تاریخ ساز ''ایک ہاں'' نے ہندو برہمن کی امیدوں سازشوں اور سیطانیوں پر پانی پھیر دیا! ہندو راجپوتوں کی قیادت میں برپا ہونے والا ہندو انقلاب بری طرح ناکام ہو گیا جو مغلیہ سلطنت کی دہلیز پر دستک دینے والا تھا!

چنانچہ اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ کے اشارہ سے جہانگیر کے ہمراہ قطب الارشاد (رہنمائی کے محور) لاہور تشریف لائے اور پھر واپسی پر بادشاہ کو اپنی خانقاہ سرہند کی دعوت درویشانہ میں شرکت کے لئے بھی آمادہ کر لیا' حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اس دورہ لاہور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں کے علماء و مشائخ اور کار پردازان حکومت کو بھی اپنے اصلاحی و تجدیدی مشن میں شریک کر لیا اور دین و ملت کی خدمت کیلئے ان سے مفید کام لئے' اس فوری دورہ لاہور کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہاں جہانگیری دور کے اعیان سلطنت کی حمایت و امداد حاصل کرنے میں سبقت کی کی کوشش کی جائے' اس سے پہلے کہ اکبری دور کے خوشامدی اور ''مسلمانان ہندو مزاج'' جہانگیر کو اپنے نرغے میں لے لیں امام ربانی نے صحیح مسلک اور راسخ العقیدہ اعیان و احکام کو سلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے میں سبقت کی تاکید فرمائی قیام لاہور کے دوران جہانگیر کے قریب ہونے اور اسے صائب مشورے دینے کا موقع بھی ملا لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مرحلے میں شہر لاہور سے وابستہ اعیان و اعلام ملت اسلامیہ نے مغل سلطنت کے انتظام و انصرام کو اب ایسا رخ دیا کہ اس کے بعد کسی ہندو مزاج اور ہندو نواز مسلمان کو ہندوازم کا کھیل کھیلنے کا موقع نہ مل سکا۔

Marfat.com

حالات اسلام اور اہل اسلام کے حق میں بہتر سے بہتر ہوتے گئے' پھر کوئی اکبر نما داراشکوہ بھی آ گے نہ آ سکا اور ملت کے ''خدنگ آخرین'' اورنگزیب عالمگیر کے لئے بھی راہیں ہموار ہوتی گئیں!!

ایک اندازہ کے مطابق موقع کی مناسبت سے شیخ سرہند نے لاہور سے تعلق رکھنے والے تیس کے لگ بھگ علماء' مشائخ اور حکام صوبہ کے نام مکتوبات لکھے اور ان میں تاکید فرمائی کہ امت مسلمہ کو ہندومت کے نرغے میں جانے اور ہندو معاشرہ میں جذب ہونے سے بچایا جائے' علماء و مشائخ میں سے سب سے زیادہ مفید کام اور نیکی کی خاطر تعاون مولانا محمد طاہر لاہور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو آپ کے خلیفہ بھی ہوئے' لاہور کو علم کی روشنی سے منور بھی کیا اور امام ربانی کے دو بیٹوں کو تعلیم و تربیت کے بھی ذمہ دار تھے' صوبائی حکام لاہور میں سے مرتضٰی خان فرید بخاری اور نواب محمد قلیچ خان نے بہت کام کیا' اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل لاہور نے تحریک مجددی کو پروان چڑھانے اور اسے پورے برعظیم کی آواز اور راہ عمل بنانے میں شیخ سرہند کی مدد کر کے ان سے تحسین و آفرین کے ساتھ ساتھ دعا و برکت بھی حاصل کی' زبان مجددی نے اسے ''قطب الارشاد'' بلاسبب نہیں فرمایا بلکہ یہ بستی جو آج ''لاہور لاہور ہے'' کی دھوم مچائے ہوئے ہے یہ بھی مرشد لاہور سید ہجویر اور حضرت امام ربانی کی نیک تمناؤں اور درویشانہ دعاؤں کا ثمر شیریں ہے!(7)

حضرت علامہ محمد اقبال اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے درمیان تقریباً تین صدیوں کا زمانی فاصلہ حائل ہے مگر ان دونوں کے درمیان مماثلت و مشابہت کا یہ عالم ہے کہ برعظیم کی ملت اسلامیہ جن حالات سے عہد مجدد میں دوچار تھی ایسے ہی حالات سے مسلمان اقبال کے زمانے میں بھی دوچار تھے' پھر جس طرح حضرت مجدد وقت کی آواز بنکر بیدار ہوئے اور بروقت اپنی تجدید و اصلاح سے حالات کا رخ موڑ دیا اسی طرح اقبال بھی وقت کی پکار کا جواب تھے! تاہم حضرت مجدد کے دور میں اسلام اپنوں کی بے مہری و نادانی کے علاوہ ہندو کی چیرہ دستی اور

Marfat.com

شوابدہ سری کی زد میں تھا لیکن اقبال کے زمانے میں یہ دونوں عناصر تو تھے ہی ایک تیسرا ابلیسی عنصر بھی تھا اور یہ تھا انگریزی سامراج جو استعماری لوٹ کھسوٹ کے علاوہ صلیبی مخمصہ کے نشہ سے بھی چور تھا اراپنے اصلی حریف اور مد مقابل مسلمان کو جاتے جاتے آخری ضرب بھی لگانا چاہتا تھا! انگریز چاہتا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ایک بے بس اور بے آواز اقلیت کے طور پر خونخوار ہندو اکثریت کے چنگل میں دے جائے جہاں سے نہ وہ کسی حرکت کے قابل ہو اور نہ اس کی بر عظیم سے باہر کوئی آواز نکل سکے! اقبال کا کام دو چند مشکل تھا! تمام راہیں بند تھیں اور چاروں طرف اندھیرا تھا! صرف ہندی مسلمان ہی نہیں پورا عالم اسلام تین صدیوں سے مغربی سامراج کی چیرہ دستیوں اور لوٹ کھسوٹ کی زد میں تھا!

اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اقبال اپنے فلسفہ خودی سے ملت اسلام کے ممولوں کو شاہین بنانے میں تو لگا ہوا تھا اور امید کی شعلہ نوا قندیلیں بھی روشن کرر ہا تھا مگر ایسے میں اقبال کو ایک بڑی دور کی سوجھی! جسے اپنے اور پرائے ایک خواب بلکہ مجذوب کی بڑ قرار دے رہے تھے مگر اقبال نے دیکھا کہ حضرت مجدد کے بعد سے تین صدیاں بیت گئیں مگر فیض اسلام کی سعادت سے بہرہ ور مسلمان سویا ہوا ہے! لوگ اقبال کے فلسفہ خودی کو بھی ناجائز اور حرام قرار دے رہے تھے' غلامی نے مسلمان سے جذبہ عشق چھین لیا تھا اور اب وہ بے دست و پا کھڑا تھا' اسی صورت حال کو اقبال نے شعر کی زبان دی اور کہا(8):

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی
میری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی
شیخ کہتا ہے کہ ہے وہ بھی حرام اے ساقی
شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی

Marfat.com

رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی
عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے
علم کے ہاتھ میں ہے خالی نیام اے ساقی!

وقت تیزی سے گذر رہا تھا' شب تاریک میں بھی شدت آتی جا رہی تھی' ایسے میں اقبال جیسا دیوانہ چپ چاپ کھڑے ہو کر سوتے ہوئے مسلمان کو زیادہ دیر نہیں دیکھ سکتا تھا' ایسے میں جیتے جاگتے اقبال کو ایک خواب سوجھا جو پاکستان کی صورت میں تعبیر بنکر سامنے آنے والا تھا! ایسے حالات میں اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں مسلمانوں کے لئے ایک الگ' مستقل اور آزاد وطن کا مطالبہ کر دیا یہی مطالبہ 23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان بن گیا اور پھر 1947ء میں دنیا کے نقشے پر ایک ملک وجود میں آ گیا جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہلایا اور یہی ملک 1998ء میں دنیا کی پہلی اسلامی ایٹمی طاقت بن گیا!

برعظیم پاک و ہند اور بنگلہ دیش کی ملت اسلامیہ کے یہ دونوں عظیم و جلیل رہنما اسلام کے رنگ میں رنگے ہوئے' ملت کے بے لوث ہمدرد اور خیر خواہ تھے' اسلامی تربیت سے بہرہ ور' دین فہمی کی مجتہدانہ بصیرت کے مالک تھے' اسلام میں انسانیت کی نجات پر مکمل اور غیر متزلزل ایمان رکھتے تھے' ان دونوں بزرگوں نے دین اسلام کی تعلیمات کا مکمل احاطہ کیا' برعظیم کی ملت اسلامیہ کی تاریخ کو بغور پڑھا اور بروقت سمجھا' وہ مسلمانوں کے ماضی سے باخبر تھے' اپنے اپنے عہد کے حال پر نظر تھی اس لئے ہر ایک نے اپنے اپنے بعد کے زمانوں میں مسلمانوں کے مستقبل پر دور رس نگاہیں تھیں اور ہر ایک نے ملت کی منزل مراد کی نشاندہی بھی کر دی! حضرت مجدد نے ہندو شناسی پر توجہ مرکوز رکھنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ مسلمانان ہند و مزاج کی پہچان کروا کر انہیں ملت کے لئے دو چند خطرہ قرار دیا لیکن اقبال نے نہ صرف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے ارشادات کو سمجھا بلکہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بروقت بیداری کا ثبوت بھی دیا! اقبال نے دیکھا کہ ہندو

Marfat.com

نے گورے صاحب کی زبانی جمہوریت کی حکمرانی اور جمہوریت میں اکثریت کی اصل طاقت کی لوری سن لی ہے اور وہ جھوم رہا ہے ایسے میں گورے اور اس کے لاڈلے ہندو کو جمہوریت کے ہتھیار سے شکست دی جاسکتی ہے! اُردِ فرنگی اور ہندو کانگریس مسلمانوں کے جداگانہ حق انتخاب مان چکے ہیں' اب اگر کوئی نڈر' بے باک' ہٹ کا پکا' بات کا سچا' عمل کا سچا مسلمان گورے اور ہندو سے ان کی زبان میں بات کر سکے اور دستیاب اسلحہ -- جمہوریت اور جداگانہ انتخاب کی دونوں تلواروں کو صحیح صحیح استعمال کر سکے تو ہندو اور انگریز دونوں کو شکست دی جاسکتی ہے چنانچہ اس پکار کا جواب بلکہ وقت کی آواز کا جواب قائداعظم محمد علی جناح تھے!!

حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت علامہ اقبال دونوں ہی اپنے اپنے وقت میں تاریخ کے ایسے موڑ پر ''مردِ غیب'' بنکر سامنے آئے جب مسلمان عالم مایوسی اور زبوں حالی کی زد میں تھے اگر ان مراحل میں وقت کی آواز پر لبیک کہنے والا کوئی نہ ہوتا تو یا تو ہندوستان بھی سپین کا نقشہ پیش کرتا اور پورا برعظیم آج بھارت کی طرح ہوتا جہاں لگ بھگ بیس کروڑ مسلمان اقلیت شودروں سے بھی کم تر طبقاتی معاشرہ کا پانچواں حصہ بن چکے ہوتے کیونکہ تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر فیصلہ کن لمحے میں فیصلہ کن قدم نہ اٹھایا جائے تو افراد عمر بھر پچھتاتے ہیں اور قومیں ہمیشہ ہاتھ ملتی رہتی ہیں اور اپنے بڑوں کی غفلت اور اپنی حسرت کا ماتم کرتی رہتی ہیں' اگر تاریخ کی اس سچائی کو سامنے رکھا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت مجدد اور حضرت علامہ نے اپنے اپنے وقت میں فیصلہ کن گھڑیوں میں فیصلہ کن اقدامات سے مسلمانوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالا اور منزل مراد سے ہمکنار کیا! اس لئے وہ برعظیم کی ملت اسلامیہ کے محسن اور قابل احترام زعماء ہیں!

اقبال کا کمال یہ ہے کہ اس نے نہ صرف برعظیم کی ملت اسلامیہ کے قدیم محسن اور بروقت خبردار ہو کر عملی اقدام اٹھانے والے مجدد الف ثانی کو پہچانا' ان کی عظمت کو دل میں جگہ دی اور ان کی عظیم و جلیل خدمت کی قدر کی اور گن گائے بلکہ اپنے بعد آنے والی مسلمان نسل کو نہ صرف

Marfat.com

قائد تلاش کر دیا بلکہ قائد اور قوم کے درمیان اعتماد اور یقین کی وہ فضا قائم کر دی جس میں سب کی عملی جدوجہد بار آور ثابت ہوئی! اس وقت کی مسلمان قوم کو اقبال پر پورا پورا بھروسہ تھا اس لئے اقبال نے جب مسلم قوم سے کہ دیا کہ محمد علی جناح کی قیادت کسی شک وشبہ سے بالاتر ہے' اس لئے پورے یقین اور عزم کے ساتھ قائد اعظم کی پیروی کی جائے' مسلم عوام انگریزی سے نابلد تھے اور قائد اعظم انگریز میں ہی تقریر کر سکتے تھے اس لئے سب لوگ اپنے قائد کو انگریزی بولتے ہوئے خوش ہوتے تھے مگر سمجھتے نہ تھے لیکن جب پوچھا جاتا تو ہر ایک کا جواب یہی ہوتا کہ قائد نے سچ ہی بولا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ قائد نے کہا ہے ہمارا قومی مفاد اسی میں ہے! یہ دراصل نا قابل شکست سچائی اور غیر متزلزل اعتماد کا امتزاج تھا جس نے 1947ء میں پاکستان بنا دیا!

مسلم ہندوستان کی تاریخ کے جس لمحے میں حضرت مجدد میدان عمل میں آئے وہ ایک نہایت نازک اور بے حد خطرناک لمحہ تھا' اگر حالات کا رخ نہ بدلتا تو یہ تاریخ شاید وہ نہ ہوتی جو آج ہمارے لئے باعث سکون بھی ہے اور سبق آموز بھی ہے' اس وقت کا مسلم معاشرہ دوراہے پر نہیں عجب قسم کے چوراہے پر تھا! افتراق وانتشار کے رستے بیشمار تھے مگر اتحاد کا رستہ صرف ایک تھا' باقی تمام رستے بند کر کے قوم کو صرف ایک راستہ پر گامزن کرنا ایک معجزہ سے کم نہ تھا مگر اس درویش خدامست کے ہاتھ پر نظام قدرت نے یہ معجزہ دکھا دیا شاعر کا یہ قول بالکل درست اور سچائی پر مبنی ہے کہ "ہر کے را بہر کارے ساختند" اور یوں لگتا ہے کہ بھٹکے ہوئے مسلم ہندوستان کو راہ راست پر ڈالنے کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا کیا گیا!

برطانوی ہندوستان کے مسلمانوں کو حالت اکبری دور کے مسلمانوں کی حالت زار سے مختلف نہ تھی! اقبال اور قائد اعظم کا کام حضرت مجدد کے کام سے زیادہ نازک اور مشکل تھا' ایک بیرونی طاقت ملک کے سیاہ وسفید کی مالک تھی' اس کے ساتھ اندرونی اکثریت اپنی عددی طاقت کے بل بوتے پر سب کچھ سمیٹنے کا عزم کئے ہوئے تھی' ایسے میں ایک کمزور سی اقلیت کے بس میں

Marfat.com

کچھ بھی نہ تھا تثلیث کے ناخدابت پرستوں کے ساتھ متفق ہو چکے تھے کہ انگریز کے اصل حریف مسلم اقلیت کو کچھ بھی نہیں دینا! جمہوریت میں بات اکثریت کی چلتی ہے، حقیر اقلیت کو اکثریت کی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے لہذا ہندوستانی مسلمان کا مستقبل اب صرف اتنا رہ گیا ہے کہ وہ ہندو اکثریت کے سامنے سر جھکا دے اور بس ؛ مگر ایسے میں حضرت علامہ کا یہ فرمانا کہ مسلمانوں کیلئے الگ مستقل اور آزاد وطن قائم کرنا ہوگا ایک دور کی کوڑی اور دیوانے کا خواب معلوم ہوتا تھا مگر 1932ء سے 1947ء تک صرف پندرہ سال کے عرصہ میں یہ خواب حقیقت بن گیا!! شاعری میں اقبال نے مولانا جلال الدین رومی کو اپنا پیشوا اور پیر مانا ہے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ برعظیم کی اسلامی سیاست میں اقبال کی پیشوائی اور پیری کا منصب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو جاتا ہے! اسی لئے حضرت علامہ کے دل میں حضرت مجدد کے لئے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی جس کا عملی اظہار اقبال نے جا بجا کیا ہے!

اقبال جیسا صاحب بصیرت وژنری (Visionary) یہ دیکھ رہا تھا کہ مسلم سیاست کو اگر کبھی زک پہنچی تو پنجاب میں بڑی بڑی پگڑیوں اور طروں والے جاگیرداروں سے پہنچے گی (اور اقبال کا یہ خدشہ سو فی صد درست نکلا!!) 1946ء میں پنجاب کے انہی جاگیرداروں نے قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے دیوار کھڑی کر دی! پنجاب میں مسلم لیگ کی وزارت بن جاتی تو پاکستان کا جغرافیہ وہ نہ ہوتا جو آج ہے، اقبال نے اس خطرہ سے بھی بروقت خبردار کر دیا تھا چنانچہ حضرت مجدد کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر اقبال نے اپنے جذبات کو یوں شعر کی زبان دی تھی (9)

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار!

Marfat.com

کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو — آنکھیں مری بینا ہیں، ولیکن نہیں بیدار

آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند — ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں — پیدا کلہ فقر سے ہو طرۂ دستار

باقی کلہ فقر سے تھا ولولہ حق — طروں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار!

جاوید نامہ کے ایک شعر میں نطشے کے حوالے سے بات کرتے ہوئے ایک احمد نامی ہستی کا ذکر کیا ہے کہ اگر نطشے اس ''احمد'' کے زمانے میں ہوتا ت وہ اس کی تسلی کر دیتے اور اسے سرور سرمدی یا فرحت ربانی میسر آ جاتی ،لیکن یقین سے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہاں سے شیخ احمد سرہندی مراد ہیں کیونکہ احمد سے مراد سرکار دو جہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مراد ہو سکتے ہیں، منطق کا تقاضا یہ ہے کہ مطلق سے فرد کامل ہی مراد لیا جانا چاہئے ! ظاہر ہے اس قسم کی گرہ کشائی اور ایمان افروز حل تو وہی کملی پوش صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیش فرما سکتے ہیں جیسا کہ مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی ﷺ نے سمجھا دیا چند اشاروں میں !!

تاہم بعض احباب اہل علم نے یہاں احمد سے مراد حضرت مجدد ہی لیا ہے، چونکہ بقول اقبال انہیں خدا نے بروقت خبر دار کر دیا تھا اور انہوں نے اکبری الحاد کا رستہ بند کر دیا تھا، اقبال خود بھی بروقت بیدار ہو کر آزاد مسلم وطن کی تجویز پیش کر گئے تھے اس لئے گویا وہ بھی اپنے پیشرو اور پیشوا حضرت مجدد کی طرح ہی ہیں اور وہ چونکہ خود بھی نطشے کی تسلی کر سکتے تھے اگر وہ اقبال کے زمانے میں ہوتا:

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں — تو اقبال اس کو سمجھا تا مقام کبریا کیا ہے

اس لئے یہاں اس شعر میں بروقت خبر دار ہونے والے حضرت مجدد ہی مراد ہیں: (10)

Marfat.com

کاش بودی درزمانے احمدی تا رسیدی برسر ورسرمدی!!

بہر حال یہ توجیہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے' اس صورت میں اقبال کی نظر میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا رتبہ اور مقام اور بھی بلند ہو جاتا ہے اور ایسے ہونا بھی چاہئے کیونکہ اقبال واقعی حضرت مجدد سے ایسی ہی عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور ان کا بے حد احترام کرتے تھے' حتیٰ کہ اپنے بیٹے جاوید کو حضرت کے مزار کی زیارت کرانے کی منت بھی مانی تھی! سرہند شریف کو عمدہ اور پر فضا جگہ بھی قرار دیا تھا اور یہ بھی اعتراف فرمایا تھا کہ ''روضہ شریف'' ایک پاکیزہ مقام ہے اور امام ربانی کے مزار مبارک نے ان کے دل پر بہت اثر کیا ہے' روضہ شریف کی بار بار زیارت کا اعلان بھی فرماتے تھے (11)

اقبال اولیاء اللہ سے عقیدت رکھتے تھے اور مزارات اہل اللہ کی باکات کو بھی مانتے تھے لیکن حضرت مجدد الف ثانی سے تو ان کی عقیدت و محبت بہت زیادہ تھی اور ان کے مزار پر اپنی بے ہوشی کا واقعہ اکثر اشکبار آنکھوں سے بیان کرتے تھے' سرہند اور روضہ شریف کے متعلق ایک جگہ لکھتے ہیں (12).

''سرہند خوب جگہ ہے' مزار نے میرے دل پر بڑا اثر کیا ہے' بڑی پاکیزہ جگہ ہے' پانی اس کا سرد و شیریں ہے' شہر کے کھنڈرات دیکھ کر مجھے مصر کا قدیم شہر فسطاط یاد آ گیا جس کی بنیاد حضرت عمرو بن العاص نے رکھی تھی' اگر سرہند کی کھدائی ہو تو معلوم نہیں کہ اس زمانے کی تہذیب و تمدن کے کیا انکشافات ہوں' یہ شہر فرخ سیر کے زمانے میں بحال تھا اور موجودہ لاہور (1935ء میں؟) سے آبادی و وسعت کے لحاظ سے دوگنا تھا''

اور اس پر سید نذیر نیازی کا نوٹ بھی قابل توجہ ہے کہ ''حضرت علامہ سرہند سے بڑا گہرا اثر لے کر آئے تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ مسلمان اپنی تاریخ و تمدن سے کس درجہ بے خبر ہیں بلکہ

Marfat.com

اس سے غفلت برت رہے ہیں"

المختصر علامہ اقبال حضرت مجدد کے عقیدت مند بھی تھے اور ان سے متاثر بھی تھے لیکن اپنے وسیع تر تاریخی شعور کے طفیل یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ وہ اپنے تاریخ ساز کردار کی بدولت حضرت مجدد سے مماثلت بھی رکھتے ہیں اور یہ غلط بھی نہیں دراصل اقبال نے حضرت مجدد کے کردار کو دریافت بھی کیا' اسے متعارف بھی کرایا اور اس کی پیروی بھی کی اس طرح یہ دونوں عظیم وجلیل زعماء بر عظیم کی ملت اسلامیہ کے محسن ہیں!!

Marfat.com

اسلامی تصوف اور امامِ ربانی

اسلامی تصوف دراصل وہ نظامِ تربیت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اس طریقہ کردار سازی اور تعمیرِ شخصیت پر مبنی ہے جو آپ نے اپنے جان نثار ساتھیوں کی ظاہری و باطنی اور روحانی و مادی تربیت کے لئے اپنایا تھا، یہ طریقہ تربیت بہت آسان، سادہ اور مؤثر تھا، یہ نبوی طریقہ سیرت سازی ایک معاشرتی ادارہ بھی تھا اور انقلابی تحریک بھی، یہ ادارہ اس لئے ہے کہ اس کی بنیاد وہ منصب ہے جو اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک رسول اولین و آخرین سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو عطا فرمایا اور اس کا ذکر قرآنِ کریم کی تین سورتوں میں معمولی سے فرق سے مکرر آیا ہے۔(۱) اور یہ تحریک اس لئے ہے کہ انبیاء سابقین کے صحیفے تو تحریف اور ضیاع کا شکار ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی نہ تو ذمہ داری لی اور نہ خود انبیاء کرام نے ان کے تحفظ کیلئے کوئی جماعت تیار کی لیکن قرآنِ کریم کے تحفظ کی اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری بھی لی ہے اور خود رسالتمآب ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے انسانیت کے نام اس آخری پیغام کے تحفظ اور اس پر عمل کرنے کے لئے متعدد چینل (Chanles) مقرر فرمائے اور اسے ایک تحریک کی شکل بھی دی اس تحریک کی کامیابی کے لئے تربیت یافتہ کارکنوں کی ایک جماعت بھی تیار کر دی، یہی جماعت حفاظِ قرآن، مرشدین امت اور زھاد باعمل پر مشتمل تھی جس کا تربیت یافتہ ہر رکن اپنے اپنے عمل کا مردِ میدان تھا، قرآن و سنت ان کا ضابطہ عمل تھا اور زھد و تقوی ان کا ظاہری اوڑھنا بچھونا تھا، صحابی اور تابعی دو ایسی نسبتیں تھیں جن کی جگہ کسی کو کوئی اور نسبت کی نہ ضرورت تھی اور نہ گوارا تھی اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین میں سے کوئی دار ارقم کی نسبت سے ارقمی یا اھل صفہ کی نسبت سے صفی نہ کہلایا تاہم بعد کے ادوار میں جب صفی یا صوفی کی ضرورت پڑی تو عوام نے ''صوفی'' کو ترجیح

Marfat.com

دی مگر آگے چل کر امتیازی شان والی اسی عالم باعمل جماعت کا نام لوگوں نے صوفی رکھدیا اور اسی سے اسلامی تصوف وجود میں آیا، مکی عہد میں تو دارارقم اس جماعت کا مرکز تھا جو دارالندوہ کے مقابلے میں دارالاسلام کہلاتا تھا (۲) مگر ھجرت کے بعد صفہ مسجد نبوی نے دارِارقم کی جگہ لے لی تھی یہاں پر تربیت نبوی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے سرفراز ہونے والے اھلِ صفہ سے نسبت رکھنے والے ''صفی'' ہی تھے ان اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے والوں میں سے بعض نے اونی یا کھردرا لباس پہننا شروع کر دیا تو چونکہ لفظ ''صوفی'' (اونی لباس والا) کا تلفظ خفیف اور آسان ہے اس لئے یہی مستقل دوام پا گیا اور آج بھی زبانوں پر یہی لفظ ہے خود رسول مزمل و مدثر نے بھی اونی لباس کو بابرکت قرار دیتے ہوئے اسے اپنانے کی تلقین فرمائی (۳)!

کہنے کی بات یہ ہے کہ اسلامی تصوف کی بنیاد دارارقم اور صفہ مسجد سے اٹھنے والی وہ تحریک ہے جو نظرِ مصطفیٰ ﷺ کے اشارہ سے شروع ہوئی اور جس نے صرف ایک ربع صدی کے اندر جزیرہ عرب میں ہمہ جہت و ہمہ گیر انقلاب برپا کرنے کے ساتھ ساتھ وقت کی دو سپر طاقتوں کا ظالمانہ شاہی نظام اُلٹ پلٹ کر ایک شاندار سلطنت بھی قائم کر دی جو بیک وقت تین برِاعظموں پر پھیلی ہوئی تھی اور انسانیت کو ایک ایسا تمدن اور ضابطہِ زندگی دیا جو عدل و انصاف اور امن و سلامتی کا بھی ضامن ہے (۴)! لیکن غیر اسلامی فکر و فلسفہ کی آمیزش کے باعث یہ اسلامی تصوف الجھنوں کا شکار ہو گیا بلکہ اُلجھنا شروع ہوا تو اُلجھتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ بعض صورتوں میں آخر کار ایک معما، ایک چیستاں بلکہ ایک شعبدہ بازی بن گیا!!

شیخ اکبر ابنِ العربی جیسے عبقری مفکر نے اسلامی تصوف کو فلسفیانہ رنگ دیا اور اسے سادگی اور سہولت سے بہت اونچا لے گئے، ان کے تصور وحدۃ الوجود نے تزکیہ نفس اور کردار سازی کا کام دینے کی بجائے ذھنوں کو پریشان کر دیا بلکہ وہ کچھ ایسی باتیں بھی کہہ گئے جن سے لوگ ناسمجھی کے باعث گمراہی کا شکار ہو گئے اور ان کی بعض باتیں راسخ العقیدہ مسلمانوں کو آج بھی

Marfat.com

کھٹکتی بلکہ چبھتی ہیں !!اس کے برعکس قرآنِ مجید نے جو صراطِ مستقیم انسانیت کے لئے پسند کیا ہے وہ آسان بھی ہے، سادہ بھی اور عام فہم بھی، اللہ تعالیٰ کی یہ آخری کتاب عقل کی تمام تر صلاحیتوں کو کام میں لانے کی ھدایت دیتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی انسان کو ان صلاحیتوں کے محدود ہونے کا بھی احساس دلایا گیا ہے اور یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتے، کیونکہ انسان اپنی وسعت سے بڑھکر عمل کا پابند نہیں ہے اور جو چیزیں اس کے فطرتی حواس سے برتر اور باہر ہیں ان کے درپے ہونا معقول بات بھی نہیں ہے مگر بیرونی افکار اور معتقدات نے مسلمان صوفی کو بھی اُلجھنوں میں ڈال دیا، ھندو یونان کے فلسفے نے ''صفیوں'' (اھل صفہ) یا صوفیوں کو مشائی ،اشراقی، سادھو اور تارک دنیا زاھد بنادیا، کوئی گوشہ نشین بن گیا ،کوئی جنگلوں اور صحراوں میں بھٹکنے لگا اور کسی کو اضطراب نے مجذوب بنادیا مگر سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ صوفیانہ شطحیات اور مجذوبانہ اعلانات سے بڑھ کر کچھ لوگ فلسفہ ''وجودیت'' میں ایسے گم ہوئے کہ نہ تو شیخ عبقری کے فکر کو سمجھ پائے اور نہ سادہ تصوف اسلامی کی طرف لوٹ سکے کیونکہ ان میں نہ تو کوئی شیخ کے پائے کا آدمی تھا اور نہ ان کے مدعا کا صحیح ادراک کرنے والا لیکن ''وجودیت'' نے نہ صرف نماز ،روزہ ،حج ،زکوۃ اور دیگر شعائرِ اسلام سے بیزار و بے نیاز ''بزرگوں'' کو جنم دیا، بلکہ ایسے ایسے زندیق پیدا ہوگئے جو الحاد کو تصوف سمجھ بیٹھے، شراب نوشی و بدکاری کو بھی وجودی تصوف کا رنگ قرار دے لیا، ''ہمہ اُوست'' نے قاتل و مقتول، عابد و معبود اور عاشق و معشوق کو ایک بنادیا، الغرض اس ''وجودی وحدت'' نے اسلامی معاشرہ کو انتشار میں مبتلا کردیا!!

برِ عظیم پاک و ھند میں اسلامی تصوف کی شمع روشن کرنے والے بزرگ بلادِ ماوراء النہر سے بھی آئے ،ایک آدھ اللہ والے حضرت حسین زنجانی اور اسماعیل محدث غزنوی جیسے بزرگوں کا ذکر ملتا ہے مگر بقول اقبال سرزمینِ ھند میں ''تخم سجدہ'' کاشت کرنے والے اور غلغلہ توحید بلند کرنے کا حقیقی شرف پانے والے تو سید ھجویر حضرت داتا گنج بخش ہیں، ان کے بعد اسلامی تصوف

Marfat.com

کے ''سلطان الہند'' حضرت خواجہ اجمیر معین الدین چشتی سجزی علیہ الرحمہ کی آمد آمد سے کفر کے تالے
وٹ گئے اور سلسلہ چشتیہ نے دینِ توحید کے جھنڈے گاڑ دیئے یوں کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے
والے ان بزرگوں کے اَتباع واَخلاف نے دینِ حق کی اشاعت اور حقیقی اسلامی تصوف کی بنیادوں
کا کام اس جذب وشوق اور ہمتِ مردانہ اور حکمتِ مومنانہ سے انجام دیا کہ آج بھی ان کی سعی
مشکور کے آثار وثمرات ہمارے سامنے ہیں، تاہم برہمن کی پختہ زناری وعیاری سلاطینِ دھلی اور
مغلوں کے عہد میں بھی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہی اگرچہ ناکامیوں کا منہ دیکھتی رہی پھر
ہمایوں کے ایران سے واپس آنے اور اکبر شاہ کے نمودار ہونے سے فضا یکسر بدل گئی، اور اس کا اثر
اسلامی تصوف پر بھی پڑنا قدرتی بات تھی، ایرانی فکر وفلسفہ کی درآمد نے، پھر نقطوی تحریک کے
ملحدین نے اپنا کام دکھایا، شیخ اکبر کے فلسفہ وحدۃ الوجود کو سمجھنے کی صلاحیت سے عاری نادانوں نے
''وجودیت'' کے بہانے اسلامی تصوف کو کتاب وسنت سے دور لے جانے کی ''سعی نامشکور''
سے اسلامی تصوف اور اشاعت اسلام پر ناخوشگوار بلکہ المناک اثرات مرتب کئے، زندقہ والحاد کا
بازار گرم ہوا اور اکبر کے دینِ الٰہی کو زرخیز زمین مل گئی، تصوف پر ایسے شعبدہ باز چھا گئے، جنہوں
نے شریعت کو طریقت کا دشمن قرار دے لیا، حلال وحرام اور جائز وناجائز ''ہمہ اُوست'' کے پردے
میں سب ایک ہوگئے، جب سب کچھ ایک ہے تو پھر کفر واسلام کا فرق کیا معنی؟ قاتل ومقتول
جب ایک ہیں تو پھر قتل کی سزا کے کیا معنی؟ قاتل نے تو خود کو قتل کیا ہے!!! اکبر نے بزعم خویش کفر و
اسلام کا فرق ہی مٹا دیا اور ''دینِ الٰہی'' کے لئے میدان صاف ہوگیا، اپنی پختہ زناری میں مست
ہندو برہمن کے لئے یہ فضا صدیوں بعد ملنے والی خوشخبری سے کم نہ تھی، اسے یہ نظر آ گیا کہ اسلام
بھی معاذ اللہ بدھ مت اور جین مت کے ''گھاٹ'' اتر سکتا ہے کم سے کم یہ تو ہوگیا ہے کہ
''ہندو مزاج'' بلکہ ہندو نواز مسلمان تو دستیاب ہوتے رہیں گے، انہیں عیاشی کا سامان اور
آسائشیں مہیا کر کے مندر کا رستہ دکھانا کچھ مشکل نہ ہوگا (5) (اور ہندو مزاجی یا ہندو نوازی کا یہ

Marfat.com

سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں اور کسی نہ کسی مقدار میں آج تک جاری ہے خصوصا معتدل روشن خیالی نے تو ھندو مزاجی اور ھندو نوازی کو خوب ہوا دی ہے!!) راسخ العقیدہ مسلمانوں کو برہمن نے تشدد پسند، دقیانوس اور انتہا پسند قرار دے رکھا تھا (اور آج کی سامراجی زبان میں بھی ایسے مسلمانوں کو بنیاد پرست اور دھشت گرد کہا جاتا ہے) لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اکبری دور میں کوئی ایک ھندو بھی دینِ الٰہی سے ''مشرف'' نہ ہوسکا (اور آج بھی سیکولرزم اور جمہوریت کی مالا جپنے والا ھندو نئے دور میں عالمی سامراجیوں کی طرح اندر سے کٹر مذھبی، بے حد متعصب اور انتہائی درجے کا ایسا مکار اور منافق ہے جو اندر سے اسلام سے نفرت، حقارت، عناد اور حسد کی آگ میں جلا بھنا جارہا ہے؟)! افسوس تو یہ ہے کہ عثمانی ترکوں کے زوال کے بعد سے سامراجیوں کے زیرِ اثر سیاسی طور پر منتشر اور دفاعی طور پر غیر محفوظ ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی اسلامی دنیا کے حکمران اپنوں سے بیگانے اور غیروں کے پروانے بنے ہوئے ہیں، اکبری عہد کے ھندو غلبہ نے جس طرح ''ھندو مزاج'' مسلمانوں کی ایک نئی قسم کو جنم دیا تھا اسی طرح پرانے اور نئے عالمی سامراجیوں نے بھی اپنے لئے ''سامراجی مزاج مسلمان'' حکمرانوں کی نئی قسم ایجاد کرلی ہے، حضرت مجدد کی اصلاحی تحریک نے برِ عظیم کی ملتِ اسلامیہ کی عزت و وقار کو بحال کیا اور جہانگیر کے تعاون سے ھندو غلبہ پر ضربِ کاری لگائی، شاہ جہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں مجددی تحریک کے اثرات مزید پروان چڑھے جس کے نتیجے میں برِ عظیم کے مسلمان اپنے ھندو مزاج لیڈروں سے کافی حد تک آزاد ہوگئے لیکن اکبری عہد ھندو کو ایک ہتھیار دے گیا ہے کہ ھندو مزاج مسلمانوں کے ذریعہ مسلمانوں کو سیاسی طور پر لاوارث اور معاشی طور پر اپاہج بنا کر انہیں بھی بدھوں اور جینیوں کی طرح ھندومت میں مدغم کیا جاسکتا ہے، اسی کو اکھنڈ بھارت اور رام راج کہتے ہیں۔

اس مذکورہ پس منظر اور پیش منظر کو سامنے رکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف کی اصلاح کے حوالے سے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے پیش نظر بہت مشکل کام تھا مگر آپ نے ہمت و بصیرت

Marfat.com

سے کام لیتے ہوئے پانچ عملی اقدامات فرمائے۔

ا۔ تصوف کتاب وسنت سے دور جا پڑا تھا اس کا رُخ درست کیا۔

۲۔ لوگ اکبری الحاد وفساد کے طوفان کی زد میں تھے اس طوفان بلا کا سد باب کیا۔

۳۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر ھندو برہمن مسلمانوں کے دل ودماغ پر چھا گئے تھے اور اکبری الحاد اور وجودی تصوف کو ہوا دیکر امت مسلمہ کو بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتارنے پر تلے ہوئے تھے اس لئے ان کی راہیں مسدود کرنے کی کوشش فرمائی۔

۴۔ صوفیہ خام اور شعبدہ باز عامۃ الناس کو بدعملی اور گمراہی کے رستے پر ڈال رہے تھے اس لئے ان کی اصلاح بہت ضروری تھی۔

۵۔ یہ خرابیاں عوام وخواص کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک اپنی لپیٹ میں لے چکی تھیں اس لئے سب طبقات پر فوری اور پوری توجہ کی ضرورت تھی، چنانچہ شیخ سرھند علیہ الرحمہ نے ان سب کو درست کرنے اور سنبھالنے کے لئے اپنے جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سے صحیح رُخ متعین کر دیا اور آپ کے اس زبانی اور قلمی جہاد کا نتیجہ آپ کی زندگی میں ہی سامنے آ گیا اور شیخ کے اس جہاد اکبر کے اثرات بہت دوررس ثابت ہوئے جو آج بھی محسوس کئے اور دیکھے جا سکتے ہیں۔

ا۔ اسلام نام ہے احکامِ قرآن اور ارشاداتِ نبوی پر پوری طرح اور کما حقہ عمل پیرا ہونے کا، اپنے قول وعمل کو انہی احکام وارشادات کے سانچے میں ڈھالنا ہی اسلامی تصوف ہے، مکہ مکرمہ کے دارارقم میں اور مدینہ منورہ کے صفہ مسجدِ نبوی میں رسول اکرم ﷺ نے کتاب اللہ کی تعلیم وتفہیم اور اپنے وعظ ونصیحت اور اپنے عمل اور نگاہِ کرم سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کے لئے جو طریق اختیار فرمایا صحابہ کرام اور تابعین عظام نے بھی اسی سے خلق خدا کی تربیت فرمائی اور پھر صوفیہ صافیہ کے حق پرست گروہ نے بھی ہمیشہ اسی کو اپنایا اور آج تک اسے ہی حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بھی اپنے مواعظ اور مکتوبات کے ذریعہ پُر زور تحریک کی

Marfat.com

شکل میں بھٹکے ہوئے راہی کو حرم حق کا رستہ دکھلایا اور اسلامی تصوف کو کتاب وسنت سے باہر الحاد زندقہ قرار دیا تصوف کو کتاب وسنت سے دور لے جانے میں توحید وجودی یا فلسفہ ء وحدۃ الوجود کے ان علمبرداروں کا ہاتھ ہے جو شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کی فکرِ بلند کی تو گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے مگر اس کی موشگافیوں میں پڑ کر صحیح راہ سے بھٹک گئے ،اس ضمن میں حضرت مجدد کا ایک مفصل مکتوب گرامی ہے جو شیخ فرید بخاری کے نام ہے اور جس کا موضوع توحید شہودی اور توحید وجودی ہے،(٦) شیخ سرھند تصوف کو کتاب وسنت سے دور لے جانے والوں کی خبر لیتے ہوئے فرماتے ہیں:(٧)

''اکثر ابنائے ایں وقت ، بعضے به تقلیدو بعضے بمجردعلم و بعضے دیگر بعلم ممتزج بذوق ،ولوفی الجمله،وبعضے بالحاد وزندقه دست بد امن ایں توحیدوجودی زده اند ،وهمه را از حق می دانند بلکه حق می دانند وگرد نهائے خود را از ربقه تکلیف شرعی بالحیله می کشانند و مداهنةدر احکام شرعیه می نمایند ، وبایں معامله خوش وقت و خورسند اند ، و اتیان اوامر شرعیه را اگر اعتراف دارند طفیلے می دانند، مقصود اصلی ورائے شریعت خیال می کنند ، حاشا و کلا ثم حاشاو کلا، نعوذبالله سبحانه من هذا الاعتقاد السوء۔

یعنی اس دور کے اکثر لوگ کسی کی تقلید میں، کچھ لوگ خالی علم کی بنیاد پر جبکہ بعض لوگ علم وذوق کے امتزاج سے، خواہ کتنا ہی سہی ،لیکن بعض لوگ محض الحاد وزندقہ کی وجہ سے اس توحید وجودی کا دامن تھامے ہوئے ہیں، سمجھتے یہ ہیں کہ یہ حق کی طرف سے ہے بلکہ یہی حق ہے، مقصد ان کا یہ ہے کہ احکامِ شریعت سے پیچھا چھڑالیں یا تساھل اور مداھنت کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ لوگ اپنی

Marfat.com

اس روش پر خوش اور مطمئن دکھائی دیتے ہیں، یہ لوگ اگر احکامِ شریعت پر عمل کرتے بھی ہیں تو اسے ایک ضمنی اور معمولی بات تصور کرتے ہیں، ان کی اصل منزلِ مقصود وہ اعمال ہیں جن کا شریعت سے کوئی واسطہ نہیں، مگر ایسے ہرگز ہرگز نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس بدعقیدہ سے محفوظ رکھے ! ''

اس دور کے صوفیہ خام اور تصوف کو ایک چیستاں یا شعبدہ بازی بنا دینے والے ہوس پرستوں کا ایک خطرناک رویہ یہ تھا کہ وہ شریعت اور طریقت کو دو مخالف و متضاد رستے قرار دیتے تھے، حالانکہ اس سے پہلے کے بزرگ اہلِ طریقت جیسے سید ھجویر داتا گنج بخش، خواجہ اجمیر اور بابا فرید وغیرہ یہ واضح کر چکے تھے کہ جو طریقت اسلامی شریعت یا کتاب وسنت کے مطابق نہ ہو وہ نا قابلِ قبول اور اسلام سے انحراف ہے، لیکن امام ربانی نے نہ صرف یہ کہ اسلاف کے اس موقف کی پُر زور تائید کی بلکہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ یہ ذہن نشین فرما دیا کہ صوفی کا کمال ہی یہ ہے کہ وہ معلم دارِ ارقم اور صفہ مسجدِ نبوی ﷺ کی سنتِ مطہرہ پر حرف بحرف عمل کرتا ہے اور احکامِ شریعت سے سر مو بھی انحراف و اعراض نہیں کرتا، حضرت مجدد اپنے ایک عقیدتمند شیخ محمد یوسف کے نام اپنے مختصر مکتوب میں لکھتے ہیں (۸)

''بزرگی در خاندان شما موروثی است ، برنهجے زندگانی نمایند که استحقاق ایں وراثت میسر گردد، و ظاهر را بظاهر شریعت و باطن را بباطن شریعت که عبارت از حقیقت است متحلی و متزین دارند، چه حقیقت وطریقت عبارت از حقیقت شریعت است و طریقت آن حقیقت ، نه آنکه شریعت امرے دیگر است و طریقت و حقیقت دیگر که آن الحاد و زندقه است۔

یعنی آپ کے خاندان میں بزرگی تو ایک موروثی یا ورثہ میں ملنے والی چیز ہے، آپ

Marfat.com

زندگی اس طرح بسر کریں کہ اس وراثت کے حقدار ثابت ہوں، اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے ظاہر و باطن کے مطابق رکھیں کیونکہ شریعت ہی حقیقت ہے اپنے آپ کو اس شریعت سے آراستہ و مزین رکھیں، اس لئے کہ حقیقت اور طریقت دراصل شریعت ہی ہے اور حقیقی رستہ بھی یہی ہے، یہ نہیں کہ شریعت کچھ اور ہے اور طریقت و حقیقت کسی اور چیز کا نام ہے کیونکہ الحاد و زندقہ یا بے دینی اسی کا نام ہے !''

صوفیہ خام کا خیال یہ تھا کہ شریعت تو صرف ظاہر کے لئے ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، حقیقت تو شریعت کے علاوہ کچھ اور ہی ہے، امام ربانی علیہ الرحمہ کا اپنے ایک اور عقیدتمند فرید بخاری کے نام ایک مکتوب ہے جس میں اس مذکورہ مضمون کے علاوہ یہ اضافہ بھی ہے، فرماتے ہیں:(۹)

طریقت و شریعت عین یکدیگر اند، سرموئے از مخالفت درمیان ایشان واقع نیست، فرق اجمال و تفصیل است و استدلال و کشف، هرچه مخالف شریعت است مردود است، کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقة، شریعت را بر جاد اشة طلب حقیقت نمودن کارمردان است!

یعنی طریقت اور شریعت بعینھا ایک ہیں، ان دونوں کے درمیان ایک بال برابر بھی فرق نہیں ہے، فرق اگر ہے تو صرف اجمال اور تفصیل کا ہے (گویا طریقت اجمال ہے جس کی تفصیل شریعت سے میسر آتی ہے!؟) یا یہ فرق استدلال اور کشف کا ہے (کہ شریعت سراپا دلیل و برھان ہے لیکن طریقت میں صوفیانہ کشف کو دخل ہے)، جو کچھ بھی شریعت کے خلاف ہو وہ مردود و مسترد ہے، ہر حقیقت جسے شریعت مسترد کر دے وہ زندقہ و بے دینی ہے، شریعت کو اس کا مقام عطا کرتے ہوئے حقیقت کی

Marfat.com

طلب وتلاش مردان حق پرست کا کام ہے!''

صوفیہ خام کا تصوف جسے شریعت سے الگ اور ماوراء تصور کیا جاتا ہے، دراصل خود ساختہ بدعات پر مشتمل ہے، بدعات گھڑنے والے ہمیشہ از راہِ تکبر اور ہوائے نفس، شریعت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ روش نفس امارہ کی پیداوار ہے چنانچہ فرماتے ہیں: (۱۰)

'' شرع شریف نفس امارہ کی رسوم کو مٹانے اور اس کی خواھشات کو دور کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے، گویا ہوائے نفس اور شریعت کی متابعت دو طرفین ہیں جو ایک دوسرے کی نقیض ہیں، پس اس دشواری کا وجود ہوائے نفس کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور جس قدر ہوائے نفس زیادہ ہوگی اسی قدر یہ دشواری زیادہ ہوگی پس جب خواہش نفس دور ہو جائے گی یہ دشواری بھی دور ہو جائے گی، اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مستقیم الاحوال صوفیہ احوال و اعمال اور علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ شریعت کی ہر مخالفت کسی خرابی اور نادرستی سے پیدا ہے، اگر حال درست وصادق ہوتا تو شریعت حقہ کی مخالفت نہ ہوتی''

۲۔ مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر اسلام کی پوری تاریخ میں ایک عجیب وغریب اور بالکل انوکھا حکمران ہے، مسلمان بادشاہ کہلاتے ہوئے جتنا نقصان اسلام اور مسلمان کو اس کے ذریعہ پہنچا اتنا کسی غیر مسلم بادشاہ نے بھی شاید ہی پہنچایا ہو، یہ درست ہے کہ اکبر شروع میں ایک دیندار مسلمان تھا مگر جاھل تھا اور یہ بھی درست ہے کہ اس کے بگاڑنے میں اس کے درباری علماء کے ذاتی کردار نے بہت بُرا اثر ڈالا مگر اس کا بگاڑ اور فساد اس کی ذات تک محدود نہ رہا بلکہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو اس نے اسلام کا باغی بلکہ شدید دشمن بنا دیا، اکبر کے اس فساد اور بگاڑ کا دائرہ صرف اس کے عہد تک محدود نہیں رہا بلکہ بعد کے ادوار تک پھیلا ہوا ہے حتیٰ کہ آج

Marfat.com

بھی اس کے اثرات بد محسوس کئے جا سکتے ہیں، اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اکبر بادشاہ نے برعظیم پاک وھند میں اشاعت اسلام کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچایا اور بگاڑ کا ایسا بیج بو دیا جس کے ثمراتِ بد آج تک مسلمانوں کو کھانے پڑ رہے ہیں بلکہ قائداعظم محمد علی جناح کے الفاظ میں ''خونخوار ھندو اکثریت کے ہاتھ میں ایک ایسی کُند چھری پکڑا دی جس سے وہ آج تک کھاتے پیتے یا دنیا دار قسم کے مسلمانوں کو ''ٹھنڈی موت'' مارتے چلے آ رہے ہیں اور وہ ہے ''ھندو مزاج مسلمان'' بلکہ اب تو ''ھندو نواز مسلمانوں'' کا ایک ''رینک اور منصب'' بھی سامنے آ گیا ہے جس پر چالاک برہمن مسلمانوں کو ''فائز فرما کر'' نہ صرف برعظیم کے مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے ایک فریب کا جال بچھا کر دھوکا دیتے رہتے ہیں!

اس ضمن میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے یہ الفاظ اکبری الحاد و زندقہ کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں اور جو غضب اس ''روشن خیال'' مسلمان حکمران نے اسلام اور مسلمان پر ڈھایا تھا اس کی ترجمانی کرتے ہیں: (۱۱)

> ''غرض یہ کہ اس وقت ھندوستان، جس میں دینِ فطرت کے شجرہ طیبہ کے نصب کرنے اور اسے بار آور کرنے کے لئے چار سو برس تک مسلسل بہترین انسانی توانائیاں، دماغی صلاحیتیں اور اھل قلوب اور اصحابِ صفا کی روحانیتیں صرف ہوئی تھیں، ایک ہمہ جہتی دینی، ذھنی اور تہذیبی ارتداد کے راستہ پر پڑ رہا تھا، جس کی پشت پر اس عہد کی عظیم ترین سلطنت اور فوجی طاقت تھی، جس کو اپنے زمانے کے متعدد ذھین و فاضل انسانوں کی علمی و ذھنی کمک حاصل تھی، اس وقت اگر حالات کی رفتار یہی رہتی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو جانے والی کوئی طاقتور شخصیت یا کوئی انقلاب انگیز واقعہ پیش نہ آتا تو اس ملک کا انجام گیارھویں صدی ھجری میں بظاھر وہی ہوتا جو نویں صدی ھجری میں اسلامی اندلس (جس کو دنیا اب سپین کے نام سے

Marfat.com

جانتی ہے) یا جو چودھویں صدی ھجری میں (انقلابِ روس کے بعد) ترکستان کا ہوا۔

"

اکبر آباد (آگرہ) میں قیام کے دوران میں حضرت شیخ سرھند نے اکبر اور اس کے درباری علماءِ سوء اور امراء کے اُٹھائے ہوئے اکبری الحاد و بے دینی کے طوفان کو قریب سے دیکھا تھا، اس کے ذرائع، مصادر اور ہتھیاروں کو غور سے جانچا اور اس کی شدت و ھولنا کی کا بھی صحیح صحیح اندازہ لگالیا تھا، ناگوری گروہ مفسدین کے مقاصد اور طریقہء واردات کو نہ صرف سمجھا بلکہ بڑی جرئت سے ان کی بعض ہرزہ سرائیوں کا فوری اور دوٹوک جواب بھی دیا تھا، آپ کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس مرض کا علاج بالمثل درکار ہوگا یعنی جس طرح ناگوری گروہ نے الحاد و بے دینی اور شر و فساد پھیلانے کے لئے مغل سلطنت کی مقتدر ھستیوں کو وسیلہ بنایا تھا قرآنِ کریم کے اصولِ دعوت پر کار بند ہوتے ہوئے "حکمت" سے کام لیا جائے، اکبر کے آس پاس تمام امراء اور اعیان سلطنت ایک جیسے نہ تھے، ان میں ایسے بھی تھے، جو دین حق کی متاع بے بہا لُٹنے کا احساسِ زیاں رکھتے تھے مگر علماء کو منقارِ زیر پر دیکھ کر گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کوئی راستہ نہیں پا رہے تھے ھدایتِ حق کا یہ رستہ حضرت مجدد نے مہیا فرمایا، ان سے روابط اور مکاتیب ارسال کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، آپ کی جرئتِ ایمانی و حق گوئی کا اندازہ آپ کے والدِ گرامی کو بھی تھا، غالباً اسی لئے خاموشی کے ساتھ خود تشریف لے گئے تا کہ آگرہ میں الحادِ اکبری کے طوفان سے براہِ راست فوری تصادم سے بچانے، شرعی طور پر شخصیت کو مکمل کرنے اور استعداد و تربیت کی جو کمی رہ گئی ہے اسے سرھند کی پُر امن بستی کے پاکیزہ اور خاموش ماحول میں تکمیل تک پہنچانے کا اہتمام کر دیں، چنانچہ رستے ہی میں سنتِ نبوی کی تکمیل کا سامان کرتے ہوئے ایک دیندار گھرانے میں آپ کی شادی کر کے مسنون طور پر آپ کی شخصیت کو مکمل کر دیا گیا، اس کے ساتھ ہی، تزکیہ نفس اور عرفانِ حق کا پہلو مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ دارِ ارقم اور صفہ مسجدِ نبوی کی طرز پر تربیت یافتہ کارکن تیار کرنا شروع

Marfat.com

کر دیئے گئے تا کہ تحریکِ اصلاح وانقلاب کو علی منہاج النبوہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کا میابی سے ہمکنار کیا جاسکے، چنانچہ اکبر کے عہد فتنہ پرور ونا ہنجار میں ہی اندرونِ ھند اور بیرونِ ھند مجددی مبلغین بڑی خاموشی اور حکمت کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کر چکے تھے اور مکاتیب مجددی کا سیلِ رواں بھی اکبری عہد کے الحاد وزندقہ کے طوفان بلا کا منہ موڑنے اور زور توڑنے کے لئے جاری ہو چکا تھا!!

۳۔ ھندو برہمن بڑا ہی ''خاموش کارکن'' ہے، مخالف طاقت کی جڑوں کو خفیہ دسیسہ کاریوں، سازشوں اور چالاکیوں سے اس طرح کاٹتا ہے کہ جس طرح چوہا کسی عمارت یا کھیت کو اندر سے یوں کھوکھلا کر دیتا ہے کہ وہ خود بخود گر پڑتی ہے اور کھیت گڑھے بن جاتے ہیں، لیکن جب اس برہمن کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے تو پھر یہ اگلے پچھلے حساب بے باق کرنے میں شیر ہو جاتا ہے، اگر یقین نہ آئے تو اسلامی ھند کی سلطنتوں کے خلاف ھندو برہمن کی خفیہ کاریوں کی کھوج لگا کر دیکھ لیجئے یا پھر تقسیمِ ھند کے بعد کی ساٹھ سالہ تاریخ میں جو کچھ ھندو نے اپنے ہاں کی مسلم اقلیت کے ساتھ کیا ہے یا ایک ہمسایہ کی حیثیت سے پاکستان اور بنگلہ دیش کے ساتھ کر رہا ہے اس کا ایک جائزہ لے لیجئے آپ کو ھندو کی وفا داری، پُر امن بقائے باہمی اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا پتا چل جائے گا!!

اکبری عہد میں اسلامی ھند میں ھندو کو کھل کھیلنے کا موقع ملا اور اسے اندازہ ہوا کہ شمشیر زن اور جرئت نشان مسلمان کو مارنے کے لئے تو زہر کی بھی ضرورت نہیں! اس فاقہ کش اور بے نوا کو تو ھندو مزاج اور پھر ھندو نواز بنا کر آسانی کے ساتھ زیر کیا جاسکتا ہے، چنانچہ اکبر کو ھندو رانیوں کے ذریعہ پہلے ھندو مزاج بنایا گیا اور پھر ھندو نوازی کا مرحلہ خود بخود آ گیا شاہی محل ھندو رانیوں سے کیا بھرا کہ وہاں پوری طرح ھندوانہ معاشرہ چھا گیا، جس نے اکبر کو ھندو مزاج بنانے میں دیر نہ لگائی، پھر اس ھندو نوازی کی مدد سے ان ھندو رانیوں کے بھائی بھتیجے اور بھانجے

Marfat.com

راجپوت سرکاری درباری عہدوں پر فائز ہو گئے، جہانگیر کی علمی و دینی تربیت میں بعض حق پرست علماء وصوفیہ کا ہاتھ نہ ہوتا تو اکبری عہد کے ختم ہوتے ہی مغل اقتدار پر ھندو کی خونخوار اکثریت کا قبضہ کوئی مشکل کام نہ تھا اور اسلامی اقتدار کا چراغ دسویں صدی ھجری میں ہی گُل کیا جا سکتا تھا (۱۲)

اکبر کی اسلام دشمنی اور دین سے بیزاری نے ھندو کو اس گھمنڈ میں مبتلا کر دیا کہ مسلمان کو ھندو مزاج اور پھر ھندو نواز بنا کر بالآخر مندر کی راہ پر ڈالا جا سکتا ہے اور یوں اسلام کو بھی بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتار کر اکھنڈ بھارت یا رام راج کو حقیقت کا روپ دیا جا سکتا ہے پھر انگریز نے اسی ھندو برہمن کو جب جمہوریت کی لوری سنائی اور بتایا کہ جمہوریت میں اقتدار تو صرف اکثریت کا حق ہے اور یہ کہ ایک ہزار سال تک مسلمان اقلیت کا غلام رہ کر ھندو نے اپنے لئے ذلت کی تاریخ لکھی ہے تب ھندو کے دل میں جذبہ انتقام پیدا ہوا اور اسے یوں لگا کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد مجبور اور مقہور مسلمان اقلیت سے ایک ہزار سالہ غلامی کا انتقام لیا جا سکتا ہے، اس خیال نے ھندو کو ایک خونخوار اکثریت کے نشہ میں مبتلا کر دیا، وہ مسلمان کو ایک ملیچھ، ناپاک اور نجاست سمجھ کر برعظیم کو اس سے پاک کرنے کے جنون میں مبتلا ہو گیا، ھندو کے یہ تصورات و خیالات ہیں جو برِ عظیم میں تمام خرابیوں کی جڑ ہیں، اسی وجہ سے ھندو تحریکِ آزادی کے دوران میں مسلمانوں کو دستوری یا آئینی تحفظات دینے کے لئے کبھی بھی آمادہ نہ ہو سکا، کیونکہ وہ انگریز کی غلامی سے نکل کر مسلمانوں کو اپنا غلام بنا کر رکھنے کے خفیہ عزائم رکھتا تھا، ھندو کی اسی بدنیتی نے قائدِ اعظم کو بدظن کر دیا اور انھیں یہ کہنا پڑا کہ ھندو جب آزاد ھند کی بات کرتا ہے تو اس سے اس کی مراد ھندو کا آزاد ھند ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہ ہوگا وہ تو آزادی سے صرف آقا بدلیں گے! پھر چونکہ ھندو مسلمان کو ملیچھ، ناپاک اور نجاست کہتا تھا اس لئے اسی کے ردِ عمل کے طور پر مسلمان کی زبان پر پاک اور پاکستان کے الفاظ آئے، مسلم لیگ نے ھندوستان کو متحد رکھنے کے لئے آزادی کی ہر اس سکیم کو منظور کیا جس میں مسلمانوں کو اپنی آزادی،

Marfat.com

بقا اور جداگانہ تشخص کی ضمانت ملتی تھی مگر ھندو گانگریس نے خونخوار اکثریت کے نشے میں ایسی ہر سکیم کو مسترد کر دیا، گویا ھندو کو ھندوستان کی آزادی سے زیادہ مسلمانوں کی غلامی اہم اور ضروری نظر آئی ! ھندو کی اسی ضد اور ھٹ دھرمی سے مسلمانوں کو اپنے لئے ایک الگ اور آزاد پاکستان بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی ! ھندو کے صریح ظلم اور مسلمانوں کی حق تلفیوں نے مسلمانوں کو بیدار کر دیا اور یہ قدرتِ خداوندی کا ارادہ تھا جس نے امامِ ربانی کی طرح اقبال کو ''بروقت'' بیدار کر دیا اور پھر اقبال ہی کی کوشش سے محمد علی جناح ''قائدِ اعظم'' کے روپ میں آگے آئے اور اپنی جرئتِ ایمانی، ہمتِ مردانہ اور غیر متزلزل عزم سے بلکہ حق الیقین کی بنیاد پر ھندو اور انگریز کی مشترکہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود مسلمانوں کے لئے ایک آزاد وطن ۔ پاکستان ۔ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ ٹھیک فرماتے تھے کہ پاکستان کا قیام اللہ رب العزت کی مرضی ہے جو ہر حال میں پوری ہو گی ! یوں جس طرح امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بر وقت بیدار کر دیا تھا اور انھوں نے ملتِ اسلامیہ کو ھندو کا حقیقی چہرہ دکھا کر بدھ مت اور جین مت کی طرح پگھل کر ھندو معاشرہ میں تحلیل ہونے سے بچا لیا تھا اسی طرح اقبال و قائد نے بھی ''ھندو شناسی'' کا ثبوت دیتے ہوئے اور وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قیامِ پاکستان کو ممکن بنا دیا مگر مسلمانوں کو کٹا پھٹا پاکستان دینے اور پھر اس نوزائیدہ مملکت کے قائم ہوتے ہی اس کا گلا دبانے کی ناپاک اور ناکام جسارت کے باوجود دولتِ خداداد ایٹمی طاقت کی شکل میں یہود و ھنود کے سینہ پر مونگ دلنے کے لئے آج بھی منصۂ شہود پر موجود ہے مگر یہ دونوں دشمنانِ اسلام آج بھی اس اسلامی جمہوریہ پاکستان کے درپے ہیں اور اس کی ایٹمی طاقت انھیں کانٹے کی طرح چبھتی اور کھٹکتی ہے !

باہر کی قوموں کو ھندو سے کبھی پالا نہیں پڑا اس لئے وہ یہ نہیں جانتیں کہ اصل بیماری یہ نہیں کہ مسلمان ھندو کے ساتھ رہ کر ھندوستان کو متحد رکھنے کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ اصل بیماری

Marfat.com

یہ ہے کہ وہ مسلمان کو ایک نجاست سمجھ کر برِ عظیم سے کُھرچ کر باہر پھینکنے کی آرزو پالتے رہتے ہیں اور یہ تنگدل اور تنگ نظر برہمن پُر امن بقائے باہمی پر ایمان ہی نہیں رکھتا، وہ بزعمِ خود بھارت کو دنیا کی سب سے بڑی پارلیمانی جمہوریت کہتے ہوئے تو نہیں تھکتا اور سیکولرزم کا نام بھی لیتا ہے مگر درحقیقت ھندو نہ تو جمہوری ہے نہ سیکولر کیونکہ جو دوسرے مذاہب اور اقوام کے ساتھ ایک ہی وطن میں پُر امن بقائے باہمی پر ایمان رکھتے ہوئے اچھا ہموطن یا اچھا پڑوسی نہیں بن سکتا اور جو صدیوں سے طبقاتی لعنت میں گرفتار ہزاروں سال سے آج تک بھی یہاں کے اصلی باشندوں۔ دراوڑوں۔ کو اچھوت بنا کر جانوروں سے بھی بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کئے ہوئے ہے (برہمن مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہوئے تھکتا نہیں کہ وہ باہر سے آن گھسے تھے اسی طرح آریا بھی تو باہر سے آن گھسے تھے اس لئے پہلے برہمن نکلے اور ملک اچھوتوں کے سپرد کرے پھر مسلمان بھی سوچ سکتے ہیں!؟) اگر کوئی مذہب جمہوری یا سیکولر ہونے کا دعوی کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے جس کے نزدیک آزادیٔ عقیدہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور مسلمان اس حق کو ماننے کے لئے از روئے شریعت اور عقیدہ اس کا مکلّف اور پابند ہے! سو اصل معاملہ ''ھندو شناس'' ہونا ہے اور اس باب میں ہمارے یہ تینوں بزرگ۔ حضرت مجدد، علامہ اقبال اور قائد۔ ھندو شناسی کی زندہ مثالیں ہیں، پرانے زمانے میں البیرونی بھی ھندو شناس تھا مگر صرف علمی اور ثقافتی لحاظ سے! اس نے اپنی کتاب: '' مَالِلہند'' (ھند و کیا ہے) میں برہمن کے علم سمیت اس کے ظاہر اور باطن کو نچوڑ کر جمع کر دیا ہے تاہم یہ کہ ھندو پُر امن بقائے باہمی کا منکر ہونے کے علاوہ مسلمان کو ملیچھ اور گردن زدنی سمجھتا ہے، یہ حقیقت بھانپنے والے ہمارے یہ تین بزرگ ہیں یعنی مجدد، اقبال اور قائدِ اعظم، رحمہم اللہ!، انھوں نے ھندو مزاج مسلمان یا ھندو نواز بننے کے بجائے ھندو شناس مسلمان بننے کی اولیت حاصل کی! سو آج کے مسلمان کو بھی ھندو مزاج یا ھندو نواز بننے کے بجائے ھندو شناس بننا چاہیے! اگر آپ ھندو مزاج یا ھندو نواز بن بھی گئے تو ھندو پھر بھی آپ کو برداشت کبھی نہیں کرے گا! وہ تو شائد آپ کو ھندو

Marfat.com

معاشرہ کا پانچواں طبقہ یعنی شودروں سے بھی نیچے رکھ کر بھی مطمئن نہ ہوگا! وہ تو اس نجاست کو کھرچ کر برِ عظیم سے باہر پھینکنے سے کم تر پر راضی نہ ہوگا!!

عہدِ اکبری میں الحاد اور بے دینی بلکہ دینِ اسلام سے کھلی بیزاری اور اہلِ اسلام کے خلاف ان لوگوں کی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی نے کیا شکل اختیار کر لی تھی اس کی ایک جھلک پاکستان کے ایک عالمِ دین اور معروف دانشور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے حضرت مجدد کے رسالہ اثبات النبوۃ کے اردو ترجمہ کے دیباچہ میں پیش کی ہے، اس سے ھندو برہمن نے حوصلہ پا کر کیا کیا چیرہ دستیاں دکھلائیں اور پھر موقع پا کر گزشتہ ساٹھ سال سے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف کیا کیا قیامتیں ڈھا رہا ہے اور کس حد پر پہنچ کر یہ رک سکے گا ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ابوالفضل اور فیضی کے بے دین گروہ یعنی ناگوری گروہ مفسدین نے اسلام اور اور نبوت پر اعتراضات شروع کر دیئے تھے اور اپنی تصانیف سے نعت اور درود کو خارج کر دیا تھا، امام غزالی کو نا معقول آدمی قرار دینے پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شدید برہمی کا اظہار فرمایا تھا اور ناگوری گروہ مفسدین کو دندان شکن جواب دیا تھا یہی لوگ تھے جو نماز، روزہ اور دیگر شعائرِ اسلام کو تقلیداتِ قدیمہ اور نا معقول رسمیں قرار دیتے تھے، شاہی محل میں ابوالفضل کی نگرانی میں عبادت کے لئے ایک آتش خانہ تیار ہوا، نصاریٰ کی طرح ناقوس، صور، تثلیث وغیرہ کی ستائش اکبر کا وظیفہ بن گیا تھا، برہما، مہادیو، بشن کشن، مہامائی وغیرہ کی تعظیم کی جاتی، دن میں چار مرتبہ سورج کی پوجا ہوتی، سورج کے ایک ہزار ناموں کی مالا جپتے تھے، قشقہ لگانا، آگ، پانی، درخت اور دیگر مظاہرِ قدرت، گائے اور اس کے گوبر کی پوجا خود اکبر کا شیوہ تھا، خنزیر کو وہ (معاذ اللہ) خدا کے حلول کا مظہر جانتا تھا، گائے کا گوشت حرام تھا، اکبر خود کو سجدہ کرواتا تھا، شعائرِ اسلام کی جو توہین کی جاتی تھی وہ نا قابلِ بیان ہے، بدایونی دینِ اکبری کی تفاصیل کے ضمن میں بتاتا ہے کہ اس دین کو قبول کرنے والوں کا کلمہ تھا "لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ" اور ان کا یہ اقرار نامہ تھا کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر اکبر شاہی دین

Marfat.com

الٰہی میں داخل ہوتے ہیں، شاہی محل کے نیچے کتا اور خنزیر صرف زیارت کے لئے موجود رہتے، تناسخ پر یقین تھا، عربی زبان پڑھنا عیب تھا، قرآن کو مخلوق ماننا، وحی کو محال سمجھنا، معراج اور شق القمر کو غلط کہنا، احمد، محمد اور مصطفیٰ جیسے نام تبدیل کر دیئے جاتے، ھندوؤں کی طرح ھندو مزاج مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے منکر تھے! (۱۳)

امام ربانی علیہ الرحمہ کے دردمند اور بااختیار پیروکار ایسے بھی تھے جن سے وہ اپنے درد ملت کا دل کھول کر اظہار فرماتے تھے، ان پر پورا اعتماد بھی تھا اور وہ بھی آپ کے ارشادات کو عملی خطوط مہیا کرنے میں کوئی تردد یا دقیقہ فروگذاشت روا نہ رکھتے تھے، ان میں سید فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ، بے حد نمایاں ہیں، ان کے نام اپنے مکتوب میں ھندو کی چیرہ دستیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (۱۴)

"بادشاہ نسبت بعالم در رنگ دل است نسبت بہ بدن کہ اگر دل صالح است بدن صالح است واگر فاسد است فاسد، صلاح بادشاہ صلاح عالم است وفسادِ اُو فسادِ عالم، میدانند کہ در قرنِ ماضی بہ سر اہلِ اسلام چہا گزشتہ است، زبونی اہلِ اسلام باوجود کمال غربت در قرونِ سابقہ ازیں نگزشتہ بود کہ مسلمانان بر دین خود باشند وکفار بر کیش خود "لکم دینکم ولی دین" بیان این معنی است و در قرن ماضی کفار بر ملا بطریق استیلاء اجراء احکام کفر در دارِ اسلام می کردند مسلمانان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند واگر می کردند بقتل می رسیدند وا ویلاہ ! وا مصیبتاہ ! واحسرتاہ ! واحزناہ ! محمد رسول اللہ ﷺ کہ محبوب رب العالمین است مصدقان او ذلیل و خوار بودند ومنکران او بعزت واعتبار، مسلمانان بادلہای ریش در تعزیت اسلام بودند، ومعاندان بسخریہ واستہزاء بر جراحتہائے ایشان نمک می پاشیدند، آفتابِ ھدایت در تُتقِ ضلالت مستور شدہ بود، ونورِ حق در حجب باطل منزوی ومعزول، امروز کہ نوید

Marfat.com

زوال مانع دولت اسلام و بشارت جلوس بادشاہ اسلام بگوش خاص و عام رسیدہ اہلِ اسلام برخود لازم دانستند کہ ممد و معاون بادشاہ باشند و برترویج شریعت وتقویت ملت دلالت نمایند این امداد و تقویت خواہ بزبانِ میسر شود و خواہ بدست، سابق ترین دولت مددھا تبیین مسائل شرعیہ است و اظہار عقائد کلامیہ برطبقِ کتاب وسنت و اجماعِ ملت، تا مبتدعی وضالی درمیان آمدہ از راہ بزد وکاری بفساد نہ انجامد، این قسم امداد مخصوص بعلماء اہلِ حق است کہ رو بہ آخرت دارند، علماءِ دنیا کہ ہمت ایشان دنیای دنیہ است، صحبتِ ایشان زہرِ قاتل است و فساد ایشان فساد متعدی۔

عالم کہ کامرانی وتن پروری کند　　او خویشتن گم است کرا رہبری کند؟

ترجمہ:

دنیا کے لئے بادشاہِ وقت کی حیثیت وہی ہے جو بدن کے لئے دل کو حاصل ہے، اگر دل صالح ہو تو بدن بھی صالح و صحیح ہوتا ہے اور اگر دل میں فساد پیدا ہو جائے تو بدن بھی فساد کی زد میں آجاتا ہے، آپ تو جانتے ہیں کہ گزشتہ صدی میں اہلِ اسلام پر کیا کیا آفت گزری، انتہائی غربت کے باوجود گزشتہ زمانوں میں اہلِ اسلام اس قدر زبون وخوار نہ تھے کہ اس حکمِ قرآن کی رو سے کہ ''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ''مسلمان اپنے دین پر رہتے اور کفار اپنے مذہب پر رہتے، مطلب یہ ہے کہ گزشتہ صدی میں ہندوؤں کا غلبہ تھا اور وہ مسلمانوں کی حکومت ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں پر ہندوانہ احکام لاگو کرتے تھے اور مسلمان کھلے بندوں اسلام کے احکام پر عمل سے بھی عاجز تھے اگر کوئی مسلمان اپنے دین کے احکام پر عمل کرتا تو قتل کی نوبت آجاتی تھی، ہائے تباہی! ہائے مصیبت! ہائے حسرت! ہائے غم! کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو اللہ رب العالمین کے محبوب ہیں ان پر ایمان لانے والے ذلیل وخوار تھے جبکہ آپ کے

Marfat.com

منکر عزت اور احترام سے رہتے تھے۔! مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کا ماتم کرتے تھے جبکہ دشمنانِ اسلام تمسخر اور مذاق سے ان کے زخمی دلوں پر نمک پاشی کرتے تھے ! آفتابِ ہدایت تو گمراہی کے دبیز پردوں میں چلا گیا تھا اور نورِ حق باطل کے پردوں میں محدود کر دیا گیا تھا مگر آج جبکہ اسلام سے روکنے والی حکومت ختم ہو چکی ہے اور ہر خاص و عام سن رہا ہے کہ اسلام کے بادشاہ کے تخت نشین ہونے کی خوشخبری ہے اس لئے اہلِ اسلام اپنے لئے یہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ اپنے بادشاہ کے لئے ممد و معاون ہوں ، شریعت کو رواج دینے اور ملتِ اسلامیہ کو تقویت دینا چاہیے، یہ امداد و تقویت خواہ زبان سے ہو خواہ ہاتھ سے، اس سے بہت پہلے والی حکومتوں نے شرعی مسائل سمجھانے اور عقائد کو واضح کرنے میں کتاب و سنت اور اجماع کی روشنی میں عمل کیا تا کہ کوئی بدعتی یا کوئی گمراہ سامنے آ کر رستہ سے ہٹا نہ سکے اور کوئی غلط کام نہ ہونے پائے ، اس قسم کی مدد حق پرست علماء کا کام ہے جو کہ آخرت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، یہ کام دنیا پرست علماء کا نہیں جن کا مقصد صرف یہ گھٹیا دنیا ہی ہے، یہ علماءِ سو تو زہرِ قاتل کا حکم رکھتے ہیں اور ان کا فساد دوسروں کو بھی متاثر کرتا ہے بھلا جس عالم کا مقصد دنیاوی کامیابی اور تن پروری ہو وہ تو خود گم کردہ راہ ہے وہ دوسروں کی راہنمائی کیا کرے گا؟!''

حضرت مجدد کا یہ مکتوب ماضی کی تصویر بھی ہے مگر یہ زمانہِ حال کا آئینہ بھی ہے آج کے دور میں بھی اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا وہی عالم ہے جو اکبری دور میں ناگوری گروہ علماء اور کھل کھیلنے والے ھندو برہمنوں کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کا ہو چکا تھا، فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت اسلام کے دشمن اس تمام شر و فساد کے پس منظر میں تھے مگر سامنے ایک ایسا بادشاہ تھا جو اسلام سے منحرف ہو کر ان دشمنوں کا آلہِ کار بن گیا تھا مگر آج اسلام کے دشمن اتنے طاقتور ہیں کہ بظاہر ہمدرد اور غیر جانبدار لگتے ہیں مگر اندر سے وہ ایسے گندے مذہبی جنونی ہیں جو مسلمانوں سے ان کا مذہب زبردستی چھڑوانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کے کمزور حکمرانوں کو برادر

Marfat.com

کشی پر لگا رکھا ہے ۔بت پرست اور یہودی جو ازروئے قرآن اہلِ اسلام کے شدید ترین دشمن اور حاسد ہیں اور انھوں نے نئے دور کے صلیبی سامراجیوں کو اپنا سرپرست بنا رکھا ہے، نئے دور کے صلیبی سامراجی تو مسلمانوں کی صرف دولت لُوٹنا چاہتے ہیں مگر یہ ھندو اور یہودی اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو نابود کرنے کے علاوہ اس لُوٹ مار میں سامراجیوں سے حصہ بھی وصول کرنے کی فکر میں ہیں، مسلمانوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ اسلام کے یہ بین الاقوامی دشمن کمزور اور غیر نمائندہ مسلمان حکمرانوں سے مسلمانوں کو مروا رہے ہیں! مسلمانوں اور ان کے کمزور اور بزدل حکمرانوں کے لئے یہ لمحہء فکریہ ہے !انہیں آپس میں مفاہمت کی ضرورت ہے تصادم سے تو دشمن کی مراد پوری ہوتی ہے !جب مسلمان مٹ جائیں گے تو اسلام کے یہ عالمی دشمن ان کمزور اور بزدل حکمرانوں کے ہاتھ سے بھی سب کچھ چھین لیں گے! مگر یہ بات ہے سوچنے کی اور حضرت مجدد کے طریقہ کار کو اپنانے کی !!

(۴) حضرت مجدد کے دور کے شعبدہ باز صوفیہ خام کی طرح آج بھی کچھ لوگ وہی طرز اپنائے ہوئے ہیں اور خود کو شریعت کے احکام سے بلند و بالا تصور کرتے ہیں بلکہ ان کے اعمال و کردار احکامِ شریعت کی صریح خلاف ورزی پر مبنی ہوتے ہیں، دراصل یہ اس غلط روی کا نتیجہ ہے جو شیخ اکبر ابن العربی کے فلسفہء وحدۃ الوجود کو غلط معنی پہنانے اور بادشاہ اکبر کے ملحدانہ اقدامات اور شریعت سے بیزاری اور انحراف سے پیدا ہوئی یہی غلط روی کسی نہ کسی رنگ میں اور تھوڑی بہت مقدار کے ساتھ باقی چلی آتی ہے، خصوصاً جہالت اور پسماندگی اور غربت و افلاس کے سایہ میں چھپتی چھپاتی چلی آ رہی ہے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی پُرعزم زوردار اور نتیجہ خیز اصلاحی و تجدیدی تحریک کے اثرات تین صدیوں تک محسوس کئے جاتے رہے اور آج بھی مسلم معاشرے کے ایک معتد بہ گروہ نے ان اثرات کو زندہ رکھا ہوا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ ایک موثر سعی مشکور میں لگے ہوئے ہیں مگر جیسا کہ علامہ اقبال کو محسوس ہوا کہ حوادثِ زمانہ اور گردشِ لیل و نہار نے مجددی تحریک سے لوگوں کو بیگانہ کر

Marfat.com

دیا ہے اور عرصہ تین سو سال سے ھند کے میخانے بند پڑے ہیں اور مجدد کے فیضِ عام کے سامنے رُکاوٹیں کھڑی ہوگئی ہیں جنہیں دور کر کے ساقیِ حق پرست کے فیض کو از سرِ نو مہمیز لگانے کی ضرورت ہے تاہم امام ربانی کی اصلاحی وتجدیدی تحریک نے تصوف کے نام پر الحاد اور شعبدہ بازی پر بھی ضربِ کاری لگائی بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حکامِ وقت کو پابند شریعت کرنے اور ان کے متوسلین سے براہِ راست روابط کو کام میں لاتے ہوئے سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی نظاموں کی سمت درست کرنے کے بعد جس مسئلہ پر سب سے زیادہ توجہ صرف فرمائی وہ صوفیہ اور علماء کے گروہ تھے، کیونکہ علماء کلامی بحثوں اور مناظروں میں پڑ کر جہاں علم ومعرفت کے اسلامی مقاصد سے دور ہو گئے تھے اور اپنی بے عملی بلکہ بدعملی سے عامۃ المسلمین کی گمراہی کا سبب بن رہے تھے وہاں صوفیہ خام نے کتاب وسنت پر مبنی طریقہ تربیت کو پسِ پشت ڈال دیا تھا اور تصوف کے نام سے الحاد وزندقہ اور شعبدہ بازی کا طریقہ اپنا لیا تھا، چنانچہ اس گروہ کی اصلاح پر حضرت مجدد کو اپنے علم وفکر کی بہت سی توانائیاں صرف کرنا پڑیں اور مکتوبات گرامی کا ایک معتد بہ حصہ تصوف واہلِ تصوف اور علم کے لئے وقف فرما دیا، آج بھی اس امت کے ان دوسر کردہ وموثر گروہوں کی اصلاح اور درست سمت عمل کے تعین کے لئے امام ربانی کے نمونے کو سامنے رکھکر اور مکتوبات کے اس بحرِ زخار سے کام لے سکتے ہیں !!

اسلامی تصوف کے حقیقی خط و خال واضح کرنے کے لئے اور کتاب و سنت کو اصلاحِ احوال اور تزکیہ نفس کے لئے اصل بنیادیں ماننے اور منوانے کے لئے حضرت مجدد ''سالکِ صادق'' پر یہ واضح کر دیتے ہیں کہ اس راستے سے سرمو بھی انحراف نہ کرے جو رسول اللہ ﷺ نے اس مقصد کے لئے متعین فرمایا اور دارِ ارقم وصفہ مسجدِ نبوی میں عملی طور پر اختیار کیا تھا، اس کے بغیر وہ اپنی منزل مقصود کو نہیں پا سکے گا اور گمراہی کے تاریک رستوں میں بھٹکتا رہے گا، امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو تینوں سلاسل تصوف ۔ قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ۔ میں بیعت کا شرف

Marfat.com

حاصل تھا اور آپ نے اپنی نگارشات میں سب صوفیہ کرام اور مشائخ عظام سے عقیدت واحترام ک
ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے مگر سلسلہء عالیہ نقشبندیہ سے آپ کو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کے باعث
بہت گہری عقیدت اور دلی وابستگی حاصل تھی، چنانچہ اپنے ایک عقید تمند ملا محمد ہاشم کے نام اپ
مکتوب گرامی میں ارشاد فرماتے ہیں: (15)

''بدانکہ طریقے کہ اقرب است و اسبق و اوفق و اوثق و اسلم و احکم و اصدق و اول
و اعلی و اجل و اکمل طریقہ علیہ نقشبندیہ است قدس اللہ تعالیٰ اَرواح اھالیھا واسرار موالیہ
این ہمہ بزرگ این طریق و علوشان این بزرگواراں بواسطہ التزام متابعت سنت سَنِیَّہ است علی
صاحبہا الصلوۃ والسلام و التحیۃ و اجتناب از بدعات نامرضیہ ایشانند کہ در رنگِ اصحاب
کرام، علیہم الرضوان
من الملک المنان، نہایت کار درْ بدایت شان مندرج گشتہ است، وحضور و
آگاہی ایشان دوام پیدا کردہ، وبعد از وصول بدرجہ کمال فوق آگہیہای دیگران
شدہ۔''

یعنی جان لیجئے کہ وہ طریقہ صوفیہ جو قریب ترین ہے، سب سے پہلا، سب سے
کامیاب، سب سے پختہ، سب سے زیادہ سلامت، سب سے زیادہ مضبوط، سب
سے سچا، اول، اعلی، سب سے زیادہ جلال والا، سب سے زیادہ ارفع اور اکمل ہے وہ
طریقہ نقشبندیہ ہے، اس طریقہ کی یہ عظمت، بلند شان ان بزرگوں کی اس لئے ہے کہ
یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارک کی ہمیشہ پابندی کے ساتھ پیروی کرتے ہیں اور نا
پسندیدہ بدعات سے اجتناب کرتے ہیں، ان کے عمل کی آخری حد صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کی ابتداء ہے، ان کے ہاں حضورِ حق اور آگاہی کو بھی دوام ہے، ان کا درجہ کمال
دوسروں کی آگہی سے برتر ہے !''

Marfat.com

گویا مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسلامی تصوف وہی ہے جو سنتِ نبوی کے اتباع پر مبنی ہو، جس میں بدعت کا شائبہ نہ ہو اور اس میں حیاتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا رنگ جھلکتا ہو، لیکن جو تصوف اس سے ہٹ کر ہو وہ گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک ''اعمالِ شریعت اور احوالِ طریقت وحقیقت کا مقصد تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہے، جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہو اور دل سلامت نہ ہو تو اس وقت تک وہ ایمان میسر نہیں ہوتا جس سے نجات وابستہ ہے !''(۱۶)

''وجودیت'' کے گمراہ کن اثرات اور اکبری عہد کے زندقہ والحاد نے شر وفساد کی جو فضا قائم کی تھی اس نے صوفیہ خام کو بھی کھل کھیلنے اور احکامِ شریعت سے بے نیاز ہو کر شعبدہ بازی کے مظاہروں سے عامۃ المسلمین کو گمراہ کرنے کا بھی موقع ملا، جعل سازی اور فریب کاری سے لوگوں کو دین سے بیگانہ کر دیا تھا اور وہ شرعی اعمال سے نفرت کرنے لگے تھے، یہ ایک ایسی فضا بن گئی تھی جس سے دین بیزار مسلمانوں کو مندر کے رستہ پر ڈالنا اور اسلام کو بھی بدھ مت اور جین مت کی طرح ہندوستان سے دیس نکالا دینا برہمن کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا تھا چنانچہ اسلام کے خلاف اس مسموم فضا کو بدلنا اور حقیقی اسلامی تصوف سے آگاہ کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت بن گیا تھا، حضرت مجدد نے اس سلسلے میں جو بے شمار اقدامات کئے اور مکتوبات گرامی عام کئے ان میں سے ایک مکتوب مولانا بدرالدین کے نام بھی لکھا گیا اس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا:(۱۷)

صوفیہ خام کے ہاں غیر شرعی احوال اور وجد کی کیفیات کا ایک عام شعبدہ بازی کے طور پر مظاہرہ ہوتا ہے جو علم سے محروم لوگوں کے لئے گمراہی کا سامان ہے جو ان کے وجد اور حال سے متاثر ہوتے اور ان نام نہاد صوفیوں کی خواہشات کا شکار بنتے ہیں، حضرت امام ربانی اپنے ایک مکتوب میں اس پر متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:(۱۸)

''وہ احوال ومواجید (وجد میں آنا اور حال پڑنا) جو غیر شرعی اسباب پر مترتب ہوتے ہیں وہ فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں کیونکہ استدراج (شعبدہ بازی یا اٹکل

Marfat.com

پچو سے کوئی کرتب دکھانا) والوں کو بھی اس قسم کا حال اور ذوق حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کی بنیاد پر خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کے لئے شعبدے اور کرتب دکھاتے ہیں، اس میں حکمائے یونان اور ھندوستان کے جوگی اور برہمن سب کے سب برابر ہیں، وجد اور حال کے سچا اور درست ہونے کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ علومِ شرعیہ کے موافق ومطابق ہوں، حرام اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے پاک ہوں''

شیخ سرھند رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کی مزید اور بہتر وضاحت ان کے ایک اور مکتوب گرامی سے ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: (۱۹)

''اگر ان صوفیوں کا کلام یعنی شطحات احکامِ شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہوگا اور وہ نہ کسی قسم کی دلیل یا حجت کے قابل ہوگا، اس لئے کہ حجت اور استدلال کے قابل تو علمائے اہلِ سنت و جماعت کے اقوال ہیں چنانچہ صوفیوں کا جو کلام ان علمائے اہلِ سنت و جماعت کے اقوال وارشادات کے مطابق ہوگا وہی قابلِ قبول ہے اور جو ان کے اقوال کے خلاف ہوگا وہ مردود اور نا مقبول ہے!''

(5) اسلامی تصوف کی بگڑی ہوئی اشکال سے جو گمراہی پھیل رہی تھی وہ کسی ایک طبقہ تک محدود نہ تھی بلکہ ہر خاص وعام اس کی زد میں تھا، یہ درست ہے کہ خواص کی اصلاح سے عوام کی اصلاح آسانی سے ہو جاتی ہے کیونکہ عام لوگ اپنے سے اوپر والے خاص لوگوں کی دیکھا دیکھی رستے بنا لیتے ہیں، اسی طرح بگاڑ اور فساد بھی ہمیشہ اوپر کے خوشحال طبقات سے شروع ہوتا ہے، معاشرتی بگاڑ سے جو تباہی آتی ہے اس کا ذمہ دار بھی ہمیشہ یہی خوشحال طبقہ ہوتا ہے، قرآنی حکمت بھی یہی ہے، (۲۰) اسی لئے حضرت امام ربانی نے اپنے مکتوبات کا پہلا ہدف عمائدینِ سلطنت اور حکامِ وقت کے علاوہ کھاتے پیتے لوگوں کو بنایا، تاہم عوام کی اصلاح کے لئے اپنے تربیت یافتہ شاگردوں اور مبلغین سے کام لیا لیکن ان مبلغین کی رہنمائی کا سامان بھی یہی مکتوبات تھے،

Marfat.com

اصحابِ طریقت کا ذاتی عمل اور اصلاحی کوشش دونوں سے لوگ متاثر ہوتے ہیں، اس لئے مرشد یا رہنما یا دوسرے لفظوں میں پیر کا پابندِ شریعت اور راہِ راست پر ہونا ضروری ہے چنانچہ عوام وخواص سب کی رہنمائی کے لئے حضرت مجدد نے صحیح العمل اور راسخ العقیدہ مرشد کی نشانیاں از روئے شریعت واضح فرمائیں تاکہ لوگ شعبدہ بازوں سے بچ سکیں، تصوف اور طریقت کی دنیا میں پیری مریدی کا سلسلہ قائم ہے، عام لوگ اپنے پیرومرشد میں کرامات کے متلاشی ہوتے ہیں اور ان سے متاثر ہوتے ہیں، شعبدہ بازی کا کاروبار یہیں سے شروع ہوتا ہے، چنانچہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ خبردار کرتے ہیں کہ

''پیر ایسا ہونا چاہیے، جو جذب وسلوک کی دولت سے مشرف ہو، فنا وبقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو، وہ سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ، سیر باللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ کے مراحلِ تصوف سے آگاہ ہو اور مرید کو ان مراحل سے گذار سکے، پیر میں جذبہ کی صلاحیت سلوک پر مقدم ہے، ایسا پیر جو مراد تک پہنچانے کی عملی تربیت سے سرفراز ہو وہ کبریت احمر یا سرخ گندھک کی مانند ہے ایسے بزرگ کا کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہوتی ہے، اس کی توجہ مشفقانہ سے مردہ دلوں کو زندگی نصیب ہوتی ہے پژمردہ روحیں اس کی مشفقانہ نظر التفات سے تروتازہ ہو جاتی ہیں'' (۲۱)

ایسے اوراد ووظائف اور چلے جو سنتِ نبوی کے خلاف ہوں، حضرت مجدد کے نزدیک سراسر جہالت وضلالت ہے (۲۲)

''ریاضت ومجاہدات کہ بماوراء تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست کہ جوگیہ وبراہمہ ھند وفلاسفہ یونان دریں امر شرکت دارند وآن ریاضات درحق ایشان جز ضلالت نمی افزاید۔''

یعنی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنتِ نبوی سے ہٹ کر اختیار کئے جاتے ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں، جیسا کہ ھندوستان کے جوگی اور برہمن یا یونان کے فلسفی ایسے مجاہدات وریاضات میں یکساں شریک ہیں مگر یہ ان کے حق میں گمراہی کے سوا اور کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتے !

Marfat.com

مقامِ نبوت ورسالت

عربی لغت میں نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا اور رسول کے لفظی معنی ہیں پیغام لانے اور پہنچانے والا مگر اسلامیات کی اصطلاح میں نبوت ورسالت ایک لحاظ سے مترادف اور ہم معنی لفظ بھی ہیں لیکن ایک اور اعتبار سے نبوت ورسالت میں فرق بھی ہے اور یہ فرق صرف منصب کی اہمیت اور درجہ کا ہے، نبوت کے اصطلاحی معنی ہیں کسی برگزیدہ بندہ کو اللہ تعالی کی طرف سے یہ اطلاع یا خبر ملنا کہ حق سبحانہ وتعالی نے انہیں انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے اور انہیں صراطِ مستقیم اور راہِ حق کی طرف بلانے کا منصب سونپا ہے، رسالت کا بھی اسلامی اصطلاح میں تقریباً یہی مفہوم اور مآل ہے، البتہ نبی اپنے سے پہلے رسول کی شریعت کا دفاع اور اس پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالی کے صراطِ مستقیم اور راہِ حق پر چلنے کی دعوت دیتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ اسے نئی شریعت بھی عطا ہو لیکن رسول وہ ہوتا ہے جسے نئی شریعت عطا ہوتی ہے اور وہ اپنے سے پہلے والی شریعت کی منسوخی کا اعلان کیے بغیر اس کی تصدیق کرتا اور اس پر عمل کی دعوت دیتا ہے مگر یوں بھی ہوتا ہے کہ نیا آنے والا اپنے سے پہلے والے نبی یا انبیاء کی تصدیق تو کرتا ہے مگر ان کی شریعت کو منسوخ کرنے کے حکمِ ربانی کا اعلان کرتے ہوئے نئی شریعت کی دعوت دیتا ہے، ہر نبی اور ہر رسول کو اللہ تعالیٰ خود چنتا ہے کوئی محنت سے یہ منصب حاصل نہیں کر سکتا، ہر نبی اور رسول کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور انکار کفر ہے، ہر نبی اور رسول کو اللہ تعالی کا پیغمبر ہونے کے ثبوت اور تائید کے طور پر کوئی نہ کوئی معجزہ عطا ہوتا ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے نبوت ورسالت کی علامت ونشانی (آیت) ہوتی ہے، اسی معجزہ ونشانی سے نبی ورسول کی تصدیق وابستہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

ولایت کے معنی ہیں دوستی، محبت اور روحانی تعلق خاطر اس لئے ہر نبی اور رسول اللہ تعالی کا ولی بھی ہوتا ہے مگر ہر ولی اللہ تعالیٰ کا نبی یا رسول نہیں ہوتا بلکہ ولی کو کسی نہ کسی نبی یا رسول کی سنت وشریعت پر ہر حال میں عمل پیرا ہونا ہوتا ہے، نبی یا رسول جو حکم دیتا ہے اس پر امت کو چلنا ہوتا ہے اور اس سے انحراف کفر ہے جبکہ ولی جو کہتا ہے اس پر عمل کرنا واجب ہر گز نہیں ہوتا نبی و رسول کی بات کا من جانب اللہ ہونا یقینی ہوتا ہے اس لئے نہ صرف یہ کہ نبی و رسول کا مقام ولی سے بلند تر ہوتا ہے بلکہ نبی و رسول ہی اللہ کا سچا اور بڑا ولی بھی ہوتا ہے، لہذا یہ بات غلط ہے بلکہ کفر ہے کہ ولی اللہ یا اولیاء اللہ اپنے نبی اور رسول سے بھی برتر ہو سکتے ہیں !! جیسا کہ نقطوی اور وجودی تحریکات کے لوگوں نے اکبر بادشاہ کے دور الحاد و زندقہ کے سائے میں دعوے کئے اور بعض لوگ اب بھی اس وہمِ باطل میں مبتلا ہیں! (۱)

اس باب کے آغاز میں یہ تمہیدی یا تعارفی کلمات اس لئے ہیں تا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی کی اصلاحی تحریک اور تجدیدی کارناموں کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے کیونکہ کئی ایک اہلِ علم نے یہ سوال اٹھایا ہے اور بجا طور پر اٹھایا ہے کہ (۲) حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی دینی اور ملی خدمات کی نمایاں بات کیا ہے یا دوسرے لفظوں میں ان کا سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ کیا ہے؟ اکبری الحاد نے اسلامی ھند کا چہرہ مسخ کر کے اس کے تشخص کو گہنا دیا تھا کیا اس چہرے کو از سرِ نو چمکانا اور اسلامی تشخص کو بحال کرنا ان کا اصل اور نمایاں تجدیدی کارنامہ ہے؟! خونخوار ھندو اکثریت کی چیرہ دستیوں اور اسلام اور مسلمانوں پر مسلسل حملوں اور متعصبانہ اور بے رحمانہ ذہنیت کو دیکھ کر مسلمانوں کو ان سے الگ تھلگ رہنے یا دوسرے لفظوں میں ھندو مزاج مسلمان بن کر ھندو اکثریت سے گھل مل کر اپنا وجود ہی کھو بیٹھنے سے خبردار کر کے سب سے پہلا ''ھندو شناس'' ہونے کا ثبوت دیا تو کیا یہ حضرتِ مجدد کا سب سے بڑا اصلاحی و تجدیدی کارنامہ تھا؟ ھندوانہ رسومات اسلامی معاشرہ میں سرایت کر چکی تھیں اور کئی ایک بدعات رواج پا چکی تھیں، حضرتِ مجدد علیہ

Marfat.com

الرحمہ نے ان بدعات ورسومات پر فاروقیانہ گرز برسائے اور مسلمانوں کو ان سے باز رہنے اور پیچھا چھڑانے کی پرزور تلقین فرمائی ،تو کیا اسے ان کا نمایاں اصلاحی اور تجدیدی کارنامہ سمجھا جائے ؟

(۳) وجودی نظریہء تصوف نے اسلامی تصوف کا رشتہ دارِ ارقم مکہ مکرمہ اور صفہء مسجد نبوی کی پاکیزہ روایت اور سنتِ مطہرہ سے کاٹ کر فلسفہء ہمہ اوست اور جبریت کی مکروہ مادیت سے جوڑ دیا تھا، حضرت مجدد نے اگرچہ دبی زبان میں ہی سہی شیخ اکبر کے احترام کو ملحوظ رکھا ہے مگر اپنے نظریہ وحدۃ الشہود سے ابن العربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کا طلسم بھی توڑ دیا ہے اور یوں بے عمل تصوف بلکہ بدعمل تصوف کو مادیت سے نکال کر پھر سے اس کا رشتہ سیرت وسنت کے اس نظام سے جوڑ دیا جو کتاب وسنت کی بنیاد پر دارِ ارقم اور صفہء مسجد نبوی میں پروان چڑھا تھا ،تو کیا یہی امام ربانی کی تحریکِ اصلاح کا ثمرہ اور اصل تجدیدی کارنامہ تھا ؟ نقطوی تحریک کے بانی محمود پسیخوانی نے تاریخِ اسلام کا پہلا ہزارہ مکمل ہونے پر بزعمِ خویش سیادت وقیادتِ عرب کے خاتمہ اور شریعتِ مصطفوی علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات کی منسوخی کا اعلان کیا تھا اور اسی شیطانی تصور پر ناگوری گروہِ مفسدین نے ھندوستان میں جاہلِ مطلق بادشاہ اکبر کو نئے ہزارہ کا ''مجتہدِ مطلق'' قرار دیکر ھندوستان میں اسی اکبر کی نسل میں ''ھندو مغلیہ سلطنت'' کے لئے راہ ہموار کی تھی ،ھندو برھمن اس قدر آپے سے باہر ہو گیا تھا کہ مساجد ومقابر گرا کر مندر بنانے شروع کر دیئے تھے اور گائے ذبح کرنے پر مسلمانوں کا قتلِ عام ایک معمول بن گیا تھا اور ھندو راجپوتوں نے مغلیہ سلطنت کے پورے ڈھانچے اور تمام نظم ونسق کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا اور معاندین وحاسدینِ حضرتِ مصطفیٰ ﷺ بغلیں جھانکنے لگے تھے کہ معاذ اللہ ،معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نبوتِ مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا ایک ہزارہ بیت جانے پر اب اسلام کا دور ختم ہو گیا ہے مگر اکبر کے مرنے کے بعد ھندو راجپوت منظر سے یوں غائب ہو گئے جس طرح گدھے کے سر سے سینگ اور قلیل سی مدت میں جلال وجمالِ مصطفیٰ ﷺ کا یوں ڈنکا بجنے لگا تھا کہ اسی

Marfat.com

اکبر کے تخت پر شاہ جہاں اور اورنگزیب عالمگیر جیسے پابندِ شریعت حکمران فائز ہونے لگے تھے، تو کیا نبوت ورسالت مصطفیٰ ﷺ کی اس بحالی اور احیاء کو امامِ ربانی کا سب سے اہم اور سب سے بڑا تجدیدی اور اصلاحی کارنامہ قرار دے دیا جائے؟!

ایک طاقتور تختِ اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے پرعزم اور مطلق العنان شہنشاہ نے خونخوار ھندو اکثریت کے سایہ میں اسلام، اھلِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف جو طوفانِ بلا خیز شروع کیا تھا اور شر وفساد کی جو جڑیں مضبوط کی تھیں وہ ایک فقیر و درویش کی ضربتِ کلیمی سے کٹ کر خس وخاشاک کی طرح بہہ گئیں اور طوفان کا رخ موڑ دیا گیا مگر راقم کے نزدیک بحیثیتِ مجموعی یہ تمام کام حضرتِ مجدد کے اصلاحی وتجدیدی کارنامے ہی نہیں اسلام کا معجزہ بھی ہیں اور یہ ایسا ہی معجزہ ہے جیسا معجزہ قیامِ پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا اور دولت خداداد کا ظہور ھندو اور انگریز کی مشترکہ شیطانی قوتوں کو گوارا کرنا پڑا اور آج وہ پاکستان ایک ایٹمی طاقت کی صورت میں دنیا کے نقشے پر زندہ و پائندہ ہے مگر حضرتِ علامہ شیخ ابوالحسن علی ندوی کی اس رائے سے اتفاق کئے بغیر چارہ نہیں کہ حضرتِ مجدد نے دعوتِ قرآنی کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے نبوت ورسالت کے وقار اور جلال و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو بحال کر کے جو کارنامہ انجام دیا وہی ان کا سب سے اہم سب سے بڑا اور بنیادی حیثیت کا حامل کارنامہ ہے! (۴) تمام خرابیوں کی جڑ یہی شیطانی تصور تھا کہ اسلام کا ایک ہزار سال بیت گیا اب نئے ہزارہ میں اکبری الحاد اور اس کے ایجاد کردہ ڈھکوسلے ''دینِ الٰہی'' کی معجون ضلالت کے غلبہ واقتدار کا دور دورہ ہوگا! اور اکبر نے خونخوار ھندو اکثریت کے سایہ میں جس ھندو مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی تھی اس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ کم سے کم ایک ہزار سال تک تو ضرور چلے گی! مگر نظامِ قدرت نے اس الف ثانی یا دوسرے ہزارہ (جس کے ابھی پانچ سو سال بھی نہیں گذرے) کا مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی کو بنا دیا! اکبر کے ڈھکوسلے ''دینِ الٰہی'' کو تو اس کے ہندو راجپوتوں نے بھی قبول کرنے کے بجائے اس کے منہ

Marfat.com

پر دے مارا تھا۔آج اس نام نہاد مجتہد مطلق کا وہ ڈھکوسلا ایک گالی بن کر رہ گیا ہے! مگر فقیر و درویش عالم دین اور صوفی صافی کی تحریک ایک مسلک اور ایک طریقہ تصوف بن کر دنیا میں مقبول عام بن چکی ہے!!

نبوت و رسالتِ محمدی ،علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات ، پر پختہ ایمان واعتماد ہی اصل اسلام ہے۔اس کے وقار و عظمت اور اس پر اعتبار و اعتماد کی بحالی ہی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا بنیادی اور سب سے بڑا تجدیدی کارنامہ ہے، دراصل یہ کلیدی کارنامہ تھا جس سے سب مسائل کا حل اور تمام مشکلات کے دروازے کھل گئے، ہمیں تو حضرت مصطفیٰ ﷺ نے ہی بتایا ہے کہ قرآنِ کریم اللہ کا کلام ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے اگر وہ نہ بتاتے یا ہم تک نہ پہنچاتے تو ہمیں اس کا علم کیسے ہوسکتا تھا براہِ راست اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں نہیں بتایا اور نہ بتانا تھا! بلکہ اس نے انہیں نبی و رسول بنا کر ہم پر احسان کیا اس لئے ہم اپنے رب کے شکر گذار ہیں، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے ہم تک پیغامِ ربانی پہنچا کر احسان کیا اس لئے ہم ان کے بھی شکر گذار ہیں ،اب اگر کوئی ان کو درمیان میں سے نکال دے یا ان کا احسان نہ مانے تو یہ نہ صرف ناشکری ہے بلکہ پھر تو اس کفرِ صریح کے بعد کچھ بھی باقی نہیں رہتا، ہمارا دین تو بس وہی ہیں اسی لئے تو شاعرِ مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال فرما گئے ہیں کہ: (۵)

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

امام ربانی کا کمال یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف ضربِ کلیمی سے الحادِ اکبری کو پاش پاش کیا بلکہ برعظیم کی ملتِ اسلامیہ کو یہ بھی بتا دیا کہ اسلام تو فقط دامنِ مصطفیٰ کا ہی نام ہے اور اس کے سواء سب کفر ہی کفر ہے اور نبوت و رسالتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) ہی سب کچھ ہے اور یہی حضرت مجدد کا سب سے نمایاں اور بنیادی تجدیدی کارنامہ ہے، بقول علامہ ندوی: (۶)

"لیکن حقیقت میں ان (حضرت مجدد) کا اصل کارنامہ ،جس کے جلو میں

Marfat.com

سارے تجدیدی کارنامے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور ان کی تجدید کا اصل سرچشمہ جس سے ان کے تمام انقلابی و اصلاحی کاموں کے چشمے پھوٹتے ہیں اور دریا بن کر سارے عالمِ اسلام میں رواں دواں ہو جاتے ہیں وہ نبوتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) اور اسکی ابدیت وضرورت پر امت میں اعتقاد و اعتماد بحال کرنے اور مستحکم کرنے کا وہ تجدیدی اور اصلاحی کارنامہ ہے جو ان سے پہلے اس تفصیل و وضاحت وقوت کے ساتھ ہمارے علم میں کسی (اور) مجدد نے سرانجام نہیں دیا، شاید اس لیے بھی کہ کسی اور کے زمانے میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی اور اس کے خلاف کوئی منظم تحریک یا فلسفہ سامنے نہیں آیا. . . اس تجدیدی اقدام سے ان تمام فتنوں کا (خود بخود) سدِ باب ہوتا ہے جو اس وقت عالمِ اسلام میں منہ پھیلائے ہوئے اسلام کے شجرۂ طیبہ اور اس کے پورے اعتقادی اور فکری اور روحانی نظام کو نگل لینے کے لئے تیار تھے، ان میں ایران کی وہ نقطوی تحریک اور اس کے پیرو بھی شامل ہیں، جنہوں نے نبوتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) اور اس کے بقاء و دوام کے خلاف کھلے طریقہ پر علمِ بغاوت بلند کیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ”نبوتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کا ایک ہزار سالہ دور ختم ہوا اور اب دینی رہنمائی اور زندگی کی تشکیلِ جدید اور آئین سازی کا وہ دور شروع ہونے جا رہا ہے جس کی اساس عقلیت و فلسفہ پر ہو گی، جس کی قیادت محمود پسیخوانی اور اس کی جماعت کے ہاتھ میں اور جس کا مرکز ایران و ھندوستان ہوگا ان فتنوں میں اکبر کا دینِ الٰہی اور آئینِ جدید بھی شامل ہے جو ھندوستان میں نبوت و شریعتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی جگہ لینے اور اس کا بدل بننے کا مدعی تھا! اس میں دینی زندگی اعمال و عبادات اور معاشرہ و تمدن کی وہ دینی بدعات بھی داخل ہیں جو ایک متوازی شریعت بنتی جا رہی تھیں اور جن کی ایک

Marfat.com

مستقل ''فقہ'' مدون ہو رہی تھی اور وہ بھی درحقیقت (حضرت) محمد رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کے لیے ایک چیلنج اور منصب تشریع کی مدعی تھی ''

انسان ضعیف البنیان اور حقیر الاصل کو جسے خالق و رازقِ کل جل جلالہ نے احسن تقویم میں ڈھال کر اولادِ آدم کے ناطے عزت و تکریم کا مستحق ٹھہرایا ہے مگر احسن تقویم یا بہترین سانچے میں ڈھلنے اور اپنے محترم ہونے پر اللہ کا شکر گزار بننے کے بجائے اس ظلوم و جہول انسان نے حد سے تجاوز کو اپنا وطیرہ بنالیا ہے، رب العالمین رحیم و کریم نے یہ فرما کر کہ (۷) **لا تدرکہ الابصار** یعنی انسانی حواس عقل و بصارت وغیرہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ادراک سے عاجز ہیں ہاں وہ ذاتِ پاک علمِ کل اور قدرتِ مطلقہ کا مالک انسانی حواس کو بھی جانتا اور اس کا ادراک بھی رکھتا ہے '' گویا انسانی حواس دل و دماغ، نظر و سماعت یا عقل و بصیرت کو بڑی محدود صلاحیت حاصل ہے، انسان ایک حد تک دیکھ سکتا ہے اس حد سے آگے اسے صرف ''نیلا آسمان'' ہی نظر آتا ہے دل و دماغ کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی محدود ہیں لیکن حضرتِ انسان ہے بھی عجیب! مانا کہ وہ شر و فساد میں شیطان پر بھی سبقت لے جا سکتا ہے اور اگر مشیتِ ایزدی کو منظور ہو تو یہی انسان یا اس کی نوع کا کامل ترین فردِ بشر فرشتوں سے بھی آگے نکل سکتا ہے اور جبریلِ امین کو بھی عرض کرنا پڑتا ہے کہ! (۸)

گر یک موئے بر تر پرم　　فروغِ تجلی بسوزد پرم

یعنی یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر میں ایک بال برابر بھی اوپر جاؤں تو تجلیِ ربانی کی چمک دمک میرے پروں کو بھسم کر دے گی! مگر وہ قاب قوسین والا (ﷺ) عرشِ ربانی کا بھی نظارہ کرتا ہے! تاہم ہر ایک ہوس ران کو یہ شرف و صلاحیت کہاں حاصل! مگر اس کا کیا کیجئے کہ یہی حقیر الاصل ضعیف انسان بہت کچھ کا مدعی بنتا رہا ہے، کبھی خدائی کا مدعی، کبھی عقلِ کل کا دعویدار اور کبھی مسیلمہ کذاب بننے کی کوشش کرتا رہا ہے!

Marfat.com

عہدِ مجدد کے انسان بھی دماغی فتور کا شکار رہے، خصوصاً نقطوی تحریک کے شیطان اور اکبری الحاد کے علمبردار ناگوری گروہ مفسدین والے علماء سوء جو ایک جاہلِ مطلق کو مجتہدِ مطلق بناتے رہے، ازل سے ابد تک کی ھدایت کے مینار **اول النبیین خلقا و آخرھم بعثا** (تخلیق میں سب سے اول نبی اور بعثت میں سب سے آخری نبی) ﷺ کو بھی ایک ہزار سال تک محدود کر کے اگلے ہزار سال تک کی انسانی قیادت وسیادت سنبھالنے کی ڈینگیں مارتے رہے، یوں ''جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے'' کا مصداق بنتے رہے، ہوس پرستی کے ان دعویداروں کی پروازِ ناتمام کے دو پر ہوتے تھے، ایک کا نام تھا فلسفہ اور دوسرے ہوس پرست صوفیہ خام اور وحدۃ الوجود کو مادیت کی ڈھال بنانے والے! حضرتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات اور تصنیفات میں ان سب کے لتے لئے ہیں اور دندان شکن جواب دیئے اور تنقید کے نشتر برسائے ہیں جن میں سے کچھ ہمارے سامنے ابھی آتے ہیں!

اشراقی فلسفہ نے عقل کے غبارے میں سوار ہو کر ابراج وافلاک کی سیاحی کی سعی ناکام فرمائی ہے اور عجب عجب بے عقلیوں اور بدحواسیوں کا مظاہرہ کیا ہے، جرمن فلاسفر ایمانویل کانٹ نے (Critique of Pure Reason) یعنی ''عقل محض پر تنقید'' میں اشراقیت کا خوب جنازہ نکالا ہے مگر اس کا کیا کیجئے کہ گروہ ظلوم وجہول نے عصرِ حاضر میں بھی برٹرینڈ رسل پیدا کیے جو (The Man is alone) اس کائنات میں بس ایک انسان ہی ہے) کی راہوں میں بھٹکنے کو ترجیح دیتے رہے ہیں، خدا کے منکرین اس کے پیغمبروں کو کہاں مانتے مگر جیسے جیسے علم وفکر کو صحیح ترقی مل رہی ہے، خدا اور رسول کے ان منکرین کا پتا بھی مرتا جا رہا ہے، یہ پچاس کی دہائی کے آخری اور ساٹھ کی دہائی کے ابتدائی سالوں کی بات ہے جب بیسویں صدی کے سائنسدان عقل محض یا عقل خالص کے دامن کو چھوڑنے لگے تھے، پہلے تو الوہیت، نبوت اور روحانیت کا صاف انکار کیا جاتا تھا مگر اب اس قسم کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں کہ ہمیں

Marfat.com

کچھ معلوم نہیں !،ایک امریکی سائنسدان تھا جو ایوبی دور میں پاکستان اٹامک کمیشن کا مشیر بن کر آیا تھا پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ نے اسے دعوتِ خطاب دی تھی ،لیکچر کے اختتام پر سائنس کے ایک طالب علم نے اس سے سوال کیا کہ جناب خدا کے متعلق تازہ ترین سائنسی تصور کیا ہے؟(Sir what is the latest scientific idea of God?) تو اس نے بلا تکلف اور بلا تردد فوراً جواب دیا تھا اور کہا تھا کہ(Sir!The Scientists are now wiser !Famerly they would say :There is no God !But now they say:We do'nt know!) یعنی سائنسدان اب کچھ زیادہ عقلمند بن گئے ہیں ! پہلے تو وہ کہتے تھے کہ کوئی خدا ہے ہی نہیں ! مگر اب کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں !''

انسانی تحیر اور حیرت سے بھی زیادہ بے بسی کے اعتراف کا یہی مرحلہ ہے جہاں سے ھدایتِ خداوندی کی توفیق شروع ہوتی ہے! اپنے حواس وابصار پر غرور کرنا ہی انسان کا سب سے بڑا فریب اور عیب ہے ورنہ اس وسیع وعریض کائنات میں اور خود جسمِ انسانی کے اندر ہدایت پانے کے لئے ایسے ایسے قوی دلائل اور روزِ روشن کی طرح واضح ثبوت اور عبرتیں موجود ہیں جو اعترافِ حق کے لئے انسان کی راھنمائی کرتی ہیں، اللہ رب العزت نے اپنی کتاب زندہ قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے کہ زمین میں ایسی ایسی نشانیاں موجود ہیں (جو قدرت اور وجودِ باریِ تعالیٰ پر گواہ ہیں) اور (دور کیوں جاتے ہو) تمہارے اپنے وجود (جسم کی ساخت اور نظام) میں ایسی ایسی نشانیاں موجود ہیں (جو حقِ تعالیٰ کے وجود کا پتہ دیتی ہیں!) ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے کہ اگرچہ انسان بہانہ بازی کرتا ہے مگر خود اس کی ذات میں ایسی ایسی نشانیاں موجود ہیں جو سامانِ بصیرت کی حیثیت رکھتی ہیں !! اور سورۃ حم السجدہ میں تو انفس وآفاق میں موجود آیات ونشانات کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ اس لامحدود ہر دم وسعت پذیر کائنات میں اور خود انسانی وجود میں انسان کو ایسے ایسے دلائل اور ایسی ایسی آیات اور نشانیاں دکھائی جائیں گی جن

Marfat.com

سے بالآخر انسان پر یہ بات کھل کر واضح ہو جائے گی کہ حق تعالیٰ شانہ کا وجود برحق ہے، رسول اللہ ﷺ نے جو پیغامِ ربانی دیا ہے وہ بھی سراپا صدق و امانت ہے، لیکن فلسفہ میں گم ہو جانے والے اور سائنس کی دنیا میں سرگرداں انسان اس حق اور اس صدق و حقیقت کو نہیں پا سکیں گے اور لآخر سب کو قرآنِ مبین کا سہارا ہی لینا پڑے گا جو ازل تا ابد اللہ تعالیٰ کا پیغامِ برحق اور صدق و حقیقت ہے جو وحیِ ربانی نے قلبِ مصطفیٰ ﷺ پر نقش فرما دیا اور جو بڑی صحت و یقین اور حفاظت کے ساتھ امت تک اور عام انسانوں تک پہنچا دیا گیا ہے ارشادِ ربانی ہے:

"عنقریب ہم ان (انسانوں اور سائنسدانوں) کو آفاقِ کائنات میں اور خود انسانوں کے اپنے وجود میں اپنی ایسی ایسی نشانیاں اور دلائل دکھائیں گے یہاں تک کہ بالآخر ان پر کھل کر واضح ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود برحق ہے، تو کیا ان لوگوں کے لئے وجودِ باری تعالیٰ کے حوالے سے اتنا کافی نہیں کہ وہ ذاتِ باری تعالیٰ تو ہر چیز سے آگاہ ہے!!"

فلسفی گم رہا اور سائنسدان سرگرداں رہا مگر صرف اپنے عجز اور نکمے پن ہی سے آگاہ ہو پایا کہ "ہم تو کچھ نہیں جانتے" (we don,t know)! مگر کمبل پوش نبی برحق ﷺ نے وحیِ ربانی کی روشنی میں یہ راز انسانوں پر منکشف کر دیا ہے کہ وجودِ باری تعالیٰ برحق ہے، بقول مولانا ظفر علی خان:

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

حضرت شیخ سرہند نے اپنے عہد میں بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس کیا کہ جس رسولِ برحق سے پہلے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا انسان علم کے زیور سے مزین تو کیا ہوتا اسے تو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ حصولِ علم تو ہر ایک پر فرض ہے اور جو اس فرض کا تارک ہے وہ گنہگار اور مجرم ہے! انسان آزادیِ رائے اور عقیدہ سے آگاہ کیا ہوتا وہ تو ھندو کی طرح انسانوں کو طاقت کے زور سے

Marfat.com

اور تلوار کے سایہ میں بدھوں اور جینیوں کی طرح ان سے ان کا مذہب چھڑواتا رہا، دور کیوں جائے
ہیں روشن تاریخ میں سپین کے مسلمانوں سے زبردستی اسلام چھڑوانے کیلئے '' تفتیشی عدالتوں
نے جو مظالم توڑے یا جو کچھ اپنی مظلوم و مقہور مسلم اقلیت کے ساتھ بھارت کالبھورام کر رہا ہے
اسے دیکھ لیجئے یا آج نئے سامراجی خود مسلم حکمرانوں کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے
کے لیے جو جتن کروا رہے ہیں وہ سب کے سامنے ہے اور سب پر عیاں ہے! مگر تاریخ نے یہ منظر
پہلی بار دیکھا کہ اپنے ستانے والوں اور خون کے پیاسوں کو ایک فاتح نے فتح مکہ کے دن سب کو
عام معافی دے دی اور کسی ایک کو بھی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا! کیا انسانی حقوق کے
علمبردار یہ بتا سکتے ہیں کہ میثاقِ مدینہ اور خطبۂ حجۃ الوداع سے پہلے کسی نے انسانی جان و مال کے
تقدس کی کبھی بات سنی تھی! مگر امام ربانی نے اپنے عہد میں دیکھا کہ غیر مسلم تو کیا خود مسلمان کو بھی
اس رسولِ برحق ﷺ سے دور کر دیا گیا ہے جو رسولِ حریت و آزادی تھا! جس نے فرمایا تھا کہ
میرے رب کا حکم یہ ہے کہ **لا اکراہ فی الدین** (دین یا عقیدہ میں جبر یا زبردستی نہیں) اور یہ
کہ کسی مذہب کو برا مت کہو، اور یہ بھی کہ سب انسان اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے
ہیں، غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرو بلکہ آزادی کے آرزومند غلاموں کے لیے زکوٰۃ فنڈ اور
بیت المال کے دروازے بھی کھول دو، جس نے پہلی بار عورت کے حقوق کی نہ صرف بات کی
بلکہ قانونی طور پر اور خود اپنے گھر میں عورت کو مرد کے برابر حقوق دئے دنیا نے تو یہ حقوق چودہ
سو سال بعد عورت کو دینا گوارا کیے ہیں! اس محسنِ انسانیت ﷺ کو مسلمان بھی بھول گئے ہیں
اور وہ بھی نقطوی تحریک کے شیطانوں، ناگوری گروہِ مفسدین اور اکبر جیسے جاہلِ مطلق کے
ایک ڈھکوسلے۔۔۔دینِ الٰہی۔۔۔کی خاطر!!!؟

اسی المناک بلکہ شرمناک بھی، صورتِ حال میں حضرت شیخ سرھند نے رسول اللہ
ﷺ کے وقار اور عظمت کو بحال کرنے کے لئے ایک ایسی درویشانہ نہایت پرامن مگر بے حد پردرد

Marfat.com

ئریک کا آغاز فرمایا جو وقت کے ساتھ ساتھ ضربِ کلیمی اور صورِ اسرافیل ثابت ہوئی! اسی ماحول
ور انہی حالات نے امام ربانی کے قلمِ کرشمہ ساز کو جنبش دی اور آپ نے رسالہ اثباتِ نبوت تحریر
رمایا! حضرتِ شیخ نے حب و اطاعت رسول ﷺ سے مردہ دلوں کو زندگی دینے کے ساتھ
ساتھ عقل و فلسفہ کے کچے دھاگوں کا سہارا لینے والوں سے رجوع کرنے کے بجائے انسانوں کو
بوت و رسالت کے مرتبہ و مقام سے آگاہ ہونے کی تلقین کی، مذکورہ رسالہ میں حضرت مجدد علیہ
لرحمہ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے: (۱۰)

"اس زمانے میں میں نے یہ دیکھا ہے کہ عقیدہ نبوت کے متعلق یا پھر کسی ایک ذاتِ پاک ﷺ کی نبوت کے اثبات و اقرار کے سلسلے میں لوگوں کے دلوں میں اور اعتقاد میں فتور آ گیا ہے اور یہ خرابی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ دینِ اسلام کے ترجمان وہ علمائے کرام جو اتباعِ شریعت اور رسول ﷺ کی اطاعت میں پختہ اور ثابت قدم تھے قتل کر دیئے گئے اور حالت یہ ہو گئی ہے کہ حضرت خاتم الانبیا ﷺ کے نام پاک کو ترک کیا جا رہا ہے، ایسے اشخاص جن کے نام آپ کے مبارک نام (محمد و احمد) پر ہوتے ہیں ان کے نام بدل دیئے جاتے ہیں۔ گائے ذبح کرنے سے منع کرتے ہیں حالانکہ ذبح بقر اسلامی ھند میں اسلام کے بڑے بڑے شعائر میں سے ہے، مسجدوں اور مقبروں کو مسمار کیا جا رہا ہے جبکہ ھندو عبادت خانوں (مندروں) اور ان میں ادا ہونے والے رسوم و رواج کی تعظیم کی جاتی ہے، مختصر یہ کہ اسلام کے شعائر و اعلام اور دینِ اسلام کو مٹایا جا رہا ہے اور ان کی جگہ کافروں کے رسوم و رواج اور ان کے باطل ادیان کو رواج دیا جا رہا ہے تا کہ اسلام کا نام و نشان مٹ جائے . . . میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ شک و انکار کا دائرہ پھیلتا چلا جا رہا ہے خود اطباء یعنی علماء بیمار ہو چلے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہلاکت کے کنارے پہنچ چکی ہے میں نے ایک ایک کے عقیدہ کو

Marfat.com

ٹٹولا ہے اور ان سے ان کے شبہات دریافت کئے ہیں ان کے دلی خیالات اور عقائد کی جانچ پڑتال کی ہے تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس ساری خرابی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ زمانہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ سے بہت دور جا پڑا ہے اور لوگوں کا حکمائے ھند اور ھندو فلسفہ کی کتابوں سے شغف اور لگاؤ بہت بڑھ گیا ہے... میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے اور میرے سینے میں پختہ ہوگئی ہے کہ میں ان کے لیئے کوئی ایسی تحریر تیار کروں جو ان کے شکوک وشبہات کو زائل کر دے وہ باتیں لکھوں جو ان کی بے چینی کو دور کر دیں!!"

آدم سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ تک نبوت کا ایک طویل سلسلہ ہے جو کٹھن راہوں سے گزرتا ہے ہر نبی کا بنیادی اصول دعوت یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، یہی عقیدہ توحید اس دینِ حق کی بنیاد ہے جو تمام نبیوں نے انسانیت کو دیا وہ دین ایک ہی ہے سب نے ایک ہی دین ایک ہی عقیدہ توحید کا پرچار کیا اور یہی وہ عقیدہ ہے جو تمام انبیاء کے ماننے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کر سکتا ہے اور یہی وہ عقیدہ ہے جسے واضح روشن اور پختہ انداز میں قرآنِ کریم نے انسانیت کے سامنے پیش کر دیا ہے، یہی وہ عقیدہ توحید ہے جو تزکیہ نفس اور ایمان کی پختگی سے عبارت ہے چنانچہ اپنے مرشد زادوں خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کے نام اپنے مکتوبِ گرامی (جو بہت طویل اور عقائد وکلام کے متعدد مسائل سے عبارت ہے) میں حضرت مجدد تحریر فرماتے ہیں: (۱۲)

" انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام جو مسلسل اور متواتر مبعوث ہو کر لوگوں کو دعوتِ حق دیتے رہے، ان کی باتیں اور وعظ لوگوں میں عام ہوئے تو خالقِ کل سے متعلق شک اور تردد کا شکار بے عقل اور بے علم لوگ بھی اپنی غلط روش کو چھوڑ کر بے اختیار

Marfat.com

اپنے خالق ورازق پر ایمان لے آئے اور تمام مخلوق اور صنائع کا جو خالق و مالک ہے اسی کو ماننے لگے، یہ ھدایت کی روشنی انہی انبیائے کرام علیھم السلام کے انوارِ تعلیم کا نتیجہ ہے، اور ان سب پر تا قیامت بلکہ ابد الآباد تک اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو، اسی طرح جو روایات اور منقولات ان نفوس قدسیہ کے طفیل ہم تک پہنچی ہیں جیسے ذاتِ خداوندی کی صفاتِ کمالیہ، بعثتِ انبیاء، ملائکہ کا معصوم ہونا، حشر ونشر جنت و دوزخ، جنت کی نعمتوں کا دائمی وجود، جہنم کا دائمی عذاب اور اسی قسم کے دوسرے مسائل جو شرائع انبیاء نے بیان فرمائے ہیں عقل ان سب کو پانے سے قاصر ہے اور انبیائے کرام کی بعثت کے بغیر تنہا عقلِ ناقص ان کے ثبوت اور ادراک سے عاجز ہے"

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا یہ مکتوبِ گرامی متفرق مسائل علمیہ ودینیہ کا سمندر ہے اس میں آپ نے فلاسفہ ومناطقہ پر شدید تنقید بھی کی ہے کہ یہ عقل کے غبارے میں سوار ہو کر زمین وآسمان کے مسائل سلجھانے کے مدعی ہیں حالانکہ یہ ایک فریب ہے، یہ فلسفہ ومنطق یا معقولات ہی کو سب کچھ جانتے ہیں حالانکہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہیں، یہ فلاسفہ ومناطقہ خود کو علم وفکر کی آخری بلندیوں پر فائز تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ تو بے مایہ وبے عقل ہیں اور جو انہیں بے مایہ وبے عقل نہ سمجھے وہ بھی بے مایہ وبے عقل ہے (زھے بے خردان! زھے بے دولتان !!سفیه تراز ایشان آنکه ایشان را زیرك داندو صاحب فطانت انگارد یعنی واہ! واہ کتنے بے مایہ ہیں یہ لوگ لیکن ان سے بھی بڑا احمق وہ ہے جو انہیں زیرک اور فطین خیال کرتا ہے!!)

اس مکتوب میں امام ربانی علیہ الرحمۃ بعثتِ انبیاء کرام کو انسانیت کی سعادت خیال کرتے ہیں اور لولی لنگڑی عقل کو اس باب میں عاجز وعاری قرار دیتے ہیں:

"بعثت عین رحمت است که سبب معرفتِ ذات و صفات واجب الوجود است تعالیٰ و تقدس که متضمن

Marfat.com

سعادات دنیویه و اخرویه است و بدولت بعثت معلوم و ممیز گشته است آنچه مناسب جناب قدس او تعالیٰ است ،از آنچه نا مناسب جناب قدس است سبحنه، زیرا که عقل لنگ و کور ما بداغِ امکان و حدوث متسم است ،چه داند که مناسب خضرت وجوب که قدم از لوازم اوست از اسماء و صفات و افعال کدام است و نا مناسب کدام تا اطلاق آن نموده آید و اجتناب ازیں کرده شود یعنی بعثتِ انبیاء عین رحمت ہے کیونکہ یہ وسیلہ ہے واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات کی معرفت کا ،اس لئے کہ یہ بعثتِ انبیاء ہی دنیوی اور اخروی سعادتوں کو متضمن ہے اسی کی بدولت یہ بات معلوم اور واضح ہوتی ہے کہ کیا کیا باتیں حق تعالیٰ وتقدس کی شان کے مناسب ہیں اور کیا کیا اس ذات کی شان کے لیئے نا مناسب ہے، وجہ یہ ہے کہ ہماری لنگڑی اور اندھی عقل تو امکان اور حدوث کے داغوں سے داغدار ہے ،اس عقل لنگ و کور (لنگڑی اور اندھی) کو کیا معلوم کہ واجب الوجود جل شانہ جس کے لوازمات میں سے ایک "قدم" یعنی قدیم ہونا بھی ہے، اس کے لیئے اسماء، صفات اور افعال میں سے کونسے مناسب ہیں اور کون کونسے نا مناسب ہیں تا کہ جو مناسب ہیں ان کو عمل میں لایا جائے اور جو اسماء، صفات اور افعال اس ذات کے شایانِ شان نہیں ان سے اجتناب کیا جائے!"

اسی طویل مگر معلوماتی مواد سے لبریز مکتوب گرامی کے ایک اور پیراگراف کا اردو ترجمہ بھی پڑھ لیجئے تا کہ اندازہ ہو سکے کہ اثباتِ نبوت کے عنوان سے مستقل رسالہ تصنیف فرمانے کے علاوہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے مقامِ نبوت ورسالت کے وقار کی بحالی اور اثبات کے لیئے دلائل

Marfat.com

وبراہین کے کیا کیا انبار لگائے ہیں اور کس قدر پر جوش و پر عزم جدوجہد فرمائی ہے:

''یہ مت سمجھئے کہ نبوت کا طریقہ عمل کسی بھی طرح خلافِ عقل ہے، ایسے ہرگز نہیں ہے بلکہ اصل بات یوں ہے کہ علم و استدلال میں عقل نارسا کا طریقہ عمل انبیائے کرام علیہم السلام کی تقلید و پیروی کے بغیر اس بلند ترین منزل تک رسائی سے قاصر ہے جو نبوت و رسالت کی منزل و مقصد ہے اس لیے کہ مخالفت ایک الگ چیز ہے اور نارسائی دوسری چیز ہے، نبوت و رسالت کا خلافِ عقل ہونا تو تب ہی ثابت ہوگا کہ وہ بھی اس منزل و مقصد تک رسائی حاصل کر سکے اور تقابلی مطالعہ سے عقل اور نبوت کا ایک دوسرے کے خلاف ہونا ثابت کیا جا سکے!!''

امام ربانی کے اس ارشادِ گرامی کی توضیح مزید کے لیے ہمیں ان کے ایک اور مکتوبِ موھوب کی طرف متوجہ ہونا پڑے گا جو مکتوبات امامِ ربانی کے دفترِ سوم میں آتا ہے، اثباتِ نبوت و رسالت کے ضمن میں اس مکتوبِ مَوھُوب میں جو کچھ آیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ موضوع پر حرفِ قاطع کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہ بھی رسالہ اثباتِ نبوت کے علاوہ اس موضوع پر قیمتی معلومات سے لبریز ہے، شیخ سرھند کا فرمانِ داعی اذعان ہے: (۱۳)

''جس طرح عقل کا مرتبہ حواسِ انسانی کے مرتبہ سے ماوراء ہے جس چیز کا حواسِ سے ادراک ممکن نہیں ہوتا عقلِ انسانی اس کا ادراک کر سکتی ہے بالکل اسی طرح نبوت کا طریقہ ادراک بھی عقل کے طریقہ ادراک سے ماوراء ہے، گویا عقل جس چیز کا ادراک کرنے سے عاجز ہوتی ہے اس کا ادراک نبوت و رسالت کے وسیلہ سے ہو جاتا ہے، لہٰذا، جو شخص یہ جانتے ہوئے کہ حواس کے بعد عقل کا مرتبہ ادراک و علم ہے عقل کے طریقہ ادراک کے علاوہ حصولِ علم یا ادراک کے لیے کسی اور طریقہ کو تسلیم نہیں کرتا وہ فی الحقیقت (جہلِ مرکب کا شکار ہے اور) نبوت و رسالت کا منکر اور

Marfat.com

اس واسطہ سے جو ھدایت کی روشنی میسر آتی ہے اس سے محروم رہنے پر مصر ہے!! "

منکرینِ نبوت اور ھدایتِ نبوی کی روشنی سے محرومی پر جاھلانہ اصرار کے خلاف شیخ سرھند کا یہ استدلال سائنٹفک بھی ہے، خوبصورت اور دندان شکن بھی، جس مکتوبِ گرامی سے یہ اقتباس لیا گیا ہے وہ ان کے ایک اور خیر خواہ اور عقید تمند حضرت خواجہ ابراھیم قبادیانی علیہ الرحمۃ کے نام ہے اور جیسا کہ ذکر ہوا یہ مکتوب دفتر سوم کی زینت ہے اسی مکتوب موھوب (ھبہ خداوندی) میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ ربِ کریم کا اولادِ آدم پر کرم ہے کہ اللہ نے ان کی ھدایت کے لیے نبیوں اور رسولوں کا ایک سلسلہ جاری فرمایا جن میں سے ہر آنے والا اپنے سے پہلے آنے والے کی تائید وتصدیق کرتا تھا اور اپنے آنے والے نبی ورسول بھائی کے متعلق اکثر اوقات پیش گوئی کے طور پر کچھ علامات بھی بتا جاتا تھا لیکن ان نفوسِ قدسیہ میں فکر وعمل کا تصادم یا تعارض کبھی نہیں ہوا جبکہ فلاسفہ، حکماء، علماء حتّٰی کہ صوفیہ کرام میں بھی تصادم اور اختلاف کی صورتیں سامنے آتی رہی ہیں، یہ بات نبوت کی سچائی اور عمل کا یقینی ذریعہ بننے کی اہلیت پر بھی دلیل ہے چنانچہ حضرت خواجہ قبادیانی کے نام اپنے اسی مکتوب میں امام ربانی فرماتے ہیں: (۱۴)

"اس لیے انبیاء کرام کے وجود کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو محسن ومنعم حقیقی جل شانہ کے تشکر واحسانمندی کے لیے اولادِ آدم کی رہنمائی کرتے ہیں، یہی وہ بندگانِ حق ہیں جو خالق ورازقِ حقیقی کے احسانات بذریعہ وحی انسانوں تک پہنچاتے ہیں تا کہ وہ اس کی تعظیم وتقدیس بجالا سکیں، اگر وحی ربانی کا یہ ذریعہ ربِ جلیل وقدیر کی نعمتوں اور احسانوں کو لوگوں کے گوش گزار نہ کرتا تو یہ لوگ اس کے تشکر بجالانے کے طریقوں سے بھی آگاہ نہ ہو پاتے کیونکہ عقلِ انسانی تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں اور احسانوں کا صحیح صحیح ادراک کر کے اس طریقہ تشکر کی نشاندہی سے بھی عاجز ہے جو ربِ جل جلالہ کے شایانِ شان ہے بلکہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ یہ عقل لنگ

Marfat.com

وکور (لنگڑی اور اندھی) کسی ایسے طریقہ تشکر کو ایجاد کر دے جو عبادات اور تعظیم ربانی کی بجائے ھجو اور تذلیل بن جائے، گویا ربِ جل جلالہ کے انعامات اور اس پر تشکر و تعظیم کا صحیح صحیح طریقہ معلوم ہونا بھی نبوت پر موقوف ہے، اولیائے کرام کو بھی جو الہام والقاء ہوتا ہے وہ بھی انوارِ نبوت سے میسر آتا ہے گویا جب یہ اولیائے کرام اپنے اپنے انبیائے کرام کا اتباع و پیروی کرتے ہیں تو اس اتباع واطاعت کے فیوض و برکات کے نتیجہ میں اولیائے کرام کو بھی الہام والقاء نصیب ہوتا ہے!!"

اثباتِ نبوت و رسالت کے سلسلے میں حضرت مجدد کے ارشادات تو ایک وسیع و عریض سمندر ہے جس کا احاطہ واستیعاب آسان کام نہیں، تاہم اس باب کی تکمیل کے طور پر امام ربانی کے ان ارشادات کے چند نہایت ہی اہم اور ناگزیر گوشے سامنے لانا ممکن بھی ہے اور عام قاری کے لیے ان کی افادیت سے بھی انکار آسان نہیں معلوم ہوتا اس لئے ان گوشوں پر ایک طائرانہ نظر ہی سہی!

الحاد و زندقہ کے عہدِ اکبری میں اسلام اور اھلِ اسلام کیلئے جو مشکل وقت آیا تھا اور جس کے دوران میں اسلام پر عمل کرنے کے سوا ہر کام آسان اور ہر کام کرنے کی آزادی تھی اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ھندوؤں نے تو اپنے پر پرزے نکالتے ہوئے چیرہ دستیوں کا بازار گرم کیا ہی تھا اس کے علاوہ وجودی تصوف نے جس مادہ پرستی کو فروغ دیا تھا اس کی بہت سی شکلیں بھی تھیں جن میں ولایت کے دعوے اور کرامات کے شعبدے ایک نمایاں شکل تھی، طریقت و حقیقت کو شریعت کا تابع اور پابند بنانے کے بجائے "شریعت کی پہرے داری" سے بالکل آزاد کر دیا گیا بلکہ ولایت کو نبوت سے افضل و برتر بنا دیا گیا تھا، گویا ولی کو نبی پر برتری دلا دی گئی تھی، مفاد پرست شعبدہ بازوں اور جاہ پسند صوفیہء خام نے اس صورتِ حال سے خوب فائدہ اٹھایا اور عوام کالانعام کا نہ صرف استحصال کیا بلکہ انہیں گمراہ کرنے کی بھی کوشش کی، اثباتِ نبوت اور وقارِ انبیاء کی بحالی کے

Marfat.com

ضمن میں حضرت امام ربانی کو اس محاذ پر بھی توجہ مبذول کرنا پڑی۔

دفترِ اول کا مکتوب نمبر ۲۶۰ جو مخدوم زادہ شیخ محمد صادق کے نام ہے اور حضرت مجدد کے طویل اور اہم مکتوبات میں سے ایک ہے، یہ بھی معارف کا خزینہ ہے اور اس میں نبوت و ولایت کا فرق بھی سمجھایا گیا ہے، امام ربانی فرماتے ہیں کہ "ولایت یا اولیاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا دوست ہونا بلاشبہ قربتِ الٰہی کا راستہ ہے لیکن ولی اللہ ہونا انبیاء کرام کا شرف بھی ہے تاہم ہر ولی نبی نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے جبکہ ہر نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کا ولی اور دوست بھی ہوتا ہے، لہٰذا قربتِ الٰہی کے اس میدان میں بھی نبی کو برتری حاصل ہوگئی، ایک فرق یہ بھی ہے کہ نبی کسی ولی کے تابع نہیں ہوتا جبکہ ہر ولی کو کسی نہ کسی نبی کی شریعت کے تابع ہونا پڑتا ہے، جو شریعت کے بغیر ولایت کا دعویٰ کرتا ہے یا اپنی "طریقت و حقیقت" پر شریعت کا پہرا پسند نہیں کرتا وہ ملحد اور زندیق ہے!! (۱۵)

اس مکتوبِ گرامی میں حضرتِ مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "ولایت یعنی قربتِ خداوندی اور ربِ جلیل و قدیر کی دوستی کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے ایک ولایتِ صغریٰ یعنی سب سے چھوٹی دوستی یا قربتِ خداوندی ہے، جو اولیائے کرام کو حاصل ہوتی ہے، دوسری ولایتِ کبریٰ ہے یعنی، وہ دوستی اور قربتِ خداوندی جو انبیائے کرام علیہم السلام کا مقدر ہے اور تیسری قسم ولایتِ علیا ہے یعنی اونچی دنیا کی دوستی اور قربتِ الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو نصیب ہوتی ہے ان سب میں افضل و برتر ولایتِ کبریٰ ہے جو اولیاء سے تو بڑھ کر ہے ہی بعض اوقات ملائکہ مقربین بھی اس میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور فروغِ تجلی سے اپنے پر جلنے کا عذر پیش کرتے ہیں، مگر صاحبِ قاب قوسین ﷺ وہاں وہاں پہنچے تھے جہاں فرشتے بھی پر مارنے سے کنی کتراتے ہیں جیسا کہ امام الانبیاء اور رسولِ اولین و آخرین ﷺ کے شرفِ معراج کے موقع پر پیش آیا تھا! (۱۶)

اس طویل مکتوبِ موھوب میں جن امور و مسائل سے بحث کی گئی ہے ان میں عالمِ امر

Marfat.com

اور عالمِ خلق سے بحث کے علاوہ اس میں مراتبِ انبیاء کا تذکرہ بھی ہے، ولایت اور نبوت میں ایک فرق یہ ہے کہ ولایت کسبی بھی ہوتی ہے اور عطیہ خداوندی بھی، لیکن نبوت محنت یا کسب سے حاصل نہیں ہوسکتی، ازل میں جسے منصبِ نبوت عطا ہوا تھا یہ اسی کا حصہ ہے، کوئی ترقی کرتے کرتے ولی سے نبی نہیں بن سکتا اور جو ولی یہ دعویٰ کرے وہ ملحد و زندیق ہے اس لیے کہ میثاقِ ازل میں جن انبیائے کرام کی ارواحِ مقدسہ نے اول النبیین خلقاً اور آخر النبیین بعثاً پر ایمان لانے کا عہد کیا تھا وہی اس منصب پر فائز ہونے کے بھی مستحق تھے، چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے نزدیک نبوت و رسالت کے طفیل جو قربتِ ربانی حضراتِ انبیاء کرام کا مقدر بنتی ہے اور **تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض** (یہ ہیں وہ رسول جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے) کی رو سے حضرت خداوندی میں اعلیٰ ترین شرف اور مقام حضرت حبیب اللہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقدر ہے اس کے بعد سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام، پھر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور اس کے بعد سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا مرتبہ و مقام ہے شیخ سرھند نے انبیاء کرام کے فضائل و مراتب کی اس تقسیم و تفریق کے اسباب بھی بیان فرمائے ہیں، اس ضمن میں حضرت شیخ کا ارشاد یوں بھی ہے کہ: (۱۷)

" باید دانست منصب نبوت ختم بر خاتم الرسل صلی الله علیه و علی آله الصلوات والتسلیمات شده است یعنی یہ معلوم رھنا چاہیے کہ نبوت و رسالت کا منصب حضرت خاتم الرسل والانبیاء ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔"

امام ربانی اپنے اس طویل مکتوبِ گرامی میں بعض ناقص العلم صوفیہ خام کے اس خیال کو بھی یکسر مسترد کرتے ہیں کہ چونکہ اولیاء اللہ ہمیشہ "روبحق" رھتے ہیں یعنی ان کا رخ ہمیشہ حق تعالیٰ شانہ کی جانب رہتا ہے جبکہ انبیائے کرام "روبخلق" رہتے ہیں یعنی ان کی توجہ ہمیشہ خلقِ خدا

Marfat.com

کی طرف مبذول رہتی ہے اس لیے قربتِ الٰہی میں اولیاء حضرات انبیاء پر فوقیت کے مالک ہو گئے، حضرت مجدد اس بچگانہ خیال کو یکسر مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ان کوتاہ فکر اور کج فہم صوفیہ خام کی بھول ہے کیونکہ انبیائے کرام ہر لحظہ رو بحق تعالیٰ بھی رہتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں کہ کب وحی ربانی کی بارانِ رحمت ہو جائے اور وہ اس سے خلقِ خدا کو مستفیض کر سکیں تو یوں یہ نفوسِ قدسیہ بیک وقت رو بحق بھی رہتے ہیں اور رو بخلق بھی ہوتے ہیں! یہاں پر حضرت علامہ محمد اقبال کا یہ بیان بھی برمحل معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حوالے سے اپنے خطبات میں درج کیا ہے کہ شیخ گنگوہی نے جب یہ سنا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور پھر واپس بھی آ گئے تو گنگوہی کہنے لگے: اگر میں جاتا تو وہیں رہ جاتا اور کبھی واپس نہ آتا!! حضرت علامہ اقبال اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ دراصل ہمت اور بے ہمتی کا معاملہ ہے اور احساسِ ذمہ داری کی بات ہے، ہمتِ مردانہ اور احساسِ فرض کا وافر حصہ حضراتِ انبیاء کا مقدر ہے! اس لیے نبی اور رسول کی پیروی تو فرض ہے اور ان کا انکار کفر ہے ، جبکہ قلبی احوال و کشوف جو اولیاء کے حصے میں آتے ہیں ان کی پیروی صرف ضرورت ہی نہیں بلکہ خود صوفیہ کو بھی اپنے ان احوال و کشوف پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے عمل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی شریعت پر فرض ہے جو انبیائے کرام کے توسط سے امتوں کو عطا ہوتی رہی ہے!! (۱۸)

تقریباً اسی مضمون کا ایک مکتوبِ گرامی (دفتر اول مکتوب نمبر 301) مولانا امان اللہ کے نام ہے اور اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس قربتِ خداوندی کو واضح کیا ہے جو نبی اور ولی کو حاصل ہوتی ہے، جو قربت ولی کو حاصل ہوتی ہے وہ نبی کو تو بدرجہ اولیٰ حاصل ہوتی ہے کیونکہ ہر نبی ولی اللہ بھی ہوتا ہے لیکن ولایت کے بعد والا بلند درجہ نبوت کا مقدر ہے نیز اس مکتوبِ موھوب میں یہ بھی واضح فرمایا گیا ہے کہ کچھ عملی راستے ایسے ہیں جو نبی اور رسول کے اَتباع اور پیروکاروں کو اپنے نبی اور رسول تک پہنچا دیتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ نبی

Marfat.com

ورسول کو اللہ تعالیٰ سے جو قربت نصیب ہوتی ہے وہ کیا ہے اور جو تقرب اولیاء اللہ کو میسر آتا ہے اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے، پھر نبی یا رسول کے اصحاب، رفقاء، تابعین اور تبع تابعین اپنے نبی یا رسول کی قربت کیسے حاصل کرتے ہیں؟ مکتوب میں ارشاد ہے: ''نبی کا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس قربت میں ظلّیت (غیر اصلیت) کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ قربِ الٰہی اصل اور حقیقی ہوتا ہے ظلّی یا مجازی نہیں ہوتا، نبی اپنا رخ اور توجہ حالتِ عروج میں بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف رکھتا ہے، یہ قرب اصالت یا حقیقت صرف انبیائے کرام علیہم السلام کا مقدر ٹھہرایا گیا ہے!" وایں منصب مخصوص با ایں بزرگواراں علیهم الصلوات والسلام والبرکات است، و خاتم ایں منصب سید البشر صلی الله علیه و علی آله الصلوات والسلام است، و حضرت عیسیٰ علیه الصلوة والتحية بعد از نزول متابع شریعتِ خاتم الرسل خواهد بود۔" یعنی یہ منصب انہی بزرگوار علیہم السلام کے لئے خاص ہے، اور یہ منصب سید البشر ﷺ پر ختم ہوتا ہے، سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والتحیۃ جب نزول فرمائیں گے تو (بحکم قرآنِ کریم سورت آلِ عمران آیات نمبر 80 اور 81) وہ سیدنا خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کی پیروی فرمائیں گے! ''

نبوت و ولایت میں فرق و امتیاز پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوباتِ موھوبہ میں متعدد مقامات پر زور دیا ہے اور ولی کو نبی سے ملانے یا بڑھانے سے منع فرمایا ہے، اپنے ایک مرید شیخ محمد چتری یا چھتری کے نام مکتوب (نمبر 40 دفتر اول) میں اس امر پر زور دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ اور اصحابِ طریقت کے ہاں مقام اخلاص پر فائز ہونا اعلیٰ و برتر سمجھا جاتا ہے مگر یہ مقام نبی ﷺ کی شریعت کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ: (۲۰)

" مقام اخلاص دراصل شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جز ہے

Marfat.com

اور اسی جز کی تکمیل کے لیے اہلِ طریقت وحقیقت صرف شریعت کے اتباع اور پیروی سے منازلِ ترقی طے کرسکتے ہیں، اس لیے کہ اہلِ تصوف کے ہاں سیر وسلوک کا مقصودِ اصلی بھی مقامِ اخلاص پر فائز ہونا ہے جو اسلامی شریعت کے تین اجزاء میں سے ایک جز ہے، کیونکہ شریعتِ اسلامی علم، عمل اور اخلاص کے تین اجزاء سے عبارت ہے!"

سورت آلِ عمران میں میثاقِ انبیاء سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے مصدق ومویّد ہیں اول النبیین خلقاً وآخرھم بعثاً (تخلیق میں سب سے پہلے نبی اور بعثت میں سب سے آخری نبی بھی) ہیں، آپ سے قبل کوئی نبی نہ تھا اور آپ کے بعد بھی کوئی نبی نہ ہوگا، شریعتِ اسلامی جو دراصل تمام انبیاء کی شریعت بھی ہے، بالکل مکمل، قطعی محفوظ اور تمام مشکلاتِ انسانی کا حل ہے، اس لیے اب نبی کس لیے؟ اگر آپ کی بعثت کے وقت کوئی نبی پیغامِ خداوندی عام کررہا ہوتا تو اسے بھی حکم تھا کہ اپنا منصبی فریضہ مکمل سمجھے، اب اس کا صرف یہ کام تھا کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کی نبوت وشریعت پر ایمان لائے، آپ کی تائید کرے اور اپنے پیروکاروں کے ذریعہ مدد بھی کرے، اسی طرح اب اگر کوئی پہلا نبی بھی موجود ہو (جیسا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد کا تصور موجود ہے) تو انہیں بھی آپ کی پیروی کرنا ہوگی اور آقا ﷺ کے اس ارشاد سے مقصود بھی یہ ہے کہ "اب اگر سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام بھی آجائیں تو انہیں بھی میری ہی پیروی کرنا ہوگی!" ہمارے - اہلِ اسلام - کے عقیدہ کے مطابق اسی کا نام ختمِ نبوت ہے، حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بھی متعدد بار ختمِ نبوت کے عقیدہ کی توضیح، تشریح اور تائید فرمائی ہے چنانچہ ایک خاص الخاص عقیدتمند پنجاب کے گورنر حضرت سید فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک مکتوب موھوب (دفتر اول مکتوب نمبر 44) میں حضرت مصطفیٰ ﷺ کے فضائل، کمالات اور مدح کرتے ہوئے بات کا آغاز حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

مشہور شعر:

ماَ اِنْ مدحتُ محمداً بمقالتی ولکن مدحتُ مقالتی بمحمد !

سے کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے کلام سے محمد ﷺ کی مدح نہیں کی بلکہ آپ کے اسمِ پاک سے اپنے کلام کی مدح کر کے اسے غیر فانی بنالیا ہے۔"

مکتوبات کے تصیح کنندہ محقق نے حضرت حسان کے اس شعر کا فارسی شعر میں ترجمہ کیا ہے:

بہ سخن نہ من ستودم ذاتِ محمدی را لیکن باسم احمد بستودم سخن را

یہ مکتوب ان مکتوبات میں سے ہے جو حضرت مجدد نے اپنی خوبصورت شستہ اور دلکش عربی میں تحریر فرمائے ہیں، اس میں ختمِ نبوت اور ازل سے ابد تک نبوت کو اللہ تعالیٰ کا ایک قلعہ قرار دیا گیا ہے جس میں کوئی کذاب، کوئی مفتری، کوئی معاند اور کوئی حاسد کبھی نقب نہیں لگا سکتا۔ گزشتہ مکتوب بنام مولانا امان اللہ میں بھی عقیدہ ختمِ نبوت کے ساتھ ساتھ حقیقتِ نبوت پر روشنی ڈالی گئی ہے، حضرت مجدد کے اپنے الفاظ ہیں:

"حصولِ کمالات نبوت مربوط بموھبت محض است ومنوط بمکرمت صرف، کسب وتعمیل را در حصول ایں دولتِ عظمیٰ ھیچ مدخلے نیست (زیرا کہ) کدام عمل وکسب است کہ منتج ایں دولتِ عظمیٰ باشد، وکدام ریاضت ومجاھدت است کہ مثمر ایں نعمتِ اسنیٰ بود ؟! بخلاف کمالات ولایت کہ مبادی ومقدمات آن کسبی است ، وحصول آن مربوط بریاضت ومجاھدت است، ھر چند روا است کہ بعضے را بے مئونت کسب وعمل نیز بایں دولت مہتدی سازند۔ یعنی نبوت کے کمالات کا حصول محض عطائے ربانی سے وابستہ ہے اور صرف تکریمِ خداوندی سے متعلق ہے، اس دولتِ عظمیٰ کے حصول میں کسی قسم کی محنت یا عمل کا کوئی دخل نہیں ہے (کیونکہ) کونسا عمل یا محنت ہے جو اس دولتِ عظمیٰ کے حصول پر منتج ہو، یا کونسی ریاضت اور مجاھدہ ہو سکتا ہے جو اس نعمتِ اعلیٰ

Marfat.com

کا ثمر پیدا کر سکے؟! ولایت کے کمالات اس کے برعکس ہیں، ولایت کے حصول کے مبادی و مقدمات میں کسب و محنت کو دخل ہے اور اس کے حصول کا تعلق ریاضت و مجاھدہ سے ہے ، ہاں یہ بھی جائز ہے کہ کچھ لوگوں کو محنت و جدو جہد کے بغیر بھی ولایت کی دولت تک رسائی عطا فرما دی جاتی ہے ! "

شیخ محمد چتری علیہ الرحمہ والے مذکورہ مکتوب گرامی میں بھی شریعتِ محمدی علی صاحبہ الصلوات والتسلیمات پر عمل کی تاکید فرمائی گئی ہے، سنت نبوی پر ہر حال میں عمل کرنے کا حکم د گیا ہے، جس سے مقامِ نبوت و رسالت کی اہمیت وضرورت اجاگر ہوتی ہے، حضرت مجدد ک الفاظ کا اردو ترجمہ ہے:

" فضیلت تمام تر اعلیٰ سنتِ نبوی کی پیروی سے وابستہ ہے اور امتیاز واعزاز شریعت پر عمل کرنے پر منحصر ہے مثلاً دوپہر کا سونا یعنی قیلولہ جو اتباعِ سنت کی نیت سے انجام پائے تو وہ ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل و برتر ہے جو شریعت سے لاتعلق ہوں، شریعت کی عائد کردہ زکوٰۃ کا ایک پیسہ ادا کرنا بھی دوسری مدات میں سونے کے پہاڑ خرچ کر ڈالنے سے افضل ہے !"

الغرض اسلام کے اصل الاصول، روحِ حقیقی، سرچشمہ اصلی اور مبدا و معاد یعنی نبوت و رسالت کے وقار و احترام کو بحال کرنے اور اسلام کے ایک ہزار سال پورے ہونے پر وقت کے شیطانوں اور فسادیوں نے رسالتمآب ﷺ کے اول و آخر نبی ہونے اور شریعتِ مصطفوی کے دائمی اور جاوداں ہونے کے باوجود اس کی جگہ شیطانی ڈھکوسلے رائج کرنے کی جو مذموم جسارتیں کی تھیں حضرت مجدد کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ان سب کو نابود کر کے رکھ دیا، ایک درویشانہ ضربِ کلیمی نے ایک شہنشاہ کے شیطانی ڈھکوسلے کو پاش پاش کر دیا، ھندو کو نہ صرف بے نقاب کیا بلکہ "ھندو مغلیہ شہنشاہیت" کے ذریعہ اکھنڈ بھارت اور رام راج کے مذموم عزائم کو بھی خوابِ

Marfat.com

پریشاں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا اور مسلمانوں میں بروقت یہ شعور پختہ کر دیا کہ خونخوار ھندو اکثریت انہیں کسی بھی وقت ظلم و جبر سے (جیسا کہ اب بھارتی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے!؟) بدھ مت اور جین مت کی طرح نگل لے گی، حتی کہ مولانا حالی جیسے مسلم دانشور اور شاعر نے بھی ھندو مت کو ''اکال الامم'' (امتوں کو نگل جانے والا کہا) اور اسی لیے اقبال کی زبان حق ترجمان نے بھی اس حقیقت کو محسوس کرنے کے بعد بجا طور پر فرمایا اور حضرت مجدد کو خراجِ تحسین پیش کیا کہ:

وہ ھند میں سرمایہ ملت کا نگہباں اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اپنی جس درویشانہ ضربِ کلیمی سے اسلام کے لیے ھندوستان کو بازیافت کیا اور قیامِ پاکستان کے لیے امکانات پیدا کر دیئے وہ بلاشبہ قابلِ قدر بھی ہیں اور قابلِ فخر بھی، اس لیے حضرت علامہ ابوالحسن علی ندوی کے اس محققانہ استنباط و استنتاج کو مانے بغیر چارہ نہیں کہ: (۲۲)

اس طرح انہوں نے نبوتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات) پر ایمان واعتماد کی تجدید کی شاہ کلید سے وہ سارے بھاری اور پیچیدہ قفل کھول دیے جو یونانی وایرانی فلسفہ اور مصری وھندوستانی اشراقیت نے ایجاد کئے تھے، ایک تیر سے ان سب فتنوں کا شکار کیا جن کا مسلمانوں کا ذھین طبقہ نشانہ بنا ہوا تھا!''

وقتِ حاضر میں بھی انسانیت کی خدمت و ترقی کے لیے اسلام کے معہودہ کردار کو بازیافت کر کے کاروانِ حق کی قیادت کے لئے کسی ایسے ہی میرِ کارواں کی ضرورت ہے جس کی دلنواز باتیں سب کے دلوں میں اتر جائیں، جسکی نگاہ بلند ماضی و حال کے تناظر میں اسلام کے ھدف اور منزل کی نشاندہی کر سکے اور اپنی جان پرسوز سے اھلِ کارواں میں ایسا جوش و ولولہ پیدا کر دے جو نئی سامراجی چالوں کو ناکام بنانے کے لئے نہ صرف خونخوار ھندو اکثریت کی چالوں کو سمجھ سکے بلکہ اس ناپاک گٹھ جوڑ پر بھی نظر رکھے جو عالمی صہیونیت اور لبھو رام کے درمیان کبھی خفیہ

Marfat.com

تھا مگر اب طشت از بام ہو کر ایک کھلی حقیقت کے طور پر اعلانیہ ہمارے سامنے ہے، اس گٹھ جوڑ کی حیثیت و اصلیت وہی ہے جو اسلام کے روزِ اول ہی کو کفار مکہ اور یہود یثرب کے درمیان تھا اور جس کی طرف سورت مائدہ کی آیت نمبر بیاسی میں واضح اشارہ موجود ہے! (۲۳)

نبوت و رسالت کا مرتبہ و مقام سمجھاتے وقت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، کے پیشِ نظر اس مسئلہ کے دو نمایاں پہلو تھے اور اپنے رسالہ ''اثبات النبوۃ'' (یعنی نبوت کو ثابت کرنا) میں ان دونوں کو اجاگر کیا گیا ہے ایک یہ عمومی پہلو کہ کتاب و سنت سے نبوت و رسالت کو ثابت کیا جائے اور دلائل و براھین سے منکرین نبوت و رسالت کو قائل کیا جائے اور دوسرا خصوصی پہلو یہ تھا کہ خاتم الانبیاء رسولِ اعظم و اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت پر حملہ آور ملحدین کے شکوک و شبہات کو رد کر کے ان کے پیغامِ حق، جو انسانیت کے نام خدا کا اولین و آخرین پیغام برحق ہے، کے شمول و جامعیت اور خلود و دوام کو ثابت کیا جائے۔

کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ میں نبوت و رسالت کی حقیقت، مرتبہ اور مقام کو بڑی تفصیل و توضیح کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے، اس تفصیل و توضیح کی مثال اور کسی الہامی مذہب کی تعلیمات میں نہیں ملتی، چنانچہ قرآن کریم کی رو سے تخلیق و ھبوط آدم کے مراحل ہی میں انسانیت کی رہنمائی کے لئے نبی اور رسول مبعوث کرنے کا وعدہ ربانی اولاد آدم کی ارواح سے ہوا تھا اور اس کے ایفاء و تکمیل کے لئے ہر جگہ اور ہر زماں ہر قوم میں نبی اور رسول بھیجے جاتے رہے، (24) یہ سلسلہ آدم سے نوح اور پھر موسیٰ و مسیح علیہم السلام سے ہوتا ہوا نبی اول و آخر اور رسول اعظم و خاتم ﷺ کی بعثت پر مکمل ہو گیا، یہ سلسلہ نبوت و رسالت تمام مراحل میں ایک مربوط و منضبط نظام ربانی کے مطابق چلتا رہا، یہ اس قدر مربوط و منضبط ہے کہ اس میں بے جا مداخلت اور شیطانی رخنہ اندازی کی قطعاً گنجائش ہی نہیں ہے!

سورت آلِ عمران میں اللہ رب العزت نے اس لمحہ ازل کی تفصیل بیان فرمائی ہے

Marfat.com

جب تمام ارواح انبیاء سے محفلِ ازل میں یہ عہد لیا گیا تھا کہ اللہ کے مربوط و منضبط نظامِ ربانی کے مطابق انہیں منصبِ نبوت و رسالت پر فائز کیا جائے گا اور اس کے بعد اس رسول اعظم و اکرم ﷺ کو مبعوث کیا جائے گا جو تخلیق میں سب سے پہلا اور بعثت میں سب سے آخری نبی ہوگا، اس رسول اعظم و آخر ﷺ نے چونکہ تمام نبوتوں پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے اور ان کے احترام و تقدس کی تائید و تاکید کرنا ہے اس لئے جب ان کی بعثت ہوگی تو اس وقت اگر اتفاق سے اور بالفرض ان نبیوں میں سے کوئی (جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کا امکان ہے) اپنا فرض منصبی ادا کر بھی رہا ہوگا تو اسے اپنا منصب مکمل سمجھ کر رسول اولین و آخرین ﷺ کی امامت و قیادت کو قبول کرتے ہوئے ان پر ایمان لانا اور اپنے پیروکاروں سمیت ان کی نصرت و تائید کا فریضہ بھی انجام دینا ہوگا، اس لمحہ ازل میں ملائے اعلیٰ میں تمام ارواح انبیاء نے اس حقیقت کا اقرار کیا تھا، تب پروردگار جل جلالہ نے ان سے فرمایا تھا کہ اپنے اس عہد موثق پر گواہ رہنا اور میں بھی اس پر گواہ ہوں، قرآن کریم کی رو سے جو بھی اس عہد و پیمان کو توڑے گا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے فاسقوں میں سے ہوگا! یہی عہد موثق تھا جس کی رو سے معراج و اسراء کی رات تمام ارواح انبیاء کرام علیہم السلام نے سیدنا مصطفیٰ ﷺ کی امامت و قیادت میں نماز ادا فرمائی تھی !! یہ بھی ازلی حکم ربانی کا نتیجہ تھا کہ اپنی بعثت کے بعد نبی اول و آخر ﷺ نے اپنے رب کی قسم کی تاکید کے ساتھ اپنے جلیل القدر صحابی سے فرمایا تھا کہ اب اگر سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسا اولوالعزم پیغمبر بھی دوبارہ دنیا میں آجائے تو اسے بھی میرے اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا (لما وسعہ الا اتباعی!) (۲۶)

سورۃ آلِ عمران میں اس قرآنی نص اور مصادر سیرت سے اس کی تائید موثق سے جو باتیں مستنبط ہو کر سامنے آتی ہیں ان میں سے یہ نمایاں ہیں:

(1) ''سیدنا مصطفیٰ ﷺ اول و آخر نبی ہیں، اسی لیے تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں

Marfat.com

تخلیق کے لحاظ سے سب سے پہلا مگر بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہوں'' اسی حقیقتِ ازلی نے ترجمانِ حقیقت شاعرِ مشرق حکیمِ امت سے یہ کہلوایا ہے کہ:(23)

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(2) اللہ تعالیٰ حکیم و خبیر اور قادرِ مطلق نے اپنی اس لا محدود اور ہر لحظہ وسعت پذیر کائنات کے محیر العقول نظامِ ربانی کا مرکز و محور اسی سلسلہء نبوت و رسالت (یعنی اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ اپنا پیغامِ ھدایت انسانوں تک پہنچانے) کو بنایا ہے اور اس مرکز و محور کا طغراء یا سرِ عنوان اور نقطہ اولین و آخرین اپنے محبوب رسولِ اعظم و اکرم ﷺ کو بنایا ہے، وہی جنہیں آدم کی تخلیق سے پہلے ہی نبی بنا دیا گیا تھا بلکہ **اول ما خلق الله نوری** (جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا) کے ارشادِ نبوی کے مطابق آپ سب سے پہلے نبی و رسول ہیں! پھر قرآن میں آپ کو خاتم الانبیاء قرار دیا گیا اور **انا ختم النبیین لا نبی بعدی** (میں خاتم الانبیاء ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں) بھی حضرت مصطفیٰ ﷺ کا اپنا فرمان ہے، اس طرح نظامِ کائنات کا مرکزی نقطہ آغاز بھی آپ ہیں، اس کائنات کی روح اور مقصودِ اصلی اور خاتم بھی آپ ہی ہیں!

(3) نبوت و رسالت کا نظامِ ربانی بڑا دقیق، منضبط اور مربوط ہے، اس سلسلے کی ہر کڑی نے اپنے وقت پر آنا تھا، اس سلسلے یا زنجیر کی تمام کڑیاں اللہ تعالیٰ کی حکمت و تدبیر کے مطابق یکے بعد دیگرے آتی رہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہ تمام برگزیدہ اور منتخب بندے اپنے رب کے حکم کے تابع تھے ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کا پیغامِ توحید و عبادت یعنی صرف اسے ہی وحدہ لاشریک مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو، یہ تمام کام اسی میثاقِ ازل کے مطابق انجام پایا جو حضرتِ ربانی میں اس لمحہ ازل میں طے پایا تھا جب تمام ارواحِ انبیاء اپنے رب کے حضور میں تھیں!

Marfat.com

(4) اللہ تعالیٰ کے تمام نبی ورسول لمحہ ازل ہی سے نبی ورسول ہیں قدرتِ ربانی نے روزِ ازل ہی میں جس جس سعادت مند روح کو یہ شرف بخشنا تھا اسے بخش دیا گیا، وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق نبی ورسول تھے اور میثاقِ ازل میں ان کی ارواح شریک ہوئیں اور اپنے رب سے اس عہد کا اقرار کیا تھا کہ جب وہ رسولِ اول وآخر تشریف لائیں گے جنہوں نے تمام نبوتوں کی تصدیق وتائید کرنا ہے اور ان کے تقدس پر مہرِ صداقت ثبت کرنا ہے تو سب نے اس اول وآخر نبی خاتم الانبیا ﷺ پر ایمان لانا ہے، وہ سب اپنا اپنا منصب نبوت نبھا چکے اب اس رسولِ اول وآخر پر ایمان لانا ہے اپنے اپنے پیروکاروں سمیت ان کی نصرت وامداد کرنا ہے، اسراء ومعراج کی رات اقصیٰ میں امام الانبیاء ومصدق الرسالات ﷺ کی امامت میں تمام ارواحِ انبیاء کا نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کے اسی دقیق، منضبط اور مربوط نظام کے مطابق تھا!

(5) اللہ تعالیٰ کے اس بے حد مربوط، بے انتہا منضبط اور انتہائی دقیق نظام میں شیطانی مداخلت اور رخنہ اندازی فسق وفجور اور میثاقِ ازل کو توڑنے کے سوا اور کچھ نہیں، اس سلسلے یا زنجیر کی پہلی اور آخری کڑی سیدنا مصطفیٰ ﷺ ہیں، اس اولین کڑی سے پہلے بھی کوئی کڑی نہ تھی اور اس آخرین کڑی کے بعد بھی کسی کڑی کی گنجائش نہیں، اس سلسلے یا زنجیر کی کسی کڑی کو توڑ کر کسی کے گھسنے کی گنجائش نہیں، نظامِ ربانی کے اس سلسلے یا زنجیر کی کسی کڑی کو توڑنا دراصل اس میثاقِ ازل کو توڑنا ہے جس کے متعلق رب تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے کہ یہ فسق وفجور ہے، شیطانی رخنہ اندازی ہے ،اس طرح یہ آیاتِ کریمہ جہاں نبوت ورسالت کے دقیق، منضبط اور مربوط نظامِ ربانی کو ثابت کرتی ہیں وہاں یہ ختمِ نبوت پر بھی برہانِ قاطع ہیں اسی لیے سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی سے بھی ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں آئے گا!

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اثباتِ النبوۃ اور اپنے دیگر مکاتیب گرامی میں جابجا اس کی صراحت فرمائی ہے اور نبوت ورسالت کے خدائی منصب کو برحق ثابت

Marfat.com

کرنے کے ساتھ ساتھ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت پر واضح دلائل دیئے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ نقطوی زندیق اور اکبری ملحدین کے دعوے جھوٹے اور پرکاہ کے برابر بھی نہیں اس لیے خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت و رسالت ازازل تا ابد ثابت و دائم اور غیر فانی ہے، اس ضمن میں مکاتیبِ مجددیہ کے بعض اقتباس خصوصی توجہ اور اہتمام کے قابل ہیں۔

بعض لوگ ظاہر و باطن کے چکر میں پڑ کر شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے بے نیاز ہونے کے دعوے کرتے ہیں جبکہ کچھ ایسے بھی ہیں جو طریقت کو شریعت سے الگ اور مستقل دنیا تصور کرتے ہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کسی ایسے چکر یا تصور کو نہیں مانتے اور حضرت ابوالحسن علی ہجویری کی طرح اس طریقت یا حقیقت کو الحاد و زندیقیت قرار دیتے ہیں جس کا شریعت سے کوئی ربط وضبط نہ ہو، لاہور کے گورنر حضرت فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مشہور مکتوبِ گرامی میں عربی کا یہ مشہور مجددی قول سب کے کانوں میں آج بھی گونج رہا ہے کہ **کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقة** یعنی جس حقیقت کو شریعت مسترد کردے وہ زندیقیت والحاد ہے!!'' (۲۸)

لیکن اپنے ایک عقیدتمند شیخ محمد چتری (یا چھتری؟!) کے نام اپنے مکتوب گرامی میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ اس موضوع پر کھل کر بات کرتے ہیں اور نبوت کے مقابلہ میں ''ولایت'' پر تکیہ کرنے والوں کے موقف کو غلط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: (۲۹)

> '' شریعتِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوات والسلامات علم و عمل اور اخلاص کا نام ہے اور طریقت و حقیقت تو صرف تیسرے جز و یعنی اخلاص کو درجہ کمال تک پہنچاتے ہیں اور اس طرح خادمِ شریعت ہونے کا کردار ادا کرتے ہیں، حق بات تو یہی ہے کہ طریقت و حقیقت دراصل شریعت کی خادم ہیں اور اس کے عملی پہلو

Marfat.com

ہیں ، لیکن ہر شخص اس حق بات کا ادراک نہیں کر سکتا بلکہ لوگوں کی اکثریت تو خواب و خیال میں پڑی ہوئی ہے، حق کی روح اور گودہ کی بجائے اس کی پوست یا چھلکے کو ہی سب کچھ سمجھے ہوئے ہے اس لیے کہ وہ کمالاتِ شریعت کے لیے فہم اور ادراک سے محروم ہے، لوگ شریعت کو پوست یا چھلکا قرار دیتے ہیں اور حقیقت کو مغز تصور کر بیٹھے ہیں اور حق بات سے آگاہ نہیں ہیں ! دراصل یہ لوگ صوفیوں کے سکر و مستی میں نکلے ہوئے اقوال کے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، احوال و مقامات کی باتیں فتنہ و آزمائش کی باتیں ہیں جن میں یہ مبتلا ہیں ، اللہ تعالیٰ انہیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشے اور ہم بھی جملہ صالحین سمیت منزلِ سلامتی پر پہنچ سکیں آمین !''

حضرت مجدد کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت اور اتباعِ سنتِ نبوی سے ہی ہم اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں، غیر اللہ سے رشتہ جوڑ کر شرک و عصیان میں ملوث ہونا اور اس میل کچیل سے دل کی پاکیزگی کا دارومدار صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و محبت اور سنتِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی پیروی پر ہے ! (۳۰)

اللہ تعالی نے نبی ﷺ کے اتباع کو اپنی رضا اور خوشنودی کا وسیلہ قرار دیا ہے حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ہیں اس لئے جو ان کا اتباع کرے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جائے گا کیونکہ کسی کے محبوب کو محبوب رکھنا اس کی محبت کو مستلزم ہے، حضرت مجدد علیہ الرحمہ اس حقیقت کو یوں اپنے الفاظ کا لباس پہناتے ہیں ! (۳۱)

سرور کائنات ﷺ رب العالمین کے محبوب ہیں، آپ کا اتباع کرنے والے اس متابعت کے طفیل اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا درجہ پا لیتے ہیں کیونکہ جو کسی میں اپنے محبوب کے اخلاق و عادات پاتا ہے وہ اسے اپنی محبت سے نوازتا ہے لیکن جو اس مسلکِ حبِّ رسول ﷺ کے خلاف ہیں ان کا انجام بھی معلوم ہونا چاہئے، کیا خوب کہا ہے حضرت جامی نے:

Marfat.com

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

یعنی محمد عربی ﷺ جو کہ دونوں جہانوں کی آب رو ہیں، جوان کے در کی خاک نہیں ہے اس کے سر میں خاک پڑے!

کہنے کو تو اکبری معجون ضلالت _ دینِ الٰہی _ بظاہر نتیجہ تھا چند اسباب کا جن میں سے نمایاں یہ تھے (1) فتنہء نقطوی تحریک (2) وقت کے علماء سوء کی جاہ پرستی اور خود غرضی (3) جہالتِ مطلقہ کے باوجود اکبر کے ذھن میں کچھ نہ کچھ کر دکھانے کا جنون (4) ابن العربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات سے جنم لینے والی مادہ پرستی و ہوس رانی! اس دور کی اباحیت (سب کچھ جائز ہے کا تصور) اور شریعت سے کھلی بغاوت کے یہ چار ابعاد تھے، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تشخیص مرض کی رو سے پانچویں بعد کا اضافہ کیا جا سکتا ہے، ان کا فرمان یہ تھا کہ مسلمان ایک ہزار سال کے زمانی فاصلے کی زد میں تھے، عہدِ نبوی سے ایک ہزار سالہ دوری نے انہیں غافل بنا دیا تھا، اس طویل مدت میں گردشِ ایام نے جو تغیرات پیدا کر دیئے تھے وہ مسلمانوں کو قرنِ اول کے اخلاص وتقویٰ سے بہت دور لے گئے تھے، تاہم ان ابعادِ خمسہ (Five dimensions) کے پس منظر میں جو سازشیں اور دسیسے کاریاں کارفرما ہیں انہوں نے فضا کو مسموم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے! ان سازشوں اور دسیسہ کاریوں نے روم و ایران اور مصر و ھندوستان کی ثقافتوں کے ساتھ ملکر اسلامی معاشرہ میں زہر بھرا (اور آج بھی بھرا جا رہا ہے!) بات دراصل یہ ہے کہ اسلام کے خلاف روزِ اول ہی سے یہودی ریشہ دوانیاں اور دسیسہ کاریاں بڑی خاموشی اور پورے تسلسل کے ساتھ جاری ہیں! نبوت و رسالت کا بنو اسرائیل سے بنو اسماعیل میں منتقل ہونا یہودیوں کے لئے ناقابلِ برداشت صدمہ تھا! وہ حقد و حسد سے جل اٹھے اور آج تک جل رہے ہیں۔

تیزی سے پھیلتی ہوئی مسیحیت کو یہودیوں نے جس طرح پٹڑی سے اتارا تھا وہ تاریخِ مذاہب کا معرکہ آرا موضوع ہے، یہودیوں نے اسلام کے لئے بھی یہی ''خدمت'' انجام دینا

Marfat.com

چاہی مگر اس میں انہیں آج تک کامیابی نہیں ہوسکی مگر وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مسیحی دنیا میں نفرت اور غلط فہمی کے جال بچھانے میں کامیاب ہیں، عیسائی دنیا نے تو اس نفرت اور غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش ہی نہیں کی اور نہ انہوں نے کرنا تھی مگر پے در پے صدمات نے مسلمانوں کو جس جہالت اور پسماندگی سے دوچار کر رکھا ہے اس کے باعث مسلمان بھی عیسائی دنیا کی نفرت اور غلط فہمی کا تدارک نہیں کر سکے بلکہ جہالت و پسماندگی کے شکنجے میں جکڑے ہوئے مسلمانوں کی اکثریت تو اس سے آگاہ بھی نہیں اور جو آگاہ ہیں بھی

انہیں بھی شاید اصل اسباب کا تو علم ہی نہیں ہے! قرآنِ کریم کے اس فیصلہ کن اعلان سے _ کہ مسلمانوں کے شدید ترین دشمن یہودی اور بت پرست مشرک ہیں جبکہ مسلمانوں کی دوستی اور مودت کے زیادہ قریب وہ عیسائی ہیں جن میں سیدنا مسیح علیہ السلام کی شفقت و تواضع پائی جاتی ہے اور وہ تکبر اور سنگدلی سے دور ہیں _ آگاہ ہونے کے بعد روزِ اول ہی سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ تو مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں نہ مانے جاسکتے ہیں، وہ اس حقیقت سے بھی بخوبی آگاہ تھے کہ انہوں نے سیدہ مریم پر جو بہتان اور تہمتیں لگائی ہیں اور سیدنا مسیح علیہ السلام سے جو بدسلوکیاں کی ہیں وہ عیسائیوں سے یہودیوں کو نہ صرف دور کر چکی ہیں بلکہ بغض و عداوت کی خلیج حائل کر چکی ہیں اس لیے یہ جانتے ہوئے کہ عیسائیت کا حلیہ بگاڑنے اور اسے تثلیث کا گورکھ دھندہ بنانے میں یہودی ''کامیاب خدمت'' انجام دے چکے ہیں لیکن اسلام کی یہ ''خدمت'' انجام دینے میں یہ پہلے کامیاب ہوئے ہیں نہ اب آئندہ ہونگے اس لئے یہودیوں نے فیصلہ یہ کیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں باہمی غلط فہمیاں پھیلانے پر کمر بستہ ہوں اور ایک دوسرے کی دوستانہ قربت کا موقع ہی نہ آنے دیں، اس کے برعکس یہی یہودی عیسائیوں کے قریب آنے اور یورپ کی رگِ جان پنجہء یہود میں لینے کے جتن کرتے رہے! تاہم عیسائی معاشرے یہودیوں کو ٹھکراتے رہے ہیں مگر صلیبی مخمصہ میں مبتلا عیسائی مغرب دو وجہ سے یہودیوں کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا، ایک

Marfat.com

طرف تو مغرب کے عیسائی معاشرے ان غلیظ یہودیوں سے نجات پا جائیں گے اور دوسری طرف مسلمانوں کو القدس سے بے دخل کرنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے اس طرح فلسطین میں اسرائیل قائم کر کے عیسائی مغرب نے ایک تیر سے دو شکار کر لئے ہیں، اب اسرائیل کے استحکام سے عیسائی مغرب کے دو مفادات بلکہ دو مسائل کا حل وابستہ ہے مگر کیا یہ حل مستقل ہے؟ سرِ دست اس کے بارے میں کچھ کہنا آسان نہیں ہے البتہ چھپے ہوئے بغض وعداوت کا اپنا کھیل ہوتا ہے، ایک عرب شاعر کی بات سن لیتے ہیں جو کہہ رہا ہے:

ان العداوۃ تلقاھا وان کمنت　　کالعریکمن حینا ثم ینتشر

یعنی بغض وعداوت کا تجھے ایک نہ ایک دن ضرور سامنا ہوگا خواہ یہ کچھ عرصہ کے لئے دب کر چھپے ہی رہیں، جیسے پانول اونٹ کی بیماری جو کچھ مدت کے لئے تو چھپ جاتی ہے مگر پھر سے پھوٹ نکلتی ہے! اور یہود ونصاریٰ کی عداوت اور بغض از روئے قرآن ازلی وابدی ہے، یہ قیامت تک رہے گا ،ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنے مذہب کی بنیاد ہی سے ہٹ جائے جیسے پروٹسٹنٹ عیسائی آج کل فریب صہیونیت کا شکار ہیں یا شدید ترین دنیاوی ضرورت اور لالچ کسی کو مجبور کر دے جیسے اسرائیل کے صہیونیوں نے مشرقِ وسطیٰ میں نئے اور پرانے مغربی سامراج کا مستقل ایجنٹ بننا قبول کر لیا ہے اور ان مکار سامراجیوں کے کندھے پر سواری کے مزے بھی لے رہے ہیں مگر پوشیدہ پرانی عداوت والے لوگ باہمی مفادات کی بنیاد پر زیادہ دیرا کھٹے نہیں رہا کرتے!!

یہ بات تو کسی بھی شک اور شبہ سے بالا تر ہے کہ نبوت کا بنو اسرائیل سے بنو اسماعیل میں منتقل ہونا اور حضرت محمد ﷺ کا بطور نبی منتظر وادیء بطحا میں مبعوث ہونا یہود کے لئے نا قابلِ برداشت صدمہ تھا اسی لئے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے انہی سے یہ فرمایا ہے کہ ''ولا تکونوا اول کافر به'' ''یعنی نبی منتظر ﷺ کو سب سے پہلے جھٹلانے والے کافرو منکر تم مت بنو'' مکی عہدِ نبوی میں یہی منکرینِ حق مکہ مکرمہ کے ''امیّین'' (ان پڑھوں) کو سوالا

Marfat.com

ت سمجھا پڑھا کر آنحضرت ﷺ کو لاجواب کرنے کی مذموم و ناکام کوششیں کرتے رہے ہجرت کے بعد دستور (میثاقِ مدینہ) کی رو سے برابر کے شہری مانے جانے کے باوجود بھی کفارِ مکہ کو اسلام کے خلاف اکساتے رہے اور جنگوں میں ان کی طرفداری اور مدد کر کے غداری کے مرتکب ہو کر تہ تیغ یا جلاوطن ہوتے رہے کہ تورات کے علاوہ دنیا بھر کے دساتیر میں غدار کی سزا یہی ہے۔

بنو قریظہ کے جو نابالغ یہودی غلام اور یہودنیں لونڈیاں بنکر اسلحہ کی خریداری کی خاطر نجد و بحرین کے علاقوں میں فروخت ہوئیں یا یمن میں جو یہودی بچ رہے تھے انہوں نے چپ چاپ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہولناک سازشوں کے جو جال بنے ان سے روح کانپ اٹھتی ہے، نبی منتظر ﷺ کے مقابلے پر جھوٹے نبی اٹھانے کی جو طرح ان یہودیوں نے ڈالی اسے اسلام دشمنوں نے ہر دور میں آزمایا اور مسلمانوں کے اندر سے جھوٹے نبی اٹھواتے رہے ہیں (جدید دور میں مغربی سامراجیوں نے بھی سوڈان، ایران اور ھندوستان میں یہی یہودی نسخہ استعمال کیا اور پھوٹ ڈالنے کے لیے نبوت کے جھوٹے دعویدار اٹھانے کی مذموم و ناکام کوششیں کیں!)، روم و ایران کو اسلامی خلافت کے خلاف اکسانے والے بھی تو وہی یہودی تھے جو جزیرۃ العرب سے جلاءِ وطن ہوئے تھے مگر یمن کے یہودی عبداللہ بن سبا نے جو گروہ منظّم کیا تھا اسی گروہ کے لوگ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنھم کی شہادت میں شریک تھے جس پر تاریخ شاھد ہے! لیکن عالمِ اسلام کو ملیا میٹ کرنے اور مسلمانوں کو نابود کرنے کے لیے یہودیوں نے جو بڑی بڑی یلغاریں کروائیں مگر ان کی یہ تمام مذموم کوششیں بھی نہ صرف ناکام ہوتی رہیں بلکہ الٹا اسلام کی تقویت کا باعث بنتی رہی ہیں اس سلسلے کی سب سے پہلی یلغار غزوہ احزاب تھا جس میں قریش و یہود سمیت پورا جزیرہ عرب مدینہ منورہ کی ننھی سی اسلامی ریاست کو نابود کرنے کے لیے ٹوٹ پڑا تھا مگر یہ نہ صرف ناکام ہوئی بلکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے غلبہ اور فتح مبین کی نوید و تمہید ثابت ہوئی، پھر صلیبی طوفانِ بلاخیز اٹھانے والوں کے پس منظر میں بھی خاموش یہودی

Marfat.com

سود خور تھے مگر یہ طوفان بھی چار سو سال تک عالمِ اسلام کے ساحل سے مسلسل ٹکرانے کے باوجو
حسرت بن کر یہ طوفان مغرب کی مسیحی دنیا کے گلے میں مخمصہ بن کر اٹک گیا ہے اور عالمی صہیونیت
آج بھی مسلمانوں کے خلاف اسی صلیبی مخمصہ (Cru complex) کو استعمال کر رہی ہے
(مگر مسلمانوں نے مسیحی مغرب کو اس مخمصہ سے نکالنے کی کوئی سنجیدہ و موثر کوشش نہیں کی حالانکہ ا
روئے قرآن مسلمان اور مسیحی دوستی اور مودت میں قریب تر ہیں، آج بھی مسیحی بھائیوں کو اسی دوستی
اور مودت کا احساس دلانے اور کروسیڈ کمپلیکس یا صلیبی مخمصہ سے نکالنے کی ضرورت ہے) اس
کے بعد استشراق، استعمار اور اشتراکیت کے اولین علمبردار بھی یہودی ہی تھے، افغانستان میں
اسلام اور کمیونزم کے تصادم کے اولین محرک بھی یہی لوگ تھے اور اب تک کی تمام مذموم کوششوں
میں سب سے آخری مذموم کوشش تہذیبوں کے تصادم کا ڈھکوسلہ ہے جس کا موجد یہودی سیموئیل
ھنٹنگٹن ہے اور جس کے نتیجے میں نام نہاد نائن الیون کا ہولناک مگر خسیس یہودی ڈرامہ سٹیج کیا گیا
اور بش بلیئر نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ اپنی تازہ ترین کروسیڈ میں افغانستان اور عراق
کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر چکے ہیں مگر یہ ہولناک یہودی حربہ بھی بری طرح ناکام ہے اور
اسلام کی مقبولیت کا باعث بنا ہے ہاں اب یہ لوگ پاکستان اور ایران کے درپے ہیں کیونکہ ان کے
ایٹمی پروگرام سے عالمی کروسیڈ کے علاوہ اصل خطرہ اسرائیل کے صہیونیوں اور بھارت کے
لبھو رام کو ہے، یہ لوگ اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت سے دھشت زدہ ہیں اور چاہتے ہیں
اسلام کے پاس ایٹمی اسلحہ کی مادی قوت نہ ہوتا کہ وہ اسلام دشمن دہشت زدہ نہ ہوں مگر مسلمانوں
پر وہ اپنے ایٹمی اسلحہ کی دھشت مسلط رکھیں اور عالمِ اسلام کی دولت کو آرام سے لوٹتے رہیں!!

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اصل بات تو تھی مقامِ نبوت و رسالت کی اور اسے گھٹانے یا کم
کرنے والے عناصر (Factors) اور ابعاد (Dimensions) کی جن میں سے پانچ
نمایاں تھے اور جن میں سے پانچواں بعد یا عنصر حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا انکشاف ہے مگر یہی عنصر

Marfat.com

بنیادی بھی ہے، سب سے اہم بھی لیکن دائمی بھی ہے!! مسلمان عہدِ نبوت سے دور ہی نہیں ہوتے جارہے تعلیماتِ نبوی سے بھی غافل سے غافل تر ہوتے جارہے ہیں، مسلمانوں کی بقا، ترقی اور عزت صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور محبت میں مضمر ہے، اھلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار **فاتبعونی** (تو میرا اتباع کرو یعنی رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو) کو قرار دیا ہے! اور رسول اللہ ﷺ نے ایمان کا معیار اپنی محبت کو(**حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین** یعنی تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے وہ اپنے والدین، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ چاہے!)! حقیقت یہ ہے کہ مسلمان صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی محبت اور پیروی کی بنیاد پر ایک ہو سکتے ہیں بلکہ یہی محبت اور اتباع یا پیروی ان کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا وسیلہ بھی ہے، یہی چیز انہیں متحد رکھ سکتی ہے اس محبت اور اتباع کے بغیر تو نہ اللہ پر ایمان ہے اور نہ اس کی محبت نصیب ہو سکتی ہے جس دل میں حب مصطفیٰ نہیں وہ دل نہ اللہ کی محبت سے آباد ہو سکتا ہے اور نہ اسے اللہ تعالیٰ اپنی محبت، شفقت اور رحمت کا شرف بخش سکتے ہیں!!

ہمارے ایک بزرگ استاد اور فلسفی تھے ڈاکٹر برھان احمد فاروقی علیہ الرحمہ، ایک دن ہم لاہور ریڈیو سٹیشن کے ایک پروگرام میں جمع تھے، فرمانے لگے: آج کے مسلمان ذلیل اور رسوا کیوں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ بہتر طور پر واضح فرما سکتے ہیں! کہنے لگے: مسلمانوں کی ذلت، رسوائی، پسماندگی اور خواری کا باعث " شرک " ہے! میں نے عرض کیا کہ آپ بالکل درست فرماتے ہیں، شرک تو سب سے بڑا گناہ اور اکبر الکبائر ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی نہ معاف کرنے کا اعلان فرما چکے ہیں! مگر ڈاکٹر صاحب قدرے طیش میں آ گئے اور اپنی ترکی ٹوپی کو لہراتے اور سر کو گھماتے ہوئے فرمانے لگے: نہیں! نہیں! میں اس شرک باللہ کی بات نہیں کر رہا کیونکہ مسلمان اس سے بخوبی آگاہ ہیں اور اکثر و بیشتر اس سے اجتناب ہی کرتے ہیں! میں تو شرک فی

Marfat.com

النبوۃ کی بات کر رہا ہوں!

میں نے عرض کیا: حضرت مسلمان اپنے نبی مکرم ﷺ کے بعد آنے والے ہر مفتری اور کذاب کو ٹھکراتے آرہے ہیں، مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا قادیانی تک امت میں رخنہ اندازی کرنے والوں اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں کو مسترد کرتے آرہے ہیں! خاتم النبیین کے حکمِ ربانی اور **لا نبی بعدی** کے فرمانِ نبوی پر ہم سب کا ایمان ہے!

ڈاکٹر فاروقی علیہ الرحمہ کا غصہ ٹھنڈا نہ پڑا بلکہ اس کے بجائے مزید گرم ہو گئے اور فرمانے لگے تو کس کا مرید ہے؟ میں نے کہا: میں تو پیری مریدی کا زیادہ قائل نہیں ہوں! فرمایا یہ تو بہت ہی اچھا ہے! آپ اپنا پیر و مرشد صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کو مانئے لیکن اصل ظلم کی بات یہ ہے کہ یہاں ہر مسلمان کا کوئی نہ کوئی اپنا الگ ''حضرت ''یعنی پیر و مرشد ہے !اور ہر آدمی یہی سمجھتا اور کہتا ہے کہ ''میرا حضرت '' سب سے اعلیٰ و افضل ہے! اس طرح سب آپس میں لڑتے ہیں! ہر ایک نے اپنا الگ ٹولہ بنا رکھا ہے اور یہی ٹولے پھر فرقے بن جاتے ہیں اور یوں مسلمان فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہو کر باہم دست و گریباں ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر سب لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ حقیقی پیر و مرشد اور اصل حضرت تو صرف اور صرف سیدنا محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ ﷺ ہی ہیں! اگر آج مسلمان اپنے اپنے حضرت کی بجائے صرف انہی کو اپنا مرشد و رہبر مان لیں اور اس '' شرک فی النبوۃ '' سے توبہ کر لیں تو ایک متحدہ نا قابلِ شکست قوت بن سکتے ہیں، اسی طرح وہ تفرقہ بازی، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کشمکش اور غیروں کا سہارا ڈھونڈھنے یا ان سے دب کر رہنے سے نجات پا سکتے ہیں ! تاریخ میں قرنِ اول سے آج تک یہ ہوتا رہا ہے جب بھی مسلمان اپنے رسول ﷺ کی محبت اور اتباع پر عمل پیرا ہوئے تو متحد ہو کر ایک نا قابلِ شکست طاقت ثابت ہوئے مگر جونہی اس کی خلاف ورزی ہوئی تو مسلمان تنکوں سے بھی کمزور ثابت ہوئے اور منزل

Marfat.com

سے دور ہو گئے، کیا خوب کہا شیخ شیراز نے:

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید که ہر گز بمنزل نخواہد رسید !

حب اور اتباعِ رسول ﷺ ہی تو مسلمان کی روحِ رواں ہے، یہ نہیں تو مسلمان کہاں؟ اور جس مومن صادق کو یہ میسر آ جائے وہ اس پر ثانت قدم رواں دواں رہے تو اسے سب کچھ میسر آ گیا، اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوشنودی کا مالک ٹھہرا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں!

ڈیڑھ ہزار سال سے جو یہودی پیغمبرِ اسلام ﷺ کے حسد، عناد اور بغض میں جل رہا ہے، عداوت اور نفرت سے اسلام، مسلمان اور ذاتِ اقدس ﷺ میں ایک سے ایک سازش گھڑتا چلا آتا ہے مگر ہر قدم ناکامی اور ہر تدبیر الٹی ہو رہی ہے وہ نچلا بیٹھنے والا نہیں! نام نہاد نائن الیون کے شرمناک ڈرامے کے ہولناک نتائج کے باوجود اس کی تسلی نہیں ہوئی اور نہ اسے صبر نصیب ہوگا اور تباہ کن ڈراما سوچے گا جسے بنیاد بنا کر وہ صلیبی مخمصہ میں مبتلا مغرب کے نئے اور پرانے سامراجیوں کو عالم اسلام پر فیصلہ کن یلغار کے لیے آمادہ کر لے اور وہ آخری معرکہ پیش آ جائے جسے یہود کی خود ساختہ پیشن گوئیوں میں " بڑی جنگ " کہا گیا ہے اور اس فیصلہ کن آخری معرکہ میں یہود کے فساد فی الارض اور طاغوتیت سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا مل جائے اور اس کے امکانی جواز کی صورتیں سر اٹھاتی نظر آتی ہیں! ہزاروں سال کی ٹھوکریں کھانے کے بعد صلیبی ناخداؤں کے سہارے ہی سہی یہود کو "اسرائیل" تو مل ہی گیا ہے مگر اس صہیونی اسرائیل کی ساٹھ سالہ تاریخ ظلم و بربریت، شر و فساد، بدعہدی اور انتہائی سرکشی کی تاریخ ہے ایک طرف تو ایشیا کا امن برباد کرنے اور عالمِ اسلام کے استحصال کے لیے اسرائیل کے صہیونی شائی لاک اور اکھنڈ بھارت کے لبھو رام نے مغرب کے کروسیڈی سامراجیوں کا ایجنٹ بننا قبول کر لیا ہے اور دوسری طرف بھارت۔ اسرائیل تعلقات عالمِ اسلام کے خلاف وہی نہج اختیار کر چکے

Marfat.com

ہیں جو کفارِ مکہ اور یہودِ یثرب کا نہج تھا، کیا بت پرستوں اور صہیونیوں کا وہی حشر ہونے والا ہے ج
غزوہ احزاب کے بعد کفارِ مکہ اور یہود کا ہوا تھا؟ یا اسلام اور مسیحی مغرب کے درمیان وہ دوستی او
مودت قائم ہونے والی ہے جس کا قرآنِ کریم کی سورت مائدہ (آیت: 82) میں اعلان
اور جو اس وقت کی مظلوم مسیحیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا مشفقانہ اور ہمدردانہ موقف تھ
؟! آج ایک بار پھر شاید تاریخ اپنے آپ کو دہرانے والی ہے؟! اس کے امکانات ویسے ہی ہیں
جیسے ساتویں صدی عیسوی میں تھے، فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت مسیحیت کمزور و مظلوم تھی او
اسلام ایک ابھرتی ہوئی نئی قوت تھی جبکہ آج مسلمان کمزور و مظلوم ہیں اور ساری طاقت آج کی
مسیحی دنیا کے پاس ہے!! بہر حال یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ نبوت و رسالتِ محمدی علی صاحبہ
افضل الصلوات واجمل التحیات کے پیغام وحدتِ نسلِ انسانی اور مساوات نہ تو نسل پرست
یہودی کو گوارا ہے اور نہ طبقاتی برتری کے غرور میں مبتلا برہمن کو یہ مساوات و احترامِ آدمیت پسند
ہے جبکہ سیدنا مسیح بن مریم علیہ السلام کا پیغام بھی رحمت و مساوات سے عبارت تھا اور آپ نے
اپنے بعد آنے والے نبی منتظر کی بشارت بھی دی ہے جس کا نام محمد و احمد (ﷺ) ہے! تا ہم
صہیونی شائی لاک اور بھارتی لبھو رام عیسائی طاقت امریکہ سے عالمِ اسلام پر غزوہ احزاب کی سی
یلغار کروانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اللہ تعالیٰ انسانیت کو ان کے شر سے نبوت و رسالتِ
مصطفیٰ ﷺ کے طفیل محفوظ رکھے۔ آمین!!

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی اور نظریۂ پاکستان

تحریک مجددی بلاشبہ دوررس نتائج اور اثرات کی حامل تحریک تھی، جس کی اصل واساس اسلام کی تعلیمات ہیں اور جس کی غرض وغایت برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ کی بقاء وتحفظ اور احیائے دین وتجدید کی عالمی تحریک کے لئے واضح خطوط مہیا کرنا تھا' چنانچہ آج عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے تحریک مجددی کی صدائے بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے اور برعظیم کے مسلمانوں کے لئے تو اس تحریک نے نہایت واضح اور روشن عملی خطوط کا سرمایہ مہیا کر دیا ہے اور ان عملی خطوط میں ''ہندوشناسی'' تو ایک سبق آموز اور عبرت آمیز پیغام دائمی کی حیثیت رکھتی ہے' میں یہ سمجھتا تھا کہ ہندو کی گہری پہچان کا علمی کام تو ابوریحان البیرونی نے کیا تھا اور ہندو کے حقیقی خطرہ اور ملت اسلامیہ کی ضرورت کو علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے بروقت محسوس کیا تھا مگر قائداعظم محمد علی جناح تو اپنے اقوال اور عملی اقدامات کی بدولت ''ہندوشناسی'' میں ایک حقیقت شناس زعیم سیاسی کے طور پر اسلام کی تاریخ کا ایک روشن باب اور برعظیم کی ملت اسلامیہ کی تاریخ میں امر اور غیر فانی ہو گئے ہیں' لیکن جب میں نے حضرت امام ربانی کے احوال اور ان کے تجدیدی کارناموں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ سرسید احمد خان' ان کے عظیم رفقاء اور تحریک پاکستان کے زعماء سب کے سب حضرت مجدد کے خوشہ چین ہیں! حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خونخوار ہندو اکثریت کی چیرہ دستیوں کو دیکھ کر یہ محسوس کر لیا تھا کہ پرامن بقائے باہمی کے عملی منکر برہمن کے متعلق ملت اسلامیہ کو خبردار کرنا ضروری ہے کیونکہ گھمنڈی برہمن اسلام کو بھی بدھ مت اور جین مت کی طرح کا ایک مذہب تصور کرتا ہے جسے آسانی سے شکست دیکر یہاں کے مسلمانوں کو بھی بدھوں اور جینیوں کی طرح فنا کے گھاٹ اتار کر اکھنڈ بھارت اور رام راج کے خواب کو حقیقت کا روپ دیا جا سکتا ہے

Marfat.com

!حضرت مجدد کو جتنی شکایت خونخوار ہندو اکثریت سے تھی غالباً اتنی شکایت الحاد و انحراف کے علمبردار اکبر شاہ اور اس کے حواریوں سے نہ تھی اور مسلمان کے لئے جو خطرہ وہ ہندو کی چیرہ دستیوں سے محسوس کرتے تھے اتنا خطرہ انہیں اکبر کے نام نہاد ''دین الٰہی'' سے نہ تھا۔

نظریۂ پاکستان یا دوسرے لفظوں میں دوقومی نظریہ کے متعلق ہمارے اہل فکر و دانش کے درمیان اختلاف رائے تو ہے ہی مگر ان میں سے اکثر لوگ ابہام اور خلط مبحث یا کنفیوژن (Confusion) کا شکار بھی ہیں' (1) قیام پاکستان کے حامی اور مؤید اہل دانش میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ پاکستان اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے بنایا گیا' میں ذاتی طور پر اس کے خلاف ہرگز نہیں کہ اگر یہاں اسلام صحیح معنیٰ میں مکمل طور پر نافذ ہو جائے تو اس میں صرف پاکستان کے مسلمانوں کا ہی بھلا نہیں بلکہ پوری دنیائے انسانیت کی بھلائی بھی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ آج ہمیں بھی آزادی رائے' سماجی انصاف اور اخوت و مساوات کی اشد ضرورت ہے جبکہ ظلم و تعدی' انصاف و مساوات سے محرومی کا شکار اور آزادی رائے اور عقیدہ کی آرزومند انسانیت کو بھی اس کی شدید ترین ضرورت ہے مگر اس کا کیا علاج کہ ہمارے فرقہ پرستوں نے پاکستانی مسلمانوں کو اخوت' باہمی ہمدردی و تعاون اور آزادی عقیدہ سے روز اول ہی سے محروم کر رکھا ہے جبکہ نام نہاد اشرافیہ نے پاکستان کو لوٹ کھسوٹ کے لئے آسان شکارگاہ بنا لیا ہوا ہے' روٹی کپڑے اور مکان کو ترسنے والے مسلمان فتنہ گر فرقہ پرستوں کی ''مہربانی'' سے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں جبکہ اشرافیہ ----وڈیرہ شاہی' تانا شاہی اور نوکر شاہی------ کا ایک گروہ لوٹ مار کر کے ایک طرف ہو جاتا ہے تو پھر دوسرا اور پھر تیسرا گروہ ملک کی دولت پر ٹوٹ پڑتا ہے' ہر فرقہ پرست ملاں اس تصور میں مست ہے کہ جب تک وہ کرسی اقتدار پر بیٹھ کر اپنے مخالفین کو جھکا نہیں لیتا یا انہیں تہ تیغ نہیں کر لیتا اس وقت تک ''اس کا اسلام نافذ نہیں ہو سکتا''۔ لوٹ مار کرنے والی اشرافیہ کا ہر تازہ دم گروہ جب اقتدار پر قابض ہوتا ہے تو اسے ''خزانہ خالی ملتا ہے'' اور

Marfat.com

جب بھاگتا ہے تو اپنے پیچھے کرپشن کی لمبی فہرست اور خوفناک عفونت چھوڑ جاتا ہے! پاکستان اس لئے ہرگز نہیں بنا تھا اور دو قومی نظریہ یا نظریۂ پاکستان بھی یہ ہرگز نہ تھا!

اگر مطالبۂ پاکستان صرف نفاذ شریعت کے لئے ہوتا تو کوئی مسلمان اس کی ہرگز مخالفت نہ کرتا! اور اگر سب مسلمان قیام پاکستان پر اسی طرح متفق ہوتے جس طرح سب ہندو متحدہ ہندوستان اور اکھنڈ بھارت پر متفق تھے تو آج پاکستان کا رقبہ اور حدود بہت مختلف ہوتیں! مگر ہندو کے نعرۂ متحدہ قومیت کے فریب میں آنے والے یا ہندو مزاج مسلمانی کے ''لباس فاخرہ'' پر اترانے والے اور خلط مبحث یا ابہام کا شکار ہونے والے مسلمان ہندو کے فریب میں آ گئے یا ضد اور انانیت کے ہاتھوں مارے گئے! یہ لوگ اسلام کی تاریخ کو بھی غلط طور پر پیش کرتے رہے، ہندو شناسی سے بھی محروم تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تاریخ سے سبق نہ سیکھ سکے دراصل یہ لوگ دوررس ژرف نگاہی سے محروم تھے !! ہندو کے نعرۂ ''متحدہ قومیت'' کے فریب میں آنے والے میثاق مدینہ کی بنیاد پر بننے والی پہلی اسلامی ریاست کی ''متحدہ قومیت'' کا حوالہ دیتے رہے مگر یہ نہ سمجھ پائے کہ اس متحدہ قومیت کا ایک رکن یا سیکشن یہودی تھے جن کے بارے میں کتاب اللہ نے یہ واضح طور پر بتا دیا ہوا ہے کہ یہ یہودی اور بت پرست مشرکین مسلمانوں کے ساتھ مل کر متحدہ قومیت نہیں بنا سکتے! آج بھارت کا ہندو اور اسرائیل کا یہودی اپنے اپنے وطن کی مسلم اقلیت سے خوف زدہ ہیں اور ان سے ملکر متحدہ قومیت بنانے سے انکاری ہیں! ہندو اور یہودی دونوں اپنی اپنی مسلمان اقلیت کو صرف دور ستے دکھاتے اور بتاتے ہیں موت یا فرار! یہ لوگ ہندو کے بارے میں بہت بڑی خوش فہمی میں بھی مبتلا تھے، دوسرے لفظوں میں ہندو شناس نہ تھے ! ہندو بدترین ہموطن، بدترین حکمران اور بدترین ہمسایہ ہے! جب مغلوب اقلیت ہوتا ہے تو سازشوں کے جال بچھاتا اور دسیسہ کاریوں پر گزارا کرتا ہے! جب خونخوار اکثریت کی شکل میں حکمران بنتا ہے تو بے بس ماتحت اقلیتوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتا ہے اور قریب ترین ہمسایہ تو ہر حال میں برا ہوتا ہے اگر

Marfat.com

یقین نہیں آ رہا تو ساٹھ سالہ سلوک پاکستان کے ساتھ اور تیس سالہ بنگلہ دیش کے ساتھ سامنے رکھ لیجئے ! چانکیا کی روحانی اولاد نے نہ صرف پاکستان و بنگلہ دیش بلکہ سارک کے تمام کمزور اور چھوٹے پڑوسیوں کے ساتھ اس کے سلوک کو دیکھ لیجئے !!اس روز روشن میں بھی اگر کوئی مستقبل کے ہندو کے بارے میں خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار ہے تو اسے اپنی نظر اور عقل دونوں کا علاج کرانا پڑے گا!!

آج کی دنیائے سیاست اور ڈپلومیسی منافقت اور ریاکاری کے دبیز لباس میں لپٹی ہوئی ہے جو لوگ سیکولرزم اور جمہوریت کی پُر فریب مالا جپتے ہیں اور مسلمانوں کو تنگ نظری' انتہا پسندی اور مذہبی تعصب کے طعنے مارتے ہوئے نہیں تھکتے وہ اندر سے اس قدر تنگ نظر' مذہبی جنونی اور متعصب ہوتے ہیں کہ ان کے قریب جانے سے گھِن آتی ہے! سیکولرزم کے نام سے مسلمان عورت کا حجاب نہ برداشت کرسکنا مجنونانہ مذہبی تعصب اور دوسروں کے مذہب اور عقیدہ میں کھلی مداخلت نہیں تو اور کیا ہے؟! فقر و افلاس کے مارے ہوئے روس سے آزاد ہونے والے سابق کمیونسٹ مگر عیسائی ملک تو بلا چون و چرا یورپی یونین کے رکن بنا لئے گئے صرف اس لئے کہ وہ بنیادی طور پر عیسائی ملک تھے مگر سو سال سے مغرب کا ہمنوا' سیکولرزم کا دلدادہ اور نیٹو کا رکن مغربی اتحادی ترکی یورپی یونین کے قیام سے بلکہ تصور سے ہی اس کا رکن بننے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے مگر شدید مخالفت کی زد میں ہے صرف اس لئے کہ ترکی بنیادی طور پر ایک مسلمان ملک ہے؟!

اس منافقت اور ریاکاری کی دنیائے سیاست اور ڈپلومیسی میں صاف گو اور بھولے مسلمان کو ہر جگہ اور ہمیشہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے' ہمارے بھولے جہادیوں سے کیا کیا کام نہیں لیا جا رہا یا ہندو اور یہودی اپنے گھناؤنے کارنامے بھولے بھالے مسلمان کے کھاتے میں ڈال کر' اسلام اور مسلمان کو بدنامی کی سان پر چڑھا کر اپنے کیا کیا مذموم و مکروہ مقاصد نہیں پورے کر رہے؟! صدام پر تباہ کن اسلحہ کا الزام لگا کر لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور

Marfat.com

سفید جھوٹ دنیا پر واضح ہو گیا' نام نہاد نائن الیون کا جھوٹا ڈرامار چا کر بش نے اکیسویں صدی میں افغانستان میں قیامت برپا کر دی! ہندو نے سری نگر اسمبلی پر حملہ کا ڈرامار چایا پھر بھارتی پارلیمنٹ پر کشمیریوں سے حملہ کروایا مگر ان بھولے بادشاہوں کو انعام دینے کے بجائے بارہ کے بارہ آدمیوں کو گولیوں سے بھون کر رکھ دیا اور پھر ظالم نرندر مودی نے ہندو ووٹ لینے کے لئے گودھرا کے ریلوے اسٹیشن پر وحشیانہ ڈرامار چایا مگر الزام مسلمانوں پر دھرا اور ہزاروں بیگناہوں کو شہید کر دیا' اسی طرح ایسے وحشیانہ ڈرامے رچا کر مذموم مقاصد حاصل کرنے اور الزام مسلمانوں پر دھرنے کا سلسلہ بڑا طویل ہے کہنا یہ ہے کہ بھولے اور صاف گو بلکہ بڑبولے مسلمان پر جھوٹی تہمتیں لگا کر یہ منافق اور ریاکار دنیا کیا نہیں کر رہی ایسی ظالم' منافق اور ریاکار دنیا جب پاکستانی مسلمانوں سے قیام پاکستان کا سبب معلوم کرتی ہے اور جواب میں دوقومی نظریہ یا نظریہ پاکستان کی حکمت مسلم اور غیر مسلم یا کافر دو الگ الگ قوموں کا راگ الاپا جاتا ہے تو پاکستانی مسلمان نہ صرف یہ کہ دنیا کی ہمدردی کھو کر اپنا کیس ہار جاتے ہیں بلکہ مکار ہندو اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں' تحریک آزادی کے دوران مغرب میں قائداعظم کو فرقہ پرست اور تنگ نظر ثابت کر کے آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا جاتا تھا مگر اب ہندو مسلمانوں کو مذہبی بنیاد پر بٹوارہ کا مجرم قرار دیکر قیام پاکستان کو نامعقول اقدام ثابت کرتا ہے جس کی بقاء کا کوئی جواز نہیں ہے! کیونکہ دنیا کو ''نامعقول بنیاد پر ایک اسلامی ملک'' کا قیام ناگوار لگتا ہے! لیکن اس کے بجائے اگر حقائق پر نظر رکھتے ہوئے دنیا کو یہ بتایا جائے کہ ہندوستان کو متحد رکھنے کے لئے قائداعظم نے ہر معقول تجویز مانی اور آخری دم تک یہ کوشش کی کہ کسی طرح بھی برعظیم کو متحد رکھا جا سکے مگر اپنی خونخوار اکثریت کے گھمنڈ میں مبتلا پرامن بقائے باہمی کے منکر ہندو نے ہر اس معقول تجویز کو مسترد کیا جس سے مسلمان کو عزت' آزادی اور بنیادی حقوق کا تحفظ ملتا تھا صرف یہی نہیں بلکہ بدترین ہموطن' بدترین حکمران اور بدترین ہمسایہ ہندو آزادی کے بعد بھی مسلم پاکستان کو گوارا

Marfat.com

کرنے اور اس کا اچھا ہمسایہ بننے کے لئے آمادہ نہیں! یہ ہندو کی فطرت ہے، یہی اس کی تاریخ ہے، یہی اس کا چانکیائی کلچر ہے اور یہی اس گھمنڈی کا ایجنڈا ہے ان میں سے اس کی کوئی چیز بدلنے والی نہیں، شیخ احمد سرہندی، علامہ محمد اقبال اور محمد علی جناح جیسے عظیم مسلمان ہندو شناسوں کی رائے اور فیصلے بھی ہندو کے ان اوصاف غیر ستودہ پر مبنی تھے! اب تو جب سے اکبری عہد کی یادگار ''مسلمانانِ ہندو مزاج'' (ہندو کے رنگ میں رنگے ہوئے مسلمان) میں اضافہ ہوا ہے اور کشمیر سے کسی طرح بھی ''جان چھڑانے والے'' بھولے معتدل روشن خیالوں نے ''ہندو نوازوں'' کی نئی قسم کا اضافہ کیا ہے (یعنی اب مسلمانان ہندو نواز بھی وجود میں آ گئے ہیں!) اس وقت جو بھی ہندو یا ہندو مزاج مسلمان پاکستان آتا ہے اسے واہگہ کی سرحد بہت ہی چبھتی ہے اور اس پر دیوار برلن کی پھبتی کستے ہوئے شرماتے نہیں بلکہ بڑبڑاتے ہیں کہ ''یہ لکیر'' کب ختم ہوگی! میں ان مہاشوں اور ان کے ہندو نواز پاکستانیوں سے صرف ایک بات پوچھتا ہوں کہ کیا ہندو بدل گیا ہے؟ اب اس نے چھوت چھات اور مسلم آزاری سے توبہ کر لی ہے؟ تو پھر بھارت کے بیس کروڑ مسلمانوں (جو بھارت کے چار طبقاتی معاشرہ کا پانچواں طبقہ غربت، پسماندگی اور خوف کی زندگی گزار رہے ہیں) سے خفیہ رائے شماری کے ذریعہ صرف ایک لفظی سوال پوچھ لیا جائے کہ قائداعظم نے ''خونخوار ہندو اکثریت'' کے متعلق ساٹھ سال پہلے جو رائے قائم کی تھی وہ صحیح تھی یا غلط؟ اگر وہ غلط کہدیں تو لکیر اٹھ سکتی ہے، ہم بھارت سے آنیوالے ہندو مزاج مسلمانوں کی بات نہیں کرتے جو پاکستان کے ہندو نواز مسلمانوں کی دعوت پر آتے اور اپنی درفنتیوں سے سولہ کروڑ پاکستانی مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی سعی نامشکور فرماتے رہتے ہیں!

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے چار سو سال پہلے یہ محسوس کر لیا تھا کہ موقع پاتے ہی ہندو اکثریت ہندوستان کی مسلم اقلیت کو نگل لے گی، قائداعظم محمد علی جناح کو بھی یہ یقین تھا کہ ہندو اکثریت کوئی معمول کی اکثریت نہیں ہے بلکہ یہ ایک خونخوار اکثریت ہے جو موقع ملتے

Marfat.com

ہی مسلمان اقلیت کا خون پی جائے گی لیکن شاعر اسلام کا وژن اور فکر بلند مسلمانوں کو یہ سمجھا گیا تھا کہ برعظیم کے شمال مغرب میں آزاد اسلامی وطن تمام مسلمانوں کے لئے عزت و بقاء کی ضمانت ہوگی' اور وقت نے ان بزرگوں کی آراء پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے' ساٹھ سال سے تنگ نظر ہندو بھارت کے مسلمانوں اور کشمیریوں کے لئے بدترین ہموطن اور بدترین حاکم ہونے کا ثبوت بھی دے چکا ہے جبکہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے ساتھ بڑے بھائی اور مہربان پڑوسی کی حیثیت سے اپنے بدترین ہمسایہ ہونے کا ثبوت دے چکا ہے!

یہ اگست 1998ء کی بات ہے' اردن کے شہر عمان میں ایک کانفرنس میں شریک بعض بھارتی مسلمانوں نے بتایا کہ 17 مئی 1998ء سے بھارت کے شہروں میں ہندو غنڈے دندناتے پھرتے تھے' مسلمان عورتوں پر آوازے کستے تھے اور مسلمان مردوں کو چھیڑتے ہوئے کہتے تھے کہ ''مسلو! پہلے ہم تمہارے ماموں پاکستان سے نمٹ لیں پھر تمہاری خبر بھی لے لیں گے'' مگر 28 مئی کو پاکستانی دھماکوں کے بعد گلیوں سے یہ غنڈے اس طرح بھاگے جس طرح گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوتے ہیں! اگر 17 مئی کے بعد بھارتی وزیر داخلہ ایڈوانی کے دھمکی آمیز بیانات آپ کو یاد ہیں تو آپ کو ان ہندو غنڈوں کی روش بھی سمجھ میں آجائے گی!!

شیخ سرہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت ملت اور دفاع اسلام کے لئے سعی مشکور کے حوالے سے کہنے کی بات یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اور صحیح معنیٰ میں ہندو شناس مسلمان ہیں اور ان کا پیغام یہ ہے کہ ہمیں نہ ہندو مزاج مسلمان لیڈر کام آسکتے ہیں نہ ہندو نواز مرغان دست آموز کسی کام کے ہیں بلکہ برعظیم پاک و ہند میں اسلام کی خدمت اور ملت اسلامیہ کا دفاع صرف اور صرف ہندو شناس مسلمان قائدین ہی کر سکتے ہیں اس لئے ہندو مزاجی کفر ہے اور ہندو نوازی بزدلی و خود فریبی ہے' ہمیں تو ضرورت ہے ہندو شناسی کی! لیکن میں یہاں بھارت کے ساتھ امن کی بات چیت کی مخالفت نہیں کر رہا ہوں اگرچہ میں اسے آزمودہ را آزمودن جہل است'' کے مترادف سمجھتا ہوں'

Marfat.com

تاہم اگر ہندو امن پر راضی بھی ہو گیا تو اس کا مطلب پر امن بقائے باہمی کے لئے رضامندی ہرگز نہیں ہوگا بلکہ لبھو رام کسی لابھ' کسی مصلحت اور کسی مجبوری کے ماتحت امن کے لئے رضامند ہوگا لیکن اس سلسلے میں ہندو نوازی کام نہیں آئیگی !! مسئلہ کا صحیح حل ہندو کی نیچر کو سمجھنا اور عزائم کو جاننا ہے گویا اصل کام ہندو شناسی ہے' ہندو مزاجی یا ہندو نوازی نہیں یہ تو مسلم کاز (Cause) کے لئے انتہائی خطرناک' مہلک اور تباہ کن ہوگی !

23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان کی منظوری کے موقع پر قائداعظم کی تاریخی بلکہ تاریخ ساز تقریر دو قومی نظریہ یا نظریۂ پاکستان کے سلسلے میں ایک معتبر ماخذ اور مصدر ہے (2)' اس تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ قائداعظم نے کانگریس میں رہ کر ہندو قائدین اور ان کی روش اور عزائم کو بڑے غور سے اور بہت قریب سے دیکھا' اور سمجھا تھا ہندو اکثریت کو قائد نے ایک خونخوار اکثریت (Brutal Majority) قرار دیا تھا جو اقلیت کی ہر بات کو ٹھکرائے گی اور ہر بات کو بلڈوز کر دے گی' ہندو مسلمانوں کو آئینی ضمانتیں دینے سے اس لئے انکاری تھے کیونکہ وہ انہیں تاریکی میں رکھ کر فریب دینا چاہتے تھے' متحدہ قومیت کے جھانسے دیکر حاصل ہونے والی آزادی میں مسلمان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا یہ آزادی صرف ہندو کی آزادی ہوگی' رہے مسلمان تو وہ تو صرف آقا بدلیں گے انگریز کی غلامی سے نکل کر ہندو کی غلامی میں آجائیں گے ! قائد کے یہ ارشادات گرامی ہندو شناسی کی بڑی واضح اور بہترین مثال بھی ہے اور صحیح حقیقت بھی ! دو قومی نظریہ یا نظریہ پاکستان کی اصل کہانی صرف اتنی ہے کہ ہندو مسلمان کو ملیچھ اور ناپاک کہتا تھا جواب میں مسلمانوں نے ہندوستان کو پاک بنا کر پاکستان کہنا شروع کر دیا' ہندو مسلمانوں کو دستوری حقوق کی ضمانت دینے کے لئے اور پر امن بقائے باہمی کی یقین دہانی میں بری طرح ناکام رہا!

آج جدید ذہن کا مالک انسان ان حقائق پر چونک پڑتا ہے اور قیام پاکستان کے جواز کا قائل ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں ہندو جارحانہ موقف سے ہٹ کر دفاع پر مجبور ہو جاتا ہے!

Marfat.com

یہ جولائی 1977ء کی بات ہے' میں شیخ الازہر کے خاص مہمان کی حیثیت سے قاہرہ میں مقیم تھا اور پاکستانی سفارت خانہ کے پریس قونصل کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ان کے پاس روزنامہ ''الاہرام'' قاہرہ کا ایک اخبار نویس آیا اور کہا کہ میں اسلامی ملکوں کے بارے میں مسلسل کالم لکھ رہا ہوں اور اب پاکستان کی باری ہے' مجھے یہ جان کر بے حد حیرت اور دکھ ہوا کہ مصر جیسی مرکزی جگہ کے پاکستانی سفارت خانہ میں کوئی کتاب یا کوئی مواد تحریک یا تاریخ پاکستان کے متعلق نہ تھا ' مصری اخبار نویس نے سوال و جواب کی شکل میں پریس قونصل سے معلومات حاصل کرنا چاہیں اس کا پہلا سوال تھا کہ ہندوستان کی تقسیم پر مسلمانوں نے اصرار کیوں کیا؟ برعظیم کو متحدہ ملک کیوں نہ رہنے دیا؟ اب مشکل یہ تھی کہ اخبار نویس کی انگلش کمزور تھی اور ہمارے افسر صاحب کو عربی نہیں آتی تھی' موصوف نے برعظیم پاک و ہند کی ''بابو انگلش'' اور دیسی لہجے میں تقسیم کی وجہ دو قومی نظریہ بتایا اخبار نویس کے سوال پر دو قومی نظریہ کی یوں تشریح فرمائی گئی کہ مسلمان اور ہندو ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک ایک ساتھ رہنے کے باوجود بھی ایک قوم نہ بن سکے! مصری نے کہا آپ کمال کرتے ہیں؟ مصر میں تو ہم مسلمان قبطی عیسائیوں کے ساتھ چودہ سو سال سے رہ رہے ہیں اور ایک مصری قوم بھی ہیں!

سوال و جواب میں زبان ایک رکاوٹ محسوس ہو رہی تھی' دوسرے ہمارے افسر صاحب کے جوابات بھی اسی طرح غیر تسلی بخش تھے' میں نے افسر صاحب سے عرض کیا کہ اگر جان کی امان پاؤں تو مجھے بولنے کی اجازت فرمائی جائے؟

افسر صاحب نے اجازت عطا فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ہاں! پروفیسر صاحب! میں تو چاہتا تھا کہ آپ اپنی عربی زبان کو کام میں لاتے ہوئے اپنی وسیع معلومات سے اس مصری کے سوالات کا جواب دیں مگر اس خیال سے چپ تھا کہ شاید آپ پسند نہ فرمائیں!

میں نے کہا قبلہ! بات پسند یا ناپسند کی نہیں مسئلہ یہ ہے کہ قومی مفاد خطرہ میں ہے' آپ کو

Marfat.com

علم نہیں جواہر لال نہرو اور ابوالکلام آزاد کی صدارت میں ہندو کانگریس کے نمائندے عرب ممالک خصوصاً مصر و شام اور سعودی عرب میں مسلمانوں، مسلم لیگ اور قائداعظم کے متعلق یہ زہریلا پراپیگنڈہ کرتے رہے تھے کہ انگریز تو تفریق ڈالو اور حکومت کرو کے اصول کے مطابق ہندو اور مسلمان کو لڑا رہا ہے اور مسلمان خصوصاً مسلم لیگ اور محمد علی جناح انگریز کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں! یہ زہریلا پراپیگنڈہ عرب دنیا کے لئے بہت مؤثر ثابت ہوا کیونکہ عرب میں انگریز کی پالیسی یہی تھی، اس نے عربوں کو کبھی متحد نہیں ہونے دیا مگر برعظیم میں انگریز کی پالیسی بالکل الٹ تھی وہ اپنے منحوس عہد استعمار کے آغاز میں تو مسلمانوں کو ذلیل کرنے اور روندنے کے لئے ہندو کو اپنا متر اور اتحادی قرار دیکر اسے نوازتا رہا اور مسلمانوں کے دل جلاتا رہا مگر آخر میں انگریز کی پالیسی قطعاً مختلف تھی، وہ برعظیم میں مسلمانوں کو دوبارہ حکمران نہیں دیکھنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ برعظیم کے مسلمان کی آواز بھی دنیا میں نہ سنی جائے، دوسرے وہ کیمونسٹ روس اور مستقبل کے چینی خطرہ کے پیش نظر ہندو کے نعرہ اکھنڈ بھارت کا قائل تھا اور تقسیم کے قطعی خلاف تھا تاکہ متحدہ ہندوستان ایک طاقت بن کر مغربی مفادات کے کام آسکے (آج انکل سام بھی بھارت سے یہی کام لینا چاہتا ہے!؟) چنانچہ میں نے بات کرنے کی اجازت ''عطا ہونے'' کے بعد مصری صحافی سے عربی میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: ''بھائی میں آپ کے ہر سوال کا مفصل مدلل اور تسلی بخش جواب دوں گا مگر سب سے پہلے میرا آپ سے ایک چھوٹا سا سوال ہے آپ اس کا دو حرفی جواب دے سکتے ہیں؟'' یہ انور سادات کا زمانہ تھا اس نے اسرائیلی وزیراعظم مناحم بیگن سے ابھی تک کیمپ ڈیوڈ کا معاہدہ نہیں کیا تھا، میں نے مصری بھائی سے پوچھا ''بھائی! اسرائیل عرب تنازعات اور آئے دن کی جنگوں سے نجات کے لئے یہ بہتر نہ ہوگا کہ اسرائیل اور عرب ممالک ریاستہائے متحدہ مشرق وسطیٰ (USME) بنالیں، یہودی صدر بن جائے اور ایک عرب بااختیار وزیراعظم بن جائے؟!''

Marfat.com

میرے اس سوال پر عرب بھائی بہت سیخ پا ہوا اس کا عربی جملہ آج بھی پوری ناصری لب ولہجہ کی قوت خطابت کے انداز سے میرے کانوں میں گونج رہا ہے' اس نے کہا تھا:

''لالا! یا استاذ! دا مستحیل! الصہایینۃ لا یؤمنون بالتعایش السلمی!''، یعنی نہیں نہیں! پروفیسر! یہ ناممکن ہے صہیونی یہودی تو پرامن بقائے باہمی کے قائل ہی نہیں''، میں نے کہا! میرے بھائی برعظیم کے مسلمانوں کی بھی یہی مشکل تھی' ہندو تو یہودی سے بھی زیادہ خطرناک حد تک پرامن بقائے باہمی کیخلاف ہے! وہ تو آج بھی مسلمانوں کو ملیچھ' نجس اور ناپاک تصور کرتا ہے! آپ شاید ہندو برہمن کی عیاری' فریب کاری' سنگدلی اور مسلمانوں سے شدید نفرت کو نہیں جانتے!!''

مصری صحافی نے قدرے غصے اور حیرت سے کہا: ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ تو بالکل ناقابل یقین ہے! ہندو تو عاجز اور ملنسار ہوتا ہے! گاندھی کو تو ہم ایک سینٹ یعنی مقدس پیشوا جانتے ہیں!!''

میں نے کہا! ''ہاتھی کے دانت ہیں! کھانے کے اور دکھانے کے اور! ہندو تو مسلمان کو ایک نجاست تصور کرتا ہے جس سے برعظیم کو پاک کرنے کا عزم لئے ہوئے ہے' وہ گائے کو پوجتا ہے' اس کے پیشاب اور گوبر کو مقدس سمجھتا ہے' پیشاب پیتا ہے' گوبر تناول فرماتا ہے! اگر کوئی مسلمان اپنی گائے ذبح کرے تو اس کی سزا قتل ہے' یہی ہوتا رہا ہے اور یہی ہو رہا ہے! برہمن نے ہندو معاشرہ کو چار طبقات میں بانٹ رکھا ہے خود برہمن تو اعلیٰ طبقہ ہے اور اچھوت چوتھا اور سب سے نچلا طبقہ ہیں جو ہزاروں سال سے جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں! مسلمان ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک ہندو پر حکمران رہے ہیں مگر تمام تر کوششوں کے باوجود ہندو اور مسلمان ایک اور متحدہ قوم نہیں بن سکے!!''

مصری نے کہا: ''یہ انگریز کی شرارت ہے جس نے ہندو اور مسلمان کو ایک نہ ہونے دیا!''

میں نے کہا! بھائی یہ ہندو کانگرس کا پراپیگنڈا ہے جس کے لئے انہوں نے اپنے ہندو مزاج مسلمان مشرق وسطیٰ میں بھیج کر مسلمانوں' مسلم لیگ اور محمد علی جناح کے خلاف بڑا زہریلا

Marfat.com

پراپیگنڈہ کیا' حتیٰ کہ جب قائداعظم قیام پاکستان سے پہلے مصر سے گذرے تو آپ کے صحافیوں نے قاہرہ کے ہوائی اڈہ پر ان پر سوالات کی بوچھاڑ کردی اور کہا کہ آپ اور آپ کی مسلم لیگ ہندوستان کی آزادی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے' قائد نے تمام سوالات کے دندان شکن جواب دیئے اور فرمایا تھا کہ ہم ہندوستان کے مسلمان آپ کے مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کے دفاع کی بھی جنگ لڑ رہے ہیں! اگر پاکستان نہ بنا تو ہندو یہودی مل کر عربوں کو بھی اپنا غلام بنالیں گے (اور اب کچھ کچھ عرب بھائیوں کی آنکھیں بھی کھل چکی ہیں! وہ بھارت اسرائیل عسکری' اسلحہ' سیاسی اور ڈپلوماسی خفیہ اور اعلانیہ تعاون سے آگاہ ہو چکے ہیں!)''

مصری صحافی نے کہا: پھر بھی آپ تو سب ہندو مسلمان ایک سے لگتے ہیں' بہت سی باتیں مشترک ہیں!''

میں نے کہا: ''میرے بھائی! آپ نے گہرائی میں جا کر ہندو مسلم تعلقات کی تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا' ہندو کی تاریخ الگ ہے مسلمانوں کی اپنی تاریخ ہے' مسلمانوں کے ہیرو ہندوؤں کے نزدیک حقیر ولین ہیں' مسلمان بھی ہندوؤں کے ہیروز کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں' ہندوؤں کی زبان الگ ہے ہماری زبان الگ ہے' ان کی زبان کا رسم الخط الگ ہے' ان کا رسم خط دیوناگری ہے' ہماری اردو کا خط عربی ہے اسی لئے گاندھی نے اردو کو مشترکہ زبان ماننے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کے خط سے قرآن کریم کی مجھے بو آتی ہے' اگر اردو کو ہندو مسلمان کی مشترک زبان بنانا ہی ہے تو اس کا رسم خط بدلنا ہوگا اسے ہندی دیوناگری خط میں لکھنا ہوگا' ہمارا لباس الگ الگ' ثقافت الگ ہے' معاشرتی روایات الگ ہیں' کھانا پینا رہنا سہنا بالکل مختلف اور الگ ہے۔۔۔۔!''

مصری بھائی بولا: پھر بھی مسلمانوں کو تنگ نظری کے بجائے فراخ دلی سے کام لینا چاہئے تھا اور ممکن حد تک رواداری اور تعاون سے کام لیتے ہوئے ہندوستان کو تقسیم نہیں ہونے دینا تھا! صدیوں ایک ساتھ رہے تھے اب بھی ایک ساتھ رہنے اور ساتھ نبھانے کا عہد کرتے تو متحدہ ہندوستان کا

Marfat.com

مقام کچھ اور ہوتا۔۔۔۔!''

میں نے اپنے بھولے دوست سے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''تنگ نظر اور گھمنڈی ہندو برہمن کی بدنیتی کی وجہ سے ''یہی عہد'' تو نہیں ہوسکا تھا! بلکہ یوں کہیئے کہ اپنی خونخوار اکثریت کے زعم میں مبتلا اور مستقبل میں رام راج اور اکھنڈ بھارت کے نشے سے چور ہندو برہمن نے ہندوستان کو متحد رکھنے کا ہر موقع گنوا دیا! قائداعظم محمد علی جناح سے بڑھ کر ہندو---- مسلم اتحاد اور متحدہ ہندوستان کا علمبردار اور کوئی نہ تھا' یہ موتی لال نہرو کا حسد تھا' جواہر لال نہرو کی بدنیتی تھی اور گاندھی کی چالاکی تھی جس نے محمد علی جناح کو مایوس اور بیزار کر دیا تھا' اس کے باوجود بھی قائداعظم نے انگریز حکمرانوں کی طرف سے ہر ایسی معقول تجویز کی حمایت کی جس سے ہندوستان بھی متحد رہ سکتا تھا اور اس میں مسلمانوں کو بھی ان کے آئینی حقوق کا تحفظ اور اپنے تشخص کی سلامتی کی ضمانت ملتی تھی مگر یہ سب تجاویز ہندو کانگرس نے مسترد کر دی تھیں کیونکہ وہ یہی تو چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے حقوق کی بات ہی نہیں کرنا چاہیئے اور الگ سے آزادانہ تشخص کے متعلق سوچنا ہی نہیں چاہیئے! یہ ہم بعد میں دیکھیں گے کہ آپ کے حقوق اور تشخص کی حفاظت کیسے ہوگی (بالکل ایسے ہی ہوتی جس طرح گزشتہ ساٹھ سال کے دوران بھارت کے بیس کروڑ مسلمانوں کے حقوق اور تشخص کی حفاظت ہو رہی ہے یا جس طرح کشمیریوں کو وعدہ کے مطابق آزادانہ رائے شماری سے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا حق دیا جا رہا ہے! ہندو مزاج مسلمانوں یعنی ہندومت کے رنگ میں رنگے ہوئے نام نہاد مسلمانوں کو چھوڑ کر باقی بھارت کی مسلم اقلیت کی کیا درگت بن رہی ہے بلکہ عیسائی اور سکھ اقلیتوں کی کیا درگت بن رہی ہے)!

مصری دوست کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اس لئے اس نے سوال کر دیا ''تو اگر ہندو بقول آپ کے اکھنڈ بھارت اور رام راج کی سوچ رکھتا تھا تو پھر اس نے پاکستان بننے کیوں دیا جبکہ انگریز بھی تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے خلاف تھا؟!''

Marfat.com

میں نے کہا: ''دوست اب آپ نے اصل بات سمجھنے کی کوشش کی ہے! آپ اپنے عظیم و جلیل نابینا ادیب' نقاد اور یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر طٰہٰ حسین کو تو جانتے اور مانتے ہیں نا؟ انہوں نے قیام پاکستان کو عصر حاضر میں اسلام کا زندہ معجزہ قرار دیا ہے' واقعی اس ملک کا قیام اور بقاء اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور اسلام کا معجزہ ہے! اس معجزہ کے ظہور سے پہلے حق تعالیٰ مسبب الاسباب نے تین اسباب پیدا فرما دیئے تھے ان میں سے سب سے بڑا اور پہلا سبب یہ تھا کہ قادر مطلق جل جلالہ نے ہندو اور انگریز دونوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی تھیں' لُرڈ ِفرنگی نے جوش سخاوت میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخابات کا حق دینا مان لیا اور ہندو کانگریس نے بھی نا سمجھی اور عجلت میں اس پر صاد کر دیا تھا اور بلا چون و چرا اسے تسلیم کر لیا تھا وہ اسے مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا معصوم سا مطالبہ سمجھے تھے مگر فرعون کو معلوم نہ تھا کہ وہ اللہ کے کلیموں کے ہاتھ میں عصائے موسوی دے رہے ہیں! اس ایک بروقت مطالبہ نے مسلمانوں کا مقدر اور برعظیم کی تاریخ بدل کر رکھ دی!

دوسرا سبب یہ تھا کہ کانگرس جو ہندو--- مسلمان سب کی ''نمائندہ'' جماعت ہونے کی دعویدار تھی 1935ء کے ایکٹ کے مطابق ہونے والے انتخابات جیت گئی اور مختلف صوبوں میں جو وزارتیں بنیں ان کے ہندو وزراء نے مسلمان اقلیت کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے صوبوں میں مسلمان اقلیت کی وہ حق تلفیاں کیں' ان پر وہ وہ دست درازیاں کیں اور اتنے مظالم کئے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک برعظیم کی ملت اسلامیہ تڑپ اٹھی! سب دنیا کو معلوم ہو گیا کہ ایک خونخوار اکثریت جو بزدل اور مکار بھی ہے جب برسر اقتدار آ جائے گی تو اپنے زیردستوں اور کمزور ہمسایوں کے ساتھ کیا کیا مظالم روا نہیں رکھ سکے گی!! جب یہ ظالم کانگرسی وزارتیں ختم ہوئیں تو قائداعظم محمد علی جناح نے ''یوم نجات'' منانے کا اعلان فرمایا! یہ اعلان کیا تھا صور اسرافیل تھا جس نے خواب غفلت میں سوئے ہوئے مسلمانوں کو جھنجھوڑ دیا ور ہندو کانگرس کے ستائے ہوئے مظلوم مسلمان قائداعظم کے گرد مسلم لیگ کے سبز پرچم تلے اکٹھے ہو گئے انہیں یہ احساس

Marfat.com

ہوگیا کہ ہندو اکثریت نہ صرف خونخوار ہے بلکہ کمینہ بھی ہے' مسلمانوں کو یہ بھی یقین ہوگیا کہ انہیں خودی کا درس دینے والے ان کے مخلص ومحبوب شاعر اقبال نے جس محمد علی جناح پر بھروسہ کرتے ہوئے انہیں انگلستان سے بلوا کر مسلم لیگ کی قیادت سونپی ہے وہ اب مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز ہے وہ جو کہے گا سچ ہوگا اور جو کرے گا درست اور حق ہوگا!!

اب زمین ہموار ہو چکی تھی کہ مسبب الاسباب قادر مطلق قیام پاکستان کے تیسرے سبب کو سامنے لائے جو فیصلہ کن بھی تھا اور تاریخ ساز بھی !اسی زمین اور اسی فضا میں انگریز نے 1946ء کے عام انتخابات کا ڈول ڈالا' جواہر لال نہرو کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان میں طاقتیں صرف دو ہیں' ایک انگریز اور دوسری طاقت ہندو کانگرس ہے! مگر قائداعظم نے للکارا تھا کہ یہاں ایک تیسری طاقت بھی ہے اور وہ مسلم لیگ ہے اور وہ ان مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے جو اس ہندوستان پر بارہ سو سال تک حکومت کر گئے ہیں اور جن سے انگریز نے آ کر حکومت چھینی تھی! ہندو کانگرس کے مسلمان لیڈروں ---- جیسے مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کا دعویٰ تھا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اصل اور صحیح نمائندگی کرتے ہیں اس لئے مسلمان ہندو کانگرس کو ووٹ دیں گے مگر قائداعظم نے کہا تھا کہ اب مسلمانوں کی نمائندگی کا حق صرف اور صرف مسلم لیگ کو ہے! اور یہی ہوا' مسلم لیگ نے مرکز اور صوبوں میں مسلمانوں کی تمام نشستیں جیت لیں !!اب جمہوریت کے اصول کے مطابق مسلم لیگ ہی مسلمانوں کے حقوق کی محافظ بن گئی اور جمہوریت نواز انگریزوں نے فیصلہ دیا کہ مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے وہ ماننا پڑے گا جو ان کا جمہوری لیڈر محمد علی جناح کہتا ہے !یوں قدرت خداوندی سے مسلمانوں سے عداوت ومخاصمت رکھنے والے انگریز اور انہیں ملیچھ یا ناپاک قرار دینے والے ہندو کو مطالبہ پاکستان کے سامنے جھکنا پڑا!''

میں نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے مصری صحافی کو بتایا ''اگرچہ ہندو اور مسلمان ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک ایک ساتھ ہندوستان کی سرزمین پر رہے مگر وہ کبھی بھی گھل مل نہ سکے

Marfat.com

کیونکہ ہندو تو مسلمان کو ملیچھ' ناپاک اور ایک نجاست سمجھتا رہا' ایک ساتھ کھانا پینا اور رہنا سہنا تو دور کے خواب ہیں' مسلمان کا تو ہندو کو ہاتھ لگانا بھی اسے بھرشٹ اور ناپاک کر دیتا ہے! ہندو تو اپنے اس برتن کو ہی توڑ دیتا ہے جسے مسلمان کا ہاتھ لگ جائے' بسوں کے اڈوں' ریلوے اسٹیشنوں اور دیگر پبلک مقامات پر پینے کے لئے ہندو پانی اور مسلمان پانی الگ الگ ہوتے ہیں! لباس الگ الگ' شادی بیاہ اور موت فوت کی رسمیں الگ الگ ہیں! ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تو بہت دور کی بات ہے' ہندو مسلمان تو ایک دوسرے کے ہاتھ سے لیکر کھاتے پیتے بھی نہیں' بعض ہندو مزاج مسلمان اگر اب بھی لیں تو بھی کوئی ہندو ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ ہندو مزاج مسلمان تو ہوتے ہیں کہ اکبر بادشاہ یہ ورثہ چھوڑ گیا تھا مگر کوئی ہندو اسلام مزاج نہیں ہو سکتا! ۔۔۔۔۔۔"

میں مزید آگے جانا چاہتا تھا مگر مصری صحافی نے بس کہتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے اور وہ جمال عبدالناصر جیسے عرب قوم پرستوں کی جان کو روتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے یہ وعدہ کر گیا کہ وہ برعظیم پاک و ہند کے متعلق مزید معلومات حاصل کر کے "ہندو شناسی" کی کوشش کرے گا ! میں نے اسے البیرونی' اقبال اور قائداعظم کے ارشادات سے آگاہی حاصل کرنے کی تاکید کی! کاش میں اسے حضرت مجدد کا مطالعہ کرنے کا مشورہ بھی دے سکا ہوتا!! شاید میری یہ حقیر سی کاوش عربوں تک پہنچ سکے عالم عرب اب ہندو --- یہودی خفیہ اور علانیہ تعاون سے بخوبی آگاہ ہو چکا ہے اور اب وہ قائداعظم کے اس قول کی حقیقت کو بھی پا گیا ہے کہ تحریک پاکستان دراصل عربوں کے دفاع کو بھی مضبوط کرنے کی ایک کوشش تھی! اگر پاکستان نہ بنتا تو آج ہندو ---- یہودی ہاتھ میں ہاتھ ڈالے عربوں کو لوٹ کر خوشیاں منا رہے ہوتے!

تحریک پاکستان میں دو قومی نظریہ کا نقطہ آغاز وہ مرحلہ تھا جب قائداعظم محمد علی جناح اپنے وسیع سیاسی تجربہ اور گہرے عملی مشاہدہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ صدیوں پر محیط ایک طویل تاریخی سفر میں برعظیم پاک و ہند کی سرزمین پر بیک وقت بود و باش کے باوجود بلکہ مسلم حکمرانوں

Marfat.com

کی عملی کوششوں کے باوجود کبھی بھی ہندو اور مسلمان متحدہ قوم بن کر امن اور سکون سے نہیں رہ سکے' باہمی نفرت وعناد اور دنگا وفساد اپنی اپنی الگ تھلگ تہذیب وثقافت کے سایہ میں پروان چڑھتے رہے' مسلمان بادشاہوں کی سرپرستی اور بھروسہ کے باوجود ہندو ماتحتوں کو جب بھی موقع ملا وہ اپنے آقا ولی نعمت سے غداری' سازش اور بغاوت کی روش سے کبھی باز نہ آئے' جہاں اور جب بھی موقع ملا مسلم اقلیت سے برسر پیکار رہے اور ان سے زبردستی اسلام چھڑانے اور قتل کرنے کے علاوہ مساجد اور قبرستانوں کو مندروں میں تبدیل کرتے رہے' اکبر کے دور الحاد وانحراف میں تو خونخوار ہندو اکثریت کی چیرہ دستیاں انتہا کو پہنچ گئیں' اسی اکبری دور میں مسلمانوں کی ایک خاص قسم پروان چڑھی جو ہندومت میں اس قدر گھل مل گئے کہ ہندو کلچر کو اپنانے میں کوئی شرم محسوس نہ ہوتی تھی' ہندوانہ لباس' ہندوانہ رنگ ڈھنگ حتیٰ کہ مندروں میں بت پرستی میں بھی کوئی حرج محسوس نہ کرتے تھے' حضرت مجدد نے ایسے ہی مسلمانوں کے لئے ''مسلمانان ہندو مزاج'' کی اصطلاح ایجاد فرمائی اور اس حقیقت کو بخوبی بھانپ لیا کہ خونخوار اور ہندو اکثریت جسے مولانا حالی نے اکّال الامم یعنی امتوں اور قوموں کو نگل جانے والے کہا ہے' موقع پاتے ہی مسلمانوں کو بھی بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتار دیں گے! یوں ہندو کی پہچان کر کے اور ان کے خطرناک عزائم سے حضرت مجدد نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا اور ہندو مزاج مسلمانوں کے وجود کا انکشاف کرنے کے علاوہ پہلا ہندو شناس مسلمان ہونے کا شرف بھی حاصل کر لیا' یہ بات برعظیم کی ملت اسلامیہ پر حضرت مجدد کے بڑے بڑے احسانات میں سے ہے' ہندو مزاج مسلمان سے آگاہی اور ہندو شناسی نے نہ صرف جہانگیر' شاہجہان اور اورنگزیب عالمگیر کو راہ راست پر لگایا بلکہ بعد میں آنے والوں کو بھی حقیقت سے شناساں کر گئے بشرطیکہ بعد میں آنے والوں میں غیرت ایمانی' حب الٰہی اور مسلمان بن کر رہنے کی ذرہ بھر بھی آرزو ہوئی تو! اور یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ اس امت مرحومہ میں معاذ اللہ یہ اہلیت وصلاحیت ہی نہ رہے! کسی نہ کسی درجہ کا کوئی نہ کوئی جناح' اقبال بلکہ شیخ سرہندی

Marfat.com

بھی ہوتے رہیں گے' اسلام کبھی مٹ نہیں سکتا بلکہ اسے مٹانے والے مٹ گئے اور مٹتے رہیں گے مگر حق نہ مرتا ہے نہ مٹتا ہے! سپین میں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنانے والے' عبرتناک سزائیں دیکر مجبور کرنے والے بلکہ زندہ آگ میں جلانے والے مٹ گئے مگر آج اسی سپین کے سب سے بڑے صوبے اندلوسیا کے کالے بالوں اور کالی آنکھوں والے نوجوان روزانہ ببانگِ دہل یہ کہکر دھڑا دھڑ اسلام قبول کر رہے ہیں کہ ہم ان مسلمانوں کی اولاد ہیں جنہیں ظالم اہل کنیہ نے جبر واکراہ سے اسلام چھڑوا کر عیسائی بنایا تھا! عثمانی ترکوں کی خلافت عثمانیہ کو مٹانے والے سامراجی صلیبیوں نے اپنے ایک سیکولر نمائندہ کے ذریعہ ترکوں کو بے دین بنانے' قتل کرنے اور عربی زبان کو جرم قرار دینے کے لئے جو مظالم کروائے وہ اب تاریخ کی عبرتوں میں شامل ہیں مگر نصف صدی بعد ہی ترکی میں مساجد کے میناروں سے جب عربی میں اذان بلند ہوئی تو برنارڈ لوئیس جیسے پادری نما مستشرق سمیت مغرب کے صلیبی تلملا اٹھے کہ اسلام پھر ترکی میں زندہ ہو گیا اور اب تو ترک بھی جوق در جوق عربی اور اسلامی علوم سیکھ رہے ہیں' نادانوں کو یہ نہیں پتا کہ اسلام از سر نو زندہ نہیں ہوا بلکہ مرا ہی کب تھا؟ بزعم خویش اسلام کو مارنے والے خود مر گئے کہ حق نہ دبتا ہے نہ مرتا ہے! اسلام کو ہندومت کی چوکھٹ پر بزعم خود ذبح کرنے والا مرتد اور بے دین اکبر اپنی سلطنت کو دوام بخشنے اور متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے کے باوجود نیست و نابود ہو گیا مگر اسلام آج بھی برعظیم کی وہ قومیت ہے جسے روشن مستقبل عطا ہو چکا ہے! سرہند سے ایک چنگاری اٹھی جس نے خرمن باطل کو خاکستر کر دیا اور اسلام کا بول بالا کر دیا کیونکہ برعظیم کے صدیوں سے ستائے ہوئے انسان کا مستقبل دین حق اسلام سے وابستہ ہو چکا ہے' آج نہیں تو کل فیصلہ ہو جائے گا!

حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات گرامی میں جگہ جگہ ہندو شناسی کے ثبوت دینے کے علاوہ اسلام کے لئے اصل خطرہ ان ہندو مزاج مسلمانوں اور علمائے سو کو قرار دیا ہے جو شرک و بت پرستی کو لذیذ گھونٹ سمجھ کر پی جاتے اور اپنی عاقبت خراب کرنے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو بھی

Marfat.com

نقصان پہنچا جاتے ہیں' ان ہندو مزاج مسلمانوں کے علاوہ اب ایک نئی قسم بھی وجود میں آ گئی ہے اور اس کے زیادہ تر مظاہرے بھارت کے علاوہ برعظیم کے ان آزاد حصوں---- پاکستان و بنگلہ دیش وغیرہ---- میں دیکھنے میں آ رہے ہیں کیونکہ یہاں کی نئی نسلوں نے صرف ہندو میوزک' ہندو ڈانس اور ہندی فلمیں دیکھی ہیں مگر ہندو کو نہیں دیکھا اس سے کبھی پالا نہیں پڑا (اگر آنکھیں ہوں تو آج بھی دیکھ سکتے ہیں کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے ساتھ فیصلہ طلب تنازعات کا ہندو نے آج تک فیصلہ نہیں ہونے دیا کیونکہ اگر عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ ہو تو ہندو کو اپنی ہٹ دھرمی چھوڑنا پڑتی ہے اس لئے ہندو اس گھمنڈ میں بات کو طول دے رہا ہے کہ ایک نہ ایک دن اکھنڈ بھارت تو بننا ہی ہے' سب مسئلے اور تنازعات خود بخود ختم ہو جائیں گے مگر اس نادان اور ناشکرے کو یہ اندازہ نہیں کہ وہ تو اپنے دیش کے کئی ٹکڑے ہوتے دیکھے گا! اسے سابق وزیراعظم چین مسٹر چواین لائی کے وہ عبرت انگیز اور سبق آموز لفظ بھی یاد نہیں جو انہوں نے سقوط ڈھاکہ کے دن کہے تھے کہ ہندو یہ نہ سمجھے کہ سقوط ڈھاکہ پر کہانی ختم ہو گئی بلکہ یہ تو کہانی کی ابتداء ہے' آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!؟) لیکن جس دن لبھو رام کی نسل کو پاکستان اور بنگلہ دیش میں پروان چڑھنے والی نئی مسلمان نسلوں سے واسطہ پڑے گا عبرت کا اصل دن وہی ہو گا!!

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ' کے مریدان باصفا اور مخلص ترین عقیدت مندوں میں سے ایک سید فرید بخاری بھی تھے' صوبیدار (گورنر) لاہور کی حیثیت سے ان کی خدمات اسلام و مسلمین ناقابل فراموش ہیں اور احکام و اوامر مجددی کی تعمیل اور نفاذ میں وہ نہ صرف مستعد تھے بلکہ بے حد فعال و کامیاب بھی تھے' سید فرید بخاری کے نام حضرت مجدد کا مکتوب گرامی (نمبر 47 دفتر اول) ایک اہم اور مفید دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے' اس مکتوب کے مندرجات و محتویات کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت مجدد جہاں برعظیم پاک و ہند میں اہل اسلام کی گزشتہ تاریخ پر عبور رکھتے تھے وہاں آپ اسلام کے حال اور مستقبل پر بھی گہری نظر رکھتے تھے' مرتب

Marfat.com

کرنے والے نے مکتوب کا موضوع واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مکتوب ''در شکایت از قرا
سابق کی کفار استیلاء پیدا کردہ بودند و اہل اسلام خوار و بے اعتبار' ودر ترغیب آنکہ در ابتد
بادشاہت اگر ترویج دین میسر شود بہتر است' مبادا ضالی و مُضلّی درمیان آمدہ خلل در کارخانہ اہ
اسلام انداز دو در رنگ قرن سابق سازد یعنی اس مکتوب میں اس بات کی شکایت ہے کہ گزش
صدی (عہدی اکبری) میں کفار نے غلبہ پالیا تھا اور اہل اسلام ذلیل وخوار ہو کر اپنا وقار و اعتر
کھو چکے تھے' اس مکتوب میں اس بات کی ترغیب بھی دی گئی ہے کہ جہانگیری بادشاہت کے آغ
ہی میں نفاذ اسلام کی توفیق ہو جائے تو بہتر ہوگا کہیں ایسے نہ ہو کہ کوئی گمراہ شخص گمراہی پھیلانے و
بن جائے اور گزشتہ صدی کی طرح اہل اسلام کے کام میں خلل ڈالنے پر کمر بستہ نہ ہو جائے!!''

اس مکتوب میں حضرت شیخ نے اپنے مرید باصفا پر یہ بات واضح کی ہے کہ قوم وملک
کے لئے بادشاہ یا حکمران وقت کی حیثیت وہی ہے جو بدن کے لئے دل کی ہوتی ہے اگر دل صا
ہو تو بدن بھی صالح و صحیح ہوتا ہے' اگر دل فاسد ہو جائے تو بدن بھی فاسد ہو جاتا ہے' بادشاہ
اصلاح دراصل دنیا کی اصلاح ہے اور حاکم کا بگاڑ فسادِ جہاں کا باعث ہوتا ہے' اس مکتوب میں
ایک دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ اکبر بادشاہ سے پہلے کے مسلم ہندوستان میں چونکہ ہندو کو کھل کھیلنے
موقع نہیں دیا گیا اور وہ مسلمان حکمرانوں سے خوف زدہ ہی رہے ہیں اس لئے ان زمانوں میں
امن قائم رہا' مسلم حکمران ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت روا نہیں رکھتے تھے
اس لئے اقلیت ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں کو خونخوار ہندو اکثریت کوئی نقصان
پہنچا سکی' مسلمانوں نے لکم دینکم ولی دین (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا
دین) کے قرآنی اصول پر عمل کیا لیکن اکبر کے انحراف والحاد سے ہندو نے جب پر پرزے نکالے
تو ہندوستان کی فضا بہت مسموم ہوئی! مطلب یہ ہے کہ ہندو کو جب بھی موقع ملے گا وہ فساد سے باز
نہیں آئے گا اور کوئی بھی سکھ چین سے نہیں رہ سکے گا ہندو ہمیشہ سے ایسا ہی تھا اور ایسا ہی رہے

Marfat.com

جیسا کہ اس نے اکبری عہد میں کیا (اور ساٹھ سال سے خونخوار اکثریت کی حکمرانی میں کوئی اقلیت بھی بھارت میں محفوظ نہیں ہے' مسلمانوں پر تو ان کا ''ہموطن ہندو'' خصوصی مہربانیاں'' فرما رہا ہے حضرت مجدد کے الفاظ ہیں:

''ودر قرن ماضی کفار برملا بطریق استیلاء اجرائے احکام کفر در دار اسلام میکروند و مسلماناں از اظہار احکام اسلام عاجز بودند واگر می کردند بقتل می رسیدند یعنی گزشتہ صدی کے دوران میں کفار (ہندو اکثریت) کی وجہ سے مسلمان دارالاسلام میں اول تو احکام اسلام پر عمل کر ہی نہیں سکتے تھے اور اگر کرتے بھی تو قتل کر دیئے جاتے تھے!!''

حضرت مجدد نے اس وقت کے معروضی حالات پر بھی گہری نظر رکھی ہوئی تھی' انہیں یہ معلوم تھا کہ شہزادہ سلیم کی تعلیم و تربیت راسخ العقیدہ سنی اساتذہ نے کی تھی اور انہیں یہ اندازہ بھی تھا کہ اکبر کے بعد جہانگیر اپنے باپ کی خرافیات و کفریات کو مسترد کر سکتا ہے' ضرورت صرف یہ ہوگی کہ اہل اسلام اس کی تخت نشینی پر خوشیاں منائیں اور اسے اپنے تعاون و تائید کا یقین دلائیں (بشارت جلوس بادشاہ اسلام بگوش خاص و عام رسیدہ' اہل اسلام برخود لازم دانستند کہ ممد و معاون بادشاہ باشند و بر ترویج شریعت و تقویت ملت دلالت نمایند یعنی بادشاہ اسلام جہانگیر کی خوشخبری ہر خاص و عام نے سن لی ہے اور مسلمانوں نے اپنے لئے یہ ضروری سمجھا کہ بادشاہ کے لئے ممد و معاون بن جائیں اور اسے ترویج شریعت اور اسلام کو تقویت دینے کے طریقہ سمجھائیں!!''

لیکن امام ربانی اس مکتوب میں جس حقیقت پر اہل اسلام کو متنبہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کو سنوارنے اور بگاڑنے والے اہل دانش ہیں' علمائے حق کتاب و سنت اور اجماع کی مدد سے نور ہدایت اور راہ دکھانے کا کام کرتے ہیں اور یہ وہ علماء ہوتے ہیں جن میں خوف خدا اور حساب و کتاب پر جن کا ایمان ہوتا ہے' لیکن اس کے برعکس جن علماء سوء کا مطمع نظر دنیاوی اور مادی فوائد ہوتے ہیں ان کی صحبت زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے اور ان کا فساد اور بگاڑ بھی متعدی ہوتا ہے'

Marfat.com

ان افراد کا رویہ معاشرہ میں ایک سے دوسرے کو متاثر کرتا ہے' ان علماء سوء کی صحیح تصویر یہ شعر ہے:

عالم کے کامرانی وتن پروری کند
اوخویش گم است کرا رہبری کند!

یعنی وہ عالم کہ جو خود غرض اور تن پرور ہوتا ہے
وہ تو خود گمراہ ہے دوسروں کی کیا رہبری کرے گا!

معلومات ومعارف کے بحر زخار مکتوبات مجددیہ کی شناوری کرنا چاہیں تو دو قومی نظریہ کے حوالے سے بڑی قیمتی اور نہایت مفید ہدایات ومعلومات میسر آتی ہیں اور اس مختصر سے باب میں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے لیکن ان سب کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ:

(1) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا اصلاحی اقدام اور تجدیدی کارنامہ تاریخی ہی نہیں بلکہ تاریخ ساز بھی ہے' فیصلہ کن گھڑی میں یہ فیصلہ کن قدم اپنا کامیاب' مؤثر اور دور رس کردار ادا کر گیا اور ایسے روشن اور زندہ جاوید نقوش ثبت کر گیا جو نہ کسی کے چھپائے چھپ سکتے ہیں اور نہ مٹائے مٹ سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں شاعر اسلام حکیم مشرق حضرت علامہ محمد اقبال پر جنہوں نے اس حقیقت کا ادراک کیا اور اس مجموعی تاثر کو الفاظ کی زبان عطا کر کے برعظیم کی ملت اسلامیہ کو حضرت مجدد کے مقام بلند سے آگاہ کر دیا اور ان کا احسان مند ہونا ہم سب پر واجب ٹھہرا دیا ہے کہ:

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار!

(2) اکبر کا الحاد وزندقہ اور آخر کار ہندو دھرم کی دلدل میں پھنس جانا سراسر سیاسی اور دنیا کے مادی فوائد کے لئے تھا' علماء کے خشک مناظرے اور اختلافات اور پھر علماء سوء کی فتنہ پروری اور شرانگیزی سے اکبر جیسے ذہین وحساس مگر انتہائی جاہل اور دین سے بے خبر مغل حکمران کو یہ یقین

Marfat.com

ہوگیا تھا کہ مذہب ایک ڈھکوسلا ہے اس لئے وہ خود بھی ایک ڈھکوسلا گھڑ کے نہ صرف بانیانِ مذاہب کی صف میں آن کھڑا ہوگا بلکہ وہ متحدہ قومیت' ایک زبان اور ایک ہی ثقافت سے ایک عظیم الشان مغل سلطنت کا بانی بھی قرار دیا جائے گا' ہندو راجپوت اس کے سالے بن چکے ہیں اور ہندو اکثریت اس کی گرویدہ ہوچکی ہے اس لئے وہ اپنے خودساختہ ڈھکوسلے اور معجون ضلالت (دین الٰہی) میں ہر وہ بات شامل کرتا گیا جو چالاک برہمن اپنے چکنے چپڑے انداز بیان میں پیش کرتے گئے' اس طرح دین الٰہی دراصل ہندو دھرم کی ایک نئی نویلی تازہ شکل تھی' نقطی تحریک کے شیاطین اور ناگوری گروہ کے مفسدین کی طرف سے دین اسلام کا استہزاء و تمسخر ''سونے پر سہاگہ'' تھا جو دربار اکبری کا امتیازی نشان بن گیا تھا' اکبر بادشاہ شاد و مسرور تھا کہ وہ اپنے سیاسی اور مذہبی مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے مگر حقیقت میں یہ سب کچھ ہندو برہمن کے لئے تسلی و اطمینان کا سامان تھا کہ بادشاہ نے ہندو دھرم' ہندو رواج اور ہندو ثقافت اپنالی ہے اس کی اولاد و احفاد ہندو دھرم میں رنگ جائیں گے' درباری امراء و اساطین ''مسلمانان ہندو مزاج'' بن چکے ہیں جن کی نسل چالاک برہمنوں کے سایہ میں پل کر جوان ہوگی' رہے عامۃ المسلمین تو وہ عوام کالانعام ہیں اور ''الناس علی دین ملوکہم'' (لوگ تو اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں) کے ارشاد کے مطابق مندروں میں جانے' کالی کے چرنوں میں ''سیس نوانے'' اور ہندو کے ساتھ یک جان اور دو قالب کا منظر پیش کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے' اس سب کچھ کی قیمت پر ''ایک ہندو مغلیہ خاندان شاہی'' کوئی برا سودا یا زیادہ ناگوار بات نہیں ہوگی لہذا اکبر کی شادمانی اور برہمن کا اطمینان دیکھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتا تھا بقول لسان العصر اکبر الٰہ آبادی:

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمہ پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی!!

ناگوری گروہ مفسدین نے اکبر کے الحاد و زندقہ کو تقویت دینے کے لئے جو جتن کئے ان میں وہ محضر

Marfat.com

نامہ ایک اہم دستاویز ہے جس پر وقت کے علماء سوء نے دستخط کر کے اکبر کو ''اجتہاد مطلق'' کے منصب پر فائز کیا تھا اس نام نہاد محضر نامہ کے متعلق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی رائے بھی بڑی وقیع ہے اور سننے سے تعلق رکھتی ہے(5)''

''اس (محضر نامے) میں ایک ایسے جواں سال بادشاہ کو مجتہد سے (بھی) اونچا درجہ دیا گیا ہے' اس کو مجتہدین کے اختلافی مسائل میں ترجیح وانتخاب کا حق عطا کیا گیا ہے اور اس کو اعدل واعقل و اعلم باللہ مانا گیا ہے جو نا خواندہ محض ہے! جس کی طبیعت میں پہلے سے بے قیدی اور حد سے بڑھی ہوئی آزادی ہے جس کا علمائے اسلام اور شارحین دین وشریعت پر سے اعتقاد واعتماد اٹھ چکا ہے اور اپنے گھر اور دربار کے ہندوانہ ماحول سے بشدت متاثر اور تیزی کے ساتھ ہندوانہ خیالات' رسوم اور عادات کے اختیار کرنے کی طرف مائل ہے' جو مطلق العنان سلطنت اور کامل اختیارات کا مالک ہے' اس کا فائدہ صرف اہل ہوا وہوس کو یا ان درباری علماء کو پہنچتا تھا جو بادشاہ کے نام سے اور اس کے احکام وفرامین کے پردہ میں آزادی و بے قیدی کی فضا پیدا کرنا چاہتے تھے' شریعت اسلامی کو بازیچہ اطفال بنانا چاہتے تھے یا اپنے پرانے دشمنوں یا حریفوں سے انتقام لینے کے خواب دیکھ رہے تھے''

ہمارے ہندو مزاج مسلمان اور ہندو نواز دانشور مغربی مفکرین و مستشرقین کی بات غور سے سنتے اور اسے بڑا وزن دیتے ہیں' مغل سلاطین میں سے جلال الدین اکبر بادشاہ نہ صرف ہندو دانشوروں کا محبوب کردار ہے بلکہ مغرب کے اہل فکر ودانش کو بھی وہ بہت پسند اور مرغوب ہے' مغرب کا ایک معتبر نام مسٹر گیرٹ (Garret) ہیں جو عربی واسلامی علوم سے گہرا لگاؤ رکھنے والے مستشرق ہیں' ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کی تاریخ ان کا خاص موضوع رہا ہے وہ اپنی مشہور کتاب تاریخ میں یوں رقمطراز ہیں(6):

"The study of Arabic was dicouraged. The Practice

Marfat.com

of shaving the beard was introducted. The Muslim Era was changed for a solar year. The custom of prostration before the king was also introduced to the disgust of the orthodox Muslims. No new mosques were built and the old ones were not repaired. Akbar's mode of life on the whole ceased to be that of a Muslim and constantly approachable to the Hindu idea of Dharma as modified by himself."

الغرض بادشاہ کے حکم سے نماز' روزہ اور دیگر شعائر اسلام کو اندھی تقلید اور عقل کے خلاف بیہودہ اعمال قرار دے دیا گیا' ناگوری گروہ مفسدین کے ابوالفضل کی نگرانی میں شاہی محل کے اندر ایک آتش خانہ تیار کیا گیا جہاں آتش پرستی ہوتی تھی' نصاریٰ کی عبادت گاہوں میں بجائے جانے والے ناقوس یا گھنٹہ اور عقیدہ تثلیث کی اکبر کی زبانی تعریف ہوتی تھی' بڑی خوشی سے ہندو دیوتاؤں برہما' مہادیو' بشن اور کشن وغیرہ کی تعظیم کی جاتی تھی' دن میں چار مرتبہ سورج کی عبادت کی جاتی' سورج کے ایک ہزار ایک ناموں کا ورد کیا جاتا' بادشاہ کو قشقہ یعنی تلک لگانا بہت پسند تھا' آگ' پانی' درخت' پہاڑ اور دیگر مظاہر فطرت کی پوجا کی جاتی' اکبر بصد خوشی گئو ماتا کی پرستش کرتا' اس کا پیشاب پیتا اور گوبر کھاتا تھا!! اس کا یہ عقیدہ تھا کہ خنزیر کے اندر خدا ہوتا ہے اس لئے ایک خنزیر چوبیس گھنٹے شاہی محل کے سامنے نظر میں رہتا تھا' گائے کا گوشت حرام اور خنزیر کا گوشت حلال قرار پایا' جواء' شراب اور سود خوری جائز قرار پائی' علامہ بدایونی کے بیان کے مطابق اکبر کے تاریخی ڈھکوسلے ''دین الٰہی'' کا کلمہ تھا: لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ جو غالباً ناگوری گروہ مفسدین کی

Marfat.com

ایجاد تھی' اس ڈھکوسلے میں داخل ہونے والا یہ کلمہ پڑھتا تھا اور ساتھ ہی یہ اقرار نامہ پر کرتا تھا کہ

''میں فلاں ولد فلاں اپنی خواہش اور دلی رغبت سے اپنے باپ دادا کا روایتی مذہب اسلام ترک کرتا ہوں اور اکبر بادشاہ کے دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں (7)''

(3) حضرت امام ربانی نے یہ محسوس کیا کہ ہندو برہمن جس مذہب کا علمبردار ہے وہ محض غیر مسلم اکثریت کا معمولی مذہب نہیں جس کے ساتھ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی طرح اسلام کا گذارہ ہوسکتا ہے بلکہ ہندو برہمن جس تعصب اور نفرت کے نشے میں دھت ہے وہ شدید ترین جارحانہ انداز رکھتا ہے جو دیگر مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کا تو قائل ہی نہیں' اسلام اور مسلمان تو اس کے لئے ناقابل برداشت ہے اس لئے مسلمانوں سے ان کا مذہب چھڑائے یا انہیں تہ تیغ کئے بغیر گذارا ممکن نہیں ہے ہندو برہمن کی اس جارحانہ روش کو حضرت مجدد نے دریافت کیا اور اسی جارحانہ روش کو قائد اعظم محمد علی جناح نے ''خونخوار اکثریت'' کا نام دیا' ہزاروں سال سے اچھوتوں کے ساتھ مسلسل بدسلوکی' طبقاتی تقسیم پر ایمان اور دوسرے مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی سے انکار اور مذہب تبدیل کرنے کے لئے جبر و اکراہ پر یقین دراصل ہندومت کی موت کے پروانے ہیں' وقت آنے پر انجام بد کے یہی وسائل ہوں گے!!

اکبری عہد کی خونخوار ہندو اکثریت کی چیرہ دستیوں اور مظالم کی دو لفظی تصویر پیش کرتے ہوئے حضرت مجدد فرماتے ہیں (8):

کفار ہند بے تحاشا ہدم مساجد می نمایند و آنجا تعمیر معبد ہائے خود می سازند و نیز کفار برملا مراسم کفر بجا می آرند و مسلماناں در اجرائے اکثر احکام اسلام عاجز اند یعنی ہندوستان کے کافر ہندو بے تحاشا مسلمانوں کی مسجدیں گراتے ہیں اور ان کی جگہ اپنے مندر بناتے ہیں' اسی طرح یہ کفار علانیہ کفر کی رسوم بجالاتے ہیں لیکن مسلمان اکثر اپنے دین اسلام کے احکام بجالانے سے عاجز ہیں!''

تو یہ ایودھیا میں بابری مسجد کا گرایا جانا خونخوار ہندو اکثریت کا پرانا کرتب ہے' نیز اس سے یہ بھی

Marfat.com

واضح ہوتا ہے کہ اکبر کے دادا ظہیر الدین بابر نے ایودھیا میں رام مندر گرا کر کوئی مسجد بنائی ہوتی تو اپنے محبوب مہابلی کے عہد زرین میں اس وقت کے وہ ہندو برہمن ضرور شور مچاتے اور اکبر اپنے ہاتھ سے اس مسجد کو گرا کر ''نروان'' حاصل کر لیتا مگر اکبری عہد کی تاریخ میں اس مندر اور مسجد کا کسی قسم کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس زمانے میں اس ہندو مسلم تنازع کا وجود ہی نہ تھا' یہ تو انگریز کے سایہ میں اپنا رعب جمانے اور پھر اپنے عہد حکومت یعنی ہندو بھارت میں مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے خونخوار ہندو اکثریت کا ڈھکوسلا ہے جس کے بل بوتے پر ایل کے ایڈوانی اور واجپائی صاحب نے ہندو ووٹ حاصل کیا تھا!

اس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے ہندو برہمن کا جارحانہ رویہ دریافت کیا اور آنے والی مسلمان نسلوں کو ہندو کی اس نیچر اور خاصیت کو پیش نظر رکھنے کی تلقین فرمائی اور تاکید کی کہ چالاک مگر خونخوار برہمن کے مذہب ہندومت کو فقط ایک غیر مسلم مذہب سمجھ کر نہ بیٹھ جانا بلکہ اس کی جارحانہ روش کو اس کی فطرت جانتے ہوئے اس سے ہوشیار رہنا کیونکہ ہندو برہمن کے منہ تو بدھ مت اور جین مت کا خون لگا ہوا ہے' چنانچہ مولانا حالی نے ہندو مذہب و تہذیب کو اکّال الامم یعنی امتوں کو نگل جانے والا کہا اور پھر قائداعظم نے اسے خونخوار اکثریت کے رنگ میں دیکھا لیکن چانکیا کا یہ چیلا بدترین ہموطن' بدترین پڑوسی اور بدترین حاکم مقتدر ہے کیونکہ عربی کی ایک ضرب المثل ہے کہ اخطر الناس الجبان المکیر اذا قدر (سب سے زیادہ خطرناک وہ بزدل و مکار انسان ہوتا ہے جب اسے حاکمانہ اقتدار مل جاتا ہے)! قیام امن اچھی بات ہے کیونکہ اسلام بنیادی طور پر امن وسلامتی اور رحمت وشفقت کا دین ہے اس لئے اسے قرآن کریم کا حکم ہے (9) کہ اگر دشمن امن وسلامتی اور صلح وآشتی کی طرف مائل ہو تو آپ بھی اسے اپنا لیجئے اور صلح وامن کے لئے ہر وقت آمادہ رہئے مگر بزدل مکار اور دغاباز دشمن پر بھروسہ نہ کیجئے بلکہ بھروسہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیجئے!

Marfat.com

(4) امام ربانی مجدد الف ثانی کا چوتھا اقدام کمال یہ تھا کہ اکبر کے عہد میں شاہی محل ہندو رانیوں اور راجپوت نوجوانوں سے بھرا ہوا تھا' اس وقت دنیا کی عظیم ترین مغلیہ سلطنت کی فوجی طاقت کے ساتھ ساتھ مالی اور انتظامی قوت بھی ہندو راجپوتوں کے قبضہ میں تھی' بھگوان داس اور مان سنگھ اکبری سلطنت کے کرتا دھرتا تھے' مسلمان امراء یا تو ایک طرف کر کے بے دخل کر دیئے گئے تھے اور یا پھر ہندو مزاج مسلمان بن گئے تھے جو نئے نئے سدھائے گئے تھے اور عورت و شراب کے دھندوں کی دلدل میں پھنس چکے تھے ایسے میں اکبر کا کانٹا نکال کر مغل تخت و تاج کو ہندو تخت و تاج میں تبدیل کرنا برہمن کے لئے محض بائیں ہاتھ کا کھیل معلوم ہوتا تھا' ہندوستان اس لمحے ہندو انقلاب کے دہانے پر کھڑا تھا مگر ہندو برہمن شاید اس وقت تیموری خاندان کو ہندو بنا کر "ایک ہندو مغلیہ سلطنت کے نشے میں دھت' مستقبل کے خواب دیکھ رہا تھا' اسے یہ توقع ہی نہیں یقین تھا کہ ہندو رانی جودا بائی کا لخت جگر شہزادہ سلیم جہانگیر اپنے ماموں راجپوتوں کے کہنے میں ہوگا اور کام آسانی سے نکل آئے گا!

بہرحال اس موقع پر ذرا سی غلطی بھی قیامت ڈھا سکتی تھی' حکومت پر مسلمانوں کو بحال کر کے بااختیار بنانا اور ہندو راجپوتوں کو کاروبار حکومت سے بے دخل کرنا اس وقت دیوانے کا خواب معلوم ہوتا تھا لیکن شیخ سرہند نے قرآنی دعوت حق کی حکمتوں پر عمل کیا' اکبری عہد میں اگر ہندو کے کان میں احیائے اسلام کی بھنک بھی پڑ جاتی تو صورتحال کو سنبھالنا کسی کے بس میں نہ رہتا جہاں حضرت مجدد کے اپنے الفاظ میں اسلام کی اجنبیت و غربت اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا رنگ یہ تھا کہ (10)

"تقریباً ایک صدی سے اسلام پر غربت و اجنبیت چھا گئی ہے کہ کفار اسلامی علاقوں میں بھی کفر کے احکام جاری کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسلامی احکام پورے طور پر ختم کر دیئے جائیں حتیٰ کہ اسلام اور مسلمان کا نام تک بھی باقی نہ رہے' اگر کوئی مسلمان

Marfat.com

اسلامی شعائر کا مظاہرہ کرتا تو اسے قتل کرادیا جاتا تھا!''

عظیم مسلمان دانشور اور افکار مجدد کے ممتاز محقق ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اکبری عہد کے نامور مؤرخ ملاں عبدالقادر بدایونی کے حوالے سے اکبر کی سیاسی اور مذہبی پالیسی کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں (12):

''مغل بادشاہ اکبر کی حکمت عملی جس پر وہ اپنے دور حکومت میں ہمیشہ عامل رہا دراصل بعض پہلوؤں سے ان کے جذبات بہت مشتعل ہوگئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ ہندوستان میں اسلام ختم ہوگیا' ایک ہم عصر مؤرخ اور جوشیلا مسلمان ملا عبدالقادر بدایونی اکبر کے عہد حکومت کے خلاف اس طرح بیان کرتا ہے کہ اس سے وہ بے چینی اور اضطراب جس میں مذہبی مسلمان ان دنوں مبتلا تھے پوری طرح نمایاں ہوجاتے ہیں' ملا عبدالقادر بدایونی کی رائے ہے کہ بادشاہ اپنی ہندو رعایا کو خوش کرنا چاہتا تھا' اس لے اس نے اسلام سے اپنا منہ موڑ لیا تھا''

ہندو برہمن آنے والے کسی بھی لمحے ''ہندو انقلاب'' برپا کرنے کی سوچ ضرور رکھتے تھے' ہندو مغلیہ سلطنت یا رام راج برہمن کا منتہائے نظر تھا' اس ضمن میں علامہ آبادشاہ پوری کی اس رائے سے اتفاق کئے بغیر چارہ نہیں کہ چالاک اور سنگدل برہمن علمائے اسلام کے درپے تھا اور وہی 'ہندو انقلاب'' کی راہ کا روڑہ ثابت ہوسکتے تھے اس لئے انہیں ستانا' پریشان کرنا اور دبا کر قابو میں رکھنا برہمن مہاراج کی حکمت عملی تھی (13):

''علماء کی قوت توڑنے کے لئے انہیں دور دراز کے علاقوں میں منتشر کرادیا گیا تھا جن مشائخ' علماء' فقراء اور مرشدوں کے متعلق خبر ملتی کہ وہ عوام کی توجہ اور عقیدت کا مرکز بنے ہوئے ہیں' انہیں مختلف قلعوں میں نظر بند کردیا جاتا جہاں وہ مدتوں مصائب و شدائد جھیلتے رہتے' عوام میں ان کا وقار اور احترام زائل کرنے کے لئے ان پر گوناگوں اخلاقی الزامات عائد کئے جاتے' قاضی جلال الدین ملتانی بھی انہی بزرگوں میں سے ایک تھے' حق پرست و حق گو تھے' اکبر کی بے دینی کا

Marfat.com

بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا' (اس کے علاوہ) سلطنت کے دور دراز گوشوں سے علمائے حق دربار میں بلوائے جاتے اور انہیں غیر شرعی مراسم بجالانے اور مسکرات (نشہ آور اشیاء) پینے پر مجبور کیا جاتا' اگر وہ انکار کرتے تو ملک سے اخراج کا حکم صادر کر دیا جاتا تھا''

گویا اپنے تئیں برہمن ہندو انقلاب کے لئے رستہ صاف کرنے میں لگے ہوئے تھے جو کسی بھی وقت کسی بھی رنگ میں برپا کیا جا سکتا تھا' ایسے میں شیخ سرہند کی طرف سے احیائے اسلام کا ہلکا سا اشارہ بھی نہ صرف حالات کو بگاڑ سکتا تھا بلکہ خود شیخ کے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا' خصوصاً اس لئے بھی کہ قیام آگرہ کے زمانے میں ناگوری گروہ مفسدین کے سرغنوں نے امام غزالی کی شان میں گستاخی پر شیخ کا شدید ردعمل دیکھ لیا تھا اور انہوں نے حضرت مجدد کو کل کا خطرہ تصور کر لیا ہوگا مگر قدرت کا بھی اپنا ایک نظام ہے' ان کے والد گرامی انہیں شاہی دربار سے دور دیار سرہند لے آئے تھے تاکہ ''نشہ درویشی'' میں خاموشی کے ساتھ خود کو کل کے لئے تیار کر لیں اور جب عمل کی پختگی میسر آ جائے تو میدان میں نکل آئیں' بقول اقبال (14):

با نشہ درویشی در سازود مادم زن　　چو پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

والد گرامی کی معیت میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ ناگوری گروہ مفسدین کے شر اور صحبت بد سے بھی بچ کر نکل آئے اور سرہند پہنچنے سے پہلے نکاح مسنون اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت کے اعلیٰ مراحل سے گذرے' اس کے ساتھ ہی آپ نے اصلاح احوال کے لئے منصوبہ بندی بھی کی اور اس یقین پر پہنچے کہ اس مہتم بالشان مگر نازک و پرخطر کام کے لئے دار ارقم اور صفہ' مسجد نبوی کی طرح سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی ہی کامیابی کی ضمانت ہے' ہمہ پہلو' ہمہ گیر اور ہمہ جہت تحریک انقلاب کے لئے تربیت یافتہ کارکن درکار ہوتے ہیں! چنانچہ تعلیم و تدریس اور تزکیہ نفوس کے ساتھ ساتھ بیعت و ارشاد کے ذریعہ تربیت یافتہ علماء و مبلغین کی خاص تعداد اندرون ملک اور

Marfat.com

بیرون ملک پھیلا دی گئی جس نے خاموشی کے ساتھ اکبری الحاد وزندقہ کے طوفان کا رخ موڑنے کے لئے دن رات نہایت جفاکشی اور جانفشانی مگر بے حد احتیاط سے کام شروع کر دیا' اکبر کے آخری ایام ہی میں مسلمانوں میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہو گئی تھی جس سے عوام وخواص کے ذہن تبدیل ہونے لگے تھے اور مغلوں کے شاہی دربار سے وابستہ امراء اور علماء کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ الحاد کے اس طوفان کا رخ نہ موڑا گیا تو یہ سب کچھ ہی خس وخاشاک کی طرح بہا لے جائے گا! ہندو برہمن اپنے ہندونواز اور ہندو مزاج مسلمانوں کے ذریعہ برعظیم کی ملت اسلامیہ کو بھی بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتار کر اکھنڈ بھارت اور رام راج کے خواب دیکھ رہا تھا' راجپوت ہندو عورتیں شاہی محل پر چھائی ہوئی تھیں جبکہ اردوئے معلّٰی (مغل فوج) کی سپہ سالاری کے علاوہ انتظام و انصرام سلطنت پر بھی مان سنگھ اور بھگوان داس اور دیگر نوجوان راجپوت قابض تھے! اسلامی ہند کی تاریخ ایک بڑے ہی نازک اور خطرناک موڑ پر پہنچی ہوئی تھی' اگر تحریک مجددی کی سد سکندری اکبری الحاد کا رستہ نہ روکتی تو تاریخ یہ موڑ کسی وقت بھی خطرناک رخ پر مڑ سکتی تھی!

لیکن تحریک مجددی کا انداز اور رنگ ڈھنگ بالکل مکی عہد نبوی میں اسلامی تحریک والا تھا یہ تحریک دبے پاؤں مگر حیرت انگیز تیزی کے ساتھ آگے بڑھی کہ شیاطین ومفسدین سوتے رہ گئے اور انہیں کانوں کان خبر تک نہ ہوئی! جن انقلابی تحریکوں کے رہنما شور زیادہ مچاتے ہیں مگر کام نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے وہ اکثر ناکامی سے دوچار ہوتی ہیں' ہمہ گیر تبدیلی اور ہمہ جہت انقلاب کے لئے جو تحریک چپ چاپ اٹھتی' دبے پاؤں آگے بڑھتی اور حکیمانہ انداز سے کام لیتی ہے اس کا قافلہ چپ چاپ گذر کر منزل پر جا پہنچتا ہے جبکہ سگانِ رہزن بھونکتے ہی رہ جاتے ہیں!

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے دیندار عمائدین سلطنت اور اسلام کا درد رکھنے والے امراء کو بڑے نرم الفاظ میں مگر گرم معانی سے لبریز خطوط لکھے اور اخیر عہد اکبری میں ہی اپنے مخلص بہی خواہ حکام وامراء کے ذریعہ خاموش انقلاب کے لئے راہ ہموار کر دی تھی' صدر جہاں' خان

Marfat.com

جہاں اور فرید بخاری جیسے مخلص اور ہمدرد مسلمان امراء کو مکتوبات کے ذریعہ آگاہ کیا اور خدمت دین کے لئے مائل کیا' ان کوششوں کے فوری نتائج سامنے آئے' بڑی خاموشی کے ساتھ حکومت کی مشینری میں اہم تبدیلیاں عمل میں آئیں اور بہت سے صوبائی گورنر دین الٰہی کے ڈھکوسلے سے بیزار تھے اور مجددی تحریک سے گہری ہمدردی رکھتے تھے' حتیٰ کہ جہانگیر کے ابتدائی دور میں "راجپوت ماموں" اپنے جہانگیر بھانجے سے اچھے سلوک بلکہ ہندو نوازی کی توقعات لئے بیٹھے تھے مگر حالات نے پلٹا کھایا اور ہندو برہمن کی امیدوں پر پانی پھر گیا' حضرت مجدد نے اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی عقیدت و محبت رکھنے والے امراء اور عمائدین سلطنت کو ان بدلے ہوئے حالات سے فوری فائدہ اٹھانے کی تلقین فرمائی' صدر جہاں جو جہانگیر کے اتالیق' معتمد خاص اور منصب چار ہزاری پر فائز تھے کے نام اپنے مکتوب میں لکھا (15):

"اب جبکہ سلطنت میں انقلاب رونما ہو چکا ہے اور ہندوؤں کے عناد کی شدت میں بھی کمی آ چکی ہے' ائمہ اسلام' وزراء اور علماء پر لازم ہے کہ وہ اپنی توجہ احکام شریعت کی ترویج پر لگا دیں اور اولین فرصت میں اسلام کے ان ارکان کو قائم کریں جو عہد ماضی میں منہدم کر دیئے گئے تھے' ہم بے کس اس معاملہ میں تاخیر اور توقف سے سخت بے چین ہیں' بادشاہانِ اسلام ہی میں سنت نبویہ نہ ہو اور ان کے مقربین بھی اس سلسلے میں کچھ نہ کریں تو اسلام کے نام لیواؤں کے لئے کام کرنا بہت تنگ و تاریک ہو جائے گا"

بادشاہ جہانگیر کے عہد کے ایک اور صالح بزرگ اور مقرب شاہی خان جہاں کو ان کی ذمہ داری اور ان پر اللہ تعالیٰ کے انعام خاص کا احساس دلاتے ہوئے لکھتے ہیں (16):

"حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو جس امتیازی دولت عظمیٰ سے نواز رکھا ہے عام لوگوں کو اس سے آگاہی حاصل نہیں ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ آپ کو بھی اس کا احساس نہ ہو' بادشاہ وقت جس کی سات پشتیں مسلمان چلی آتی ہیں اور وہ حنفی عقیدہ بھی رکھتے ہیں مگر گزشتہ کچھ عرصہ سے جس قرب

Marfat.com

قیامت اور عہد نبوت سے دوری کا مسلمانوں کو سامنا ہے وہ یہ ہے کہ بعض علمائے سوء نے اپنے خبث باطن اور ذلت آمیز خوشامدوں کے طفیل دربار شاہی سے قربت حاصل کر لی تھی' انہوں نے دین مبین میں کچھ شکوک وشبہات پیدا کر دیئے اور سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہی میں ڈال دیا تھا لیکن اب یہ بادشاہ آپ کی بات سنتا اور مانتا ہے تو یہ آپ کے لئے ایک اچھا موقع اور بہت بڑا فضل ربی ہے' اگر آپ حسب موقع بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے رہیں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق اسلامی تعلیمات اس کے گوش گذار کرتے رہیں اور اہل حق کے معاملات اس تک پہنچاتے رہیں بلکہ ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہیں اور دین کی باتیں اسے بتاتے رہیں تو اسلام کی حقانیت بھی واضح ہوگی اور اغیار کی طرف سے جو خرابیاں پیدا کی گئی ہیں وہ بھی دور ہوتی چلی جائیں گی اور بد باطن خوشامدیوں کا جھوٹ بھی کھل کر سامنے آتا جائے گا''

ان اعیان سلطنت سے مخاطب ہونے کے لئے حضرت مجدد نے جو پر حکمت انداز اختیار کیا اور مؤثر طریقے سے انہیں ذمہ داری کا جو احساس دلایا اس کے اثرات ونتائج بہت جلد سامنے آ گئے اور قدرت ربانی سے بادشاہ نے بزعم خویش اور شاید برہمن کی خفیہ چالیں بھی اس میں شامل ہوں' جو کام اپنی مرضی سے اپنے مفاد کے لئے کئے تھے وہی اس کے خلاف اور دین اسلام کے حق میں بہتر ثابت ہوئے چنانچہ ایک فاضل محقق سردار علی احمد خان قادری کی اس رائے سے اتفاق کئے بغیر چارا نہیں ''جہانگیر نے حکومت کے بڑے بڑے اراکین کو آپ کے قید کئے جانے سے پہلے ہی مختلف علاقوں کے گورنر بنا کر ادھر ادھر بھیج دیا تھا' مصلحت اس کے (پاس اس کے بدخواہوں کے) نزدیک یہ تھی کہ آپ کے (یعنی حضرت مجدد کے) اوپر گرفت کرنے میں اسے آسانی رہے لیکن ان گورنروں کو آپ کی گرفتاری کا علم ہوا تو سب نے آپس میں ایکا کر لیا اور جہانگیر کے خلاف بغاوت کر دی! چنانچہ مہابت خان لودھی' مرتضٰی خان' تربیت خان' سید صدر جہاں' سلام خان' خان جہاں لودھی' حیات خان' دریا خان غرض کہ آپ کے (حضرت مجدد کے)

Marfat.com

تمام معتقدین جہانگیر کے مقابلے پر آ گئے (17)"

تو گویا یوں حضرت مجدد کی حکمت عملی اور تدبیر حکیمانہ سے ہندو انقلاب برپا کرنے کے لئے جو بغاوت عہد اکبر کے ہندو راجپوتوں نے کرنا تھی وہی پرامن انقلاب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت و تدبیر سے اسلام کے حق میں ہو گیا! ناگوری گروہ اور نقطوی تحریک کے مفسدین کی باقیات اور ہندو برہمن کی عیاریاں اور دسیسہ کاریاں دھری کی دھری رہ گئیں!!

(5) تحریک مجددی کے خاموش انقلاب اسلامی کا یہ پہلو تو قدرت ربانی کا اعجاز اور کرشمہ سازی معلوم ہوتی ہے کہ اکبر کی جس تیموری نسل کے ہاتھوں برہمن "ہندو مغلیہ سلطنت" کے قیام کے خواب دیکھ رہا تھا اور اکھنڈ بھارت اور رام راج کی آرزو پال رکھی تھی وہی تیموری شہزادے اسلام کے نقیب و علمبردار بن گئے! یہ تو اسلام کا وہی معجزہ ہے جس کا ظہور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجانے والے ہلاکو خان کے پوتے غازان خان کے قبول اسلام سے ہوا تھا اور جسے پی کے حتی (18) نے اسلام کی شاندار فتح (The dazling victory) قرار دیا ہے اور مصری ادیب و نقاد ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے قول کے مطابق قیام پاکستان بھی عصر حاضر میں اسلام کا زندہ معجزہ ہے' انگریز کے عناد و خبث باطن کے باوجود اور ہندو کانگریس کی منظم سازشوں اور کھلی بدخواہی کے باوجود بھی برعظیم تقسیم ہو گیا اور ولا بھائی پٹیل کے علانیہ زہر اگلنے کے باوجود کہ "پاکستان تو چار دن بھی نہیں چلے گا" پاکستان کو دولخت کروانے والی "کالی دیوی" اندرا گاندھی کے ایک ہزار سالہ غلامی کے انتقام کے باوجود بھی ایٹمی پاکستان اپنوں کی بے وفائی اور کمزوری کے باوجود زندہ و پائندہ ہے! اسی پاکستان کی خشت اول حضرت مجدد نے رکھی تھی جب آپ نے برہمن کی مسلم دشمنی اور جارحانہ نیچر کا انکشاف کر کے ہندو شناسی میں بھی سبقت حاصل کر لی' جب آپ نے اکبر کے الحاد اور متحدہ قومیت کے جنون کا پردہ چاک کرتے ہوئے بتایا کہ ہندو اکثریت کبھی بھی ایک اچھے ہموطن اور ایک اچھے ہمسایہ کے طور پر مسلمانوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کی بنیاد پر زندگی

Marfat.com

گزارنے کے لئے تیار نہیں ہوگی! گزشتہ ساٹھ سالوں میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے ہمسایہ کی حیثیت سے اور بھارت کی دیگر اقلیتوں --- سکھ اور عیسائی وغیرہ--- کی طرح سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کے ساتھ ہندو کے ''حسن سلوک'' سے واضح طور پر یہی کچھ ثابت ہے؟!

اس میں شک نہیں کہ اکبری الحاد و زندقہ اور متحدہ قومیت کی مجنونانہ (جو بیک وقت احمقانہ بھی تھی کیونکہ مان سنگھ اور بھگوان داس جیسے فرماں بردار و وفادار راجپوت ہندوؤں نے ''دین الٰہی'' اپنے ''مہابلی'' کے منہ پر دے مارا تھا اور یہ واضح کر دیا تھا کہ جس متحدہ قومیت کے لئے اکبر جنون میں مبتلا ہے وہ ہندو کے نزدیک صرف ہندومت پر ایمان رکھنے والی متحدہ قومیت ہے!!) کاوش وتحریک کے باوجود اکبر کے بیٹے جہانگیر اور اس کے پوتے شاہ جہاں نے وہ مندر گروادیئے تھے جو مسلمانوں کی مساجد گرا کر اور قبرستان ہموار کر کے بنائے گئے تھے (19)! اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کی تو بات ہی اور ہے! اکبر کی اسی اولاد و احفاد نے نہ صرف یہ کہ اپنے باپ دادا کے ڈھکوسلے دین الٰہی پر لعنت بھیجی بلکہ وہ تمام احکام اور اوامر منسوخ کر دیئے جو اس نے ہندو برہمن یا ناگوری گروہ مفسدین کے کہنے پر جاری کئے تھے' دور اکبری کے روح فرسا اور حوصلہ شکن احوال و وقائع کا جائزہ لینے کے بعد مولانا مناظر احسن گیلانی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی سعی مشکور اور برکات کا خلاصہ اور نچوڑ ان لفظوں میں پیش کرتے ہیں (20)

''مذکورہ بالا واقعات ہائلہ کے دیکھنے کے بعد اب اندازہ ہوسکتا ہے کہ مغل تخت پر اکبر کے نام سے جو بادشاہ پچاس سال تک بیٹھا رہا وہ کیا تھا اور پھر اچانک عہدِ جہانگیری میں دریا کا رخ بدلتا ہے تا آنکہ شاہجہان کے عہد تک پورا بدل جاتا ہے اور عالمگیری دور میں تو وہ اسی سمت میں فراٹے بھرنے لگتا ہے! صرف اتنی سی بات حضرت مجدد کے پہچاننے کے لئے کافی ہوسکتی ہے کہ جب یہ بتایا جائے کہ یہ جو کچھ ہوا حق تعالیٰ نے اس کا ذریعہ حضرت مجدد کی ہستی گرامی کو بنایا''

جناب سردار علی احمد خاں قادری حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تحریک تجدید اور اصلاحی

Marfat.com

کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور انہیں برعظیم کی ملت اسلامیہ کا بجا طور پر محسن عظیم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں (21):

''حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی عالم اسلام کی عموماً اور برصغیر کی خصوصاً عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے احیائے اسلام کا عظیم فریضہ سرانجام دیا' آپ کا کارنامہ ناقابل فراموش ہے اور ان کا ملت اسلامیہ پر اتنا بڑا احسان ہے جس کا اندازہ لفظوں میں نہیں لگایا جاسکتا' حقیقت یہ ہے کہ اگر مجدد الف ثانی جیسی شخصیت ہندوستان میں پیدا نہ ہوتی تو شاید آج ہندوستان کا نقشہ مختلف ہوتا کیونکہ ہندو جس انداز سے (متحدہ) قومیت کی تحریک چلائے ہوئے تھے اور ہندوستان میں ہندومت کو سرکاری سطح پر جس طرح سرپرستی حاصل ہو رہی تھی اس کی وجہ سے مسلمانوں کا مستقبل دن بدن غیر یقینی ہوتا جارہا تھا' ان حالات میں مجدد الف ثانی ایک تحریک لیکر اٹھے جس کا مقصد ہندوستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ تھا' وہ ان اسلامی اقدار کی بحالی کے خواہاں تھے جنہیں ایک منظم سازش کے تحت ختم کیا جارہا تھا' ہندومت کی رسوم کو اس قدر تیزی سے پھیلایا جارہا تھا کہ مسلمانوں کا جداگانہ تشخص ختم ہو رہا تھا اور اگر اسی رفتار سے سرکاری سرپرستی میں ہندو دھرم کی ترویج جاری رہتی تو مسلمان اپنی جداگانہ حیثیت کھو بیٹھتے اور برعظیم میں ''دوقومی نظریہ'' بھی پروان نہ چڑھتا' اس لحاظ سے حضرت شیخ سرہندی دوقومی نظریہ کے (حقیقی بانی اور) پرجوش حامی نظر آتے ہیں جن کی علمی تحریک کا مطمع نظر یہی تھا کہ ہر لحاظ سے مسلمان (ہندو سے) ایک علیحدہ قوم ہیں (اسلام رواداری اور احترام مذاہب کے ساتھ ساتھ آزادی عقیدہ کا علمبردار ہے جبکہ ہندومت طبقاتی تقسیم میں جکڑا ہوا ڈھانچہ ہے جو پرامن بقائے باہمی کے بجائے عدم رواداری سے دیگر مذاہب کو برداشت کرنے کا قائل ہی نہیں اور سب سے وہی سلوک کرنے کا آرزومند ہے جو سلوک وہ پہلے بدھ مت اور جین مت سے کر چکا ہے اس لئے ہندو اور مسلمان) کا جداگانہ تشخص ہے (اس لئے مسلمان) ہر طرح سے ہندو سے جدا ہیں' ہندومت اور اسلام کا اتحاد بالکل

Marfat.com

ناممکنات میں سے ہے"

متحدہ قومیت کے لئے جو اساس درکار ہے اور جو مُقَوّمات ولوازمات ہیں وہ ہندومت اور اسلام کے سلسلے میں قطعی طور پر مفقود ہیں' غلط فہمی یا رواداری میں مسلمان تو اپنے بھولے پن اور جہالت کے باعث بعض ہندو رسومات کو اپناتے رہے ہیں مگر ہندو نے آج تک کبھی بھی کوئی اسلامی رسم بھولے سے بھی نہیں اپنائی! لیکن درحقیقت موجودہ ہندو دھرم اور اسلام میں کوئی بات مشترک ہے ہی نہیں سوائے مشترک زمین کے! اسے ہم جغرافیائی اتحاد کہہ سکتے ہیں' مگر یہ جغرافیائی اتحاد تو اب تمام حدود کو پھلانگ چکا ہے اور کرۂ زمین کے ایک بستی بن جانے کے بعد تو تمام اقوام یعنی پوری انسانیت کا ایک ہی جغرافیہ بن چکا ہے! اس عالمی جغرافیائی وحدت کا تقاضا یہ ہے کہ اقوام عالم اب اسلام کے اس نقطۂ نظر کو بھی قبول کرلیں کہ پوری انسانیت ایک کنبہ ہے جو ایک ہی بستی میں آباد ہے' چونکہ سب کو خالق کُل نے ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا فرمایا ہے اس لئے سب برابر ہیں' رنگ ونسل کی برتری کے جھگڑے باطل ہیں! ہاں جو سب سے زیادہ انسانوں کی خدمت کرے اور اپنے رب کا حق ادا کرے وہی متقی ہے' وہی افضل بھی ہے اور سب کے احترام کا مستحق بھی! مگر دنیا میں صرف دو قومیں یا دو مذہب ایسے ہیں جو حقوق وفرائض کی اس مساوات کو نہیں مانتیں' ایک خود کو اللہ کے محبوب اور فرزند سمجھنے والے یہودی اور دوسرے اپنی نسلی برتری کے زعم باطل میں مبتلا ہندو برہمن!

کہنے کی بات یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان کے درمیان زمین کے علاوہ کسی قسم کا اشتراک عمل نہیں ہے! ہندو مسلمان کا پکا ہوا کھانا پلید اور ناپاک سمجھتا ہے خواہ یہ کھانا ابوالکلام کے گھر سے آیا ہو' نہرو یا گاندھی ہرگز نہیں کھائیں گے! ہاں ابوالکلام ان کا کھانا کھاتے رہے ہیں! گھروں میں اور پبلک مقامات پر "ہندو پانی" الگ ہوتا تھا اور ہوتا ہے! لباس الگ الگ تھا اور ہے! زبان اور زبان کا رسم خط الگ الگ ہیں' شادی بیاہ اور موت فوت کی رسوم الگ الگ ہیں' رشتہ ناطہ نہیں

Marfat.com

ہوتا (کوئی مسلمان نوجوان اگر ہندو لڑکی سے شادی کر لے تو قیامت آ جاتی ہے ہاں ہندو کو یہ ''حق'' حاصل ہے کہ بھارت میں کسی اچھی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان لڑکی سے اس کے ماں باپ کی اجازت یا رضامندی کے بغیر اغواء کر کے اس سے شادی رچا لے' تو اس میں کوئی حرج نہیں مسلمانوں کو اُف بھی نہیں کرنا چاہئے !) تہذیب اور ثقافت جدا جدا ہیں' تاریخ الگ الگ ہے' قائد اعظم کا فرمان سچ ہے کہ تاریخ میں ہندوؤں کے ہیرو مسلمانوں کے ولن ہیں اور مسلمانوں کے ہیرو ہندو کے نزدیک کسی احترام کے مستحق نہیں !ایسے میں ہندو ---- مسلم اتحاد کے خواب دیکھنا یا متحدہ قومیت کے دعوے کرنا حقائق سے منہ موڑنا ہے' جو ہندو مسلمان کے چھو جانے سے بھرشٹ یا ناپاک ہو جاتا ہے وہ آپس میں بھائی بھائی ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں ؟! متحدہ قومیت کی صورت صرف ایک ہے کہ تمام مسلمان ہندو مزاج بنکر ہندو دھرم کو اپنا لیں !اکبر کے عہد الحاد وزندقہ میں بھی ہندو کے نزدیک متحدہ قومیت کا یہی مطلب تھا اور اب بھی ہندو کا مجنونانہ ایجنڈا یہی ہے !ہندو کے نزدیک پاک بھارت یا بھارت بنگلہ دیش اختلافات میں مسلمان کا موقف خواہ کتنا ہی مبنی برانصاف ہو ان کا ہندو حل صرف ایک ہی ہے کہ تقسیم کی لکیریں مٹا دی جائیں' تمام مسلمان ہندو مزاج بنکر ہندو دھرم کو گلے سے لگا لیں' اکھنڈ بھارت بن جائے اور بر عظیم رام راج کا گہوارہ بن جائے !ہندو اس ایک نقطی ایجنڈے پر عمل پیرا ہے' کوئی ہندو مفکر ایسا نہیں جو اسلام کی منصفانہ اعلیٰ اقدار کو قبول کرنے کا مشورہ دے صرف ہندو مزاج مسلمان مفکر یہ کام کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں !ان کے نزدیک ہندو دھرم کی اقدار اپنانے سے اگر متحدہ قومیت وجود میں آتی ہو تو مسلمانوں کو یہ بلا چون و چرا مان لینا چاہئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ! مگر آہ !یہ ہندو مزاج اور ہندو نواز بیچارے تو ہندو کا جھوٹا اور ان کا بچا کھچا کھا لینے میں بھی ''نروان'' کی دولت پا لیتے ہیں مگر یہی ہندو ان کے بچے کھچے اور جھوٹے کو اپنے بول و براز سے بھی زیادہ ناپاک اور گھناؤنا تصور کرتے ہیں' ہمارے یہ ہندو نواز زعماء اور ہندو مزاج مفکر و دانشور جب ذوق ایمان سے محروم

Marfat.com

ہوئے تو اسلام اور مسلمان کے علاوہ دنیا کی ہر شی ان کے لئے پوتر اور خوشگوار ہوگئی خواہ یہ ہندو کی گائے کا گوبر اور پیشاب ہی کیوں نہ ہو! ان کے لئے کالی دیوی کے چرنوں میں جگہ پانا طواف بیت اللہ سے زیادہ خوشگوار ہو جاتا ہے! انہیں بن قاسم، محمود غزنوی، محمد غوری اور احمد شاہ ابدالی محض حملہ آور اور لٹیرے نظر آتے ہیں مگر راجپال، پرتھوی راج اور رائے پتھورا دیو مالائی ہیرو دکھائی دیتے ہیں ان لوگوں کو شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ دھلوی اور اقبال تو رجعت پسند، دقیانوسی اور متحدہ قومیت کے نادان دشمن محسوس ہوتے ہیں مگر کالیداس، چانکیا اور منوسمرتی انہیں علم و دانش کے بلند مینار نظر آتے ہیں ان کے نزیک مظلوم اور یتیم عرب بچیوں کو رہائی دلانے اور سندھ کو باب الاسلام کا شرف بخشنے والا محمد بن قاسم تو بیرونی حملہ آور ہے مگر یہ لوگ بحیرۂ عرب میں عرب بیواؤں، یتیم بچیوں اور کم عمر یتیموں کی کشتیاں ڈبونے، اغواء کرنے اور لوٹنے والے بحری ڈاکوؤں اور ان کی سرپرستی کرنے والے اور مظلوموں کو انصاف دلانے سے انکار کرنے والے راجہ داہر کے عدل وانصاف کے گن گاتے ہیں! افسوس تو یہ ہے کہ ان ہندو مزاج و ہندو نواز مفکرین اور دانشوروں کی ہرزہ سرائیوں کا جواب دینے والوں کی ہر سطح پر اور ہر طریقے سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے! اس میں عالمی صیہونیت کا سودی سرمایہ بھی کام آتا ہے اور اکھنڈ بھارت اور رام راج پر اپنی دولت نچھاور کرنے والے ہندو سیٹھوں کی استحصالی تجوریاں بھی اپنا منہ کھول دیتی ہیں! سامراج پرور اور بھارت نواز دانشوروں کی تحقیقات سونے میں تولی جاتی ہیں مگر ان نام نہاد تحقیقات کا جواب دینے والوں پر تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں! نام نہاد روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا ڈھنڈھورا پیٹنے والے دراصل نئی مسلمان نسل کو فحاشی اور بے راہ روی کا عادی بنا کر اپنے ماضی، حال اور مستقبل سے لاتعلق بنانے کی فکر میں ہیں!!

دوقومی نظریہ یا نظریۂ پاکستان کا تمسخر اڑانے والے یہ سامراج پرور اور ہندو مزاج و ہندو نواز دانشور اور مفکرین درحقیقت اکبری عہد کے اس الحاد و زندقہ اور اسلام دشمنی کی پیداوار

Marfat.com

ہیں جسے انگریزی سامراج کے مکروہ ومنحوس دور میں ہندو کانگرس کے گماشتوں نے ہوادی اور آج تک اس روش کو جاری رکھے ہوئے ہیں' حالانکہ تلخ حقائق یہ ہیں کہ نیا برہمنی سامراج جس ''متحدہ قومیت'' یا متحدہ ہندوستان کا قائل ہے' اس میں نہ تو سیکولرزم اور جمہوریت کے لئے کوئی جگہ ہے (کیونکہ جہاں کی خوانخوار ہندو اکثریت کا معاشرہ ہزاروں سال پرانی طبقاتی قیود میں جکڑا ہوا ہو' جہاں اچھوت اکثریت کو جانوروں سے بھی بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کر دیا گیا ہو اور جہاں ہندو اکثریت کے ووٹ پر الیکشن جیتنے کے چکر میں ہندو لیڈر مسجدیں گرا کر رام مند بنانے اور مسلمانوں کے خون سے گجرات میں ہولی کھیل کر وزیر اعظم نائب وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ بنتے ہوں وہاں سیکولرزم یا جمہوریت کے لئے جگہ کہاں ؟!) جس خونخوار ہندو اکثریت کے نزدیک مذہبی رواداری یا عقیدہ وفکر کی آزادی کے لئے کوئی گنجائش ہی نہ ہو' جہاں برہمن کی مٹی خدا کے سر اور منہ سے لی گئی ہو جبکہ اچھوت اسی خدا کے پاؤں کی خاک سے پیدا کیا گیا ہو وہاں پر تو صرف برہمن ہی نسلی لحاظ سے برتر اور اونچی ذات کا ہوگا لہذا ہندو معاشرہ میں مساوات اور برابری کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں ! جہاں کوئی غیر مذہب والا ہندو کو ہاتھ بھی لگا دے تو وہ بھرشٹ یا ناپاک ہو جاتا ہو وہاں بھلا جمہوریت کیسے پنپ سکتی ہے؟ چنانچہ ہندو کا دعوائے جمہوریت یا سیکولرزم خالی ریاکاری اور منافقت کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا ! ہندو اگر معتد بہ مقدار والی اقلیت بھی ہو تو وہ کسی غیر ہندو اکثریت-- مسلم' عیسائی' سکھ' یہودی اور بدھ کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ! وہ البتہ خونخوار اکثریت کی حیثیت سے غیر ہندو اقلیتوں کو اپنے ساتھ ہی رکھے گا تا کہ ان مجبور و ماتحت اقلیتوں کو جبر و اکراہ سے ہندو اکثریت میں جذب کر کے ہندو معاشرہ کا پانچواں طبقہ بنایا جا سکے اور ان کی زندگی اچھوتوں سے بھی بدتر ہو جو پہلے ہی ہزاروں سال سے چالاک وسنگدل برہمن کی جوتی کی خاک اور جانوروں سے بھی بدتر زندگی گذارنے پر مجبور ہیں ! تو یہ ہے ہندو برہمن کا وہ فریب جسے اس نے سیکولر جمہوریت اور دنیا کی سب سے بڑی پارلیمانی جمہوریت قرار دے رکھا ہے!

Marfat.com

مسلمانوں نے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک ہندوستان پر حکومت کی مگر ہندو کے ساتھ برابری اور انصاف کا سلوک کیا' پوری مذہبی آزادی دی' حکومتی انتظامیہ میں برابر کا شریک رکھا' نجی قوانین میں کبھی مداخلت نہیں کی' معیشت و معاشرت میں ہندو کو برابر کے حقوق دیئے' سرکاری طور پر ہندو کو مذہب بدلنے پر کبھی مجبور نہیں کیا طویل مسلم اقتدار کے عہد میں کبھی مذہبی فساد نہیں ہوا سوائے دو مواقع کے' ایک یہ کہ جب ہندو برہمن کے صوبوں سے ستائے ہوئے مجبور اچھوت مسلمان صوفیوں کے وعظ و نصیحت سے یا اسلامی اخوت و مساوات سے متاثر ہو کر دھڑا دھڑ مسلمان ہونے لگے اور برہمن کی نام نہاد اکثریت کے اقلیت میں بدل جانے کا خوف پیدا ہو گیا ہو ایسے موقع پر چالاک برہمن فسادات کی آگ بھڑکا کر صوفیوں کا رستہ بند کر دیتے تھے اور مسلمان بادشاہوں کو بدامنی روکنے کے بہانے اچھوتوں کو اسلام میں داخل ہونے سے رکوا دیتے! دوسرے جب اچھوت ہندو مسلمان تاجروں سے کاروبار کر کے خوشحال ہونے لگتے تو فسادات برپا کر کے اچھوتوں اور مسلمانوں کا کاروبار تباہ کر دیتے اور پھر مسلم حکمرانوں سے مداخلت کروا کر اچھوتوں کو فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے سے منع کروا دیتے' اس کی مثالیں مسلمانوں کے عہد حکومت کے علاوہ انگریز کے منحوس و مبغوض دور حتیٰ کہ آزاد بھارت میں بکثرت تلاش کی جا سکتی ہیں' مذہبی فسادات کل کی طرح آج بھی چالاک اور سنگدل ہندو برہمن کا ہتھیار رہا ہے! اس میں تیسرا اور چوتھا سبب مسلمان علماء کی فرقہ پرستی اور مسلمان حکمرانوں کی سرکاری سطح پر اشاعت اسلام سے لاپروائی و بے اعتنائی کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اتنے طویل عرصہ تک حکمرانی کے باوجود بھی مذہب اسلام برعظیم کی اکثریت کا مذہب کیوں نہ بن سکا! اگر تحریک آزادی کے وقت اچھوت اور سکھ لیڈر قائداعظم کی تجویز مان لیتے اور چالاک اور سنگدل ہندو برہمن کے فریب میں نہ آتے تو ہندو برہمن آج برعظیم کی حقیر اقلیت ہوتے مگر اچھوتوں کے لیڈر ڈاکٹر امبید کر اور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ وغیرہ ہندو کے فریب میں آ گئے جس کا

Marfat.com

خمیازہ آج تک ان کی قومیں بھگت رہی ہیں!!

ہندو اور یہودی کا سیکولرزم بھی انوکھا ہے اور جمہوریت بھی سب دنیا سے نرالی ہے' بیشتر سیاسی پارٹیاں کٹڑ مذہبی جماعتیں ہیں' کمیونزم یا لبرل ازم تو ان کے ہاں پنپ ہی نہیں سکے کیمونسٹ پارٹی آف انڈیا سو سال سے زائد عرصہ سے قائم ہے مگر اسے کبھی قابل ذکر کامیابی نہیں ہوسکی' اتفاق (حسن اتفاق کہئے یا سوئے اتفاق) سے کیمونسٹ پارٹی آف انڈیا کے پکے کیمونسٹ ارکان بیشتر غیر ہندو (زیادہ تر مسلمان ہی رہے ہیں! بھارت کی نام نہاد سیکولر جماعت ہندو کانگرس کے ہندو ارکان ریا کار اور منافق ہیں' وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں اور ان کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے ہندو کانگرس کے مسلمان ارکان بزدل اور مصلحت پرست ہیں جو اپنا اعتبار کھونے کے ڈر سے حق بات کہنے اور اپنی مسلم کمیونٹی کے حقوق کا تحفظ کرنا شاید اپنے سکیولرزم اور جمہوریت کے لئے ایک داغ اور نقصان دہ تصور کرتے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ کانگرس کے مسلم ارکان ہندو مزاج اور ہندو نواز مسلمان ہوتے ہیں' جبکہ ہندو ارکان بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کے مصداق اندر سے انتہائی متعصب اور کٹڑ مذہبی ہوتے ہیں' گاندھی' نہرو اور آزاد اس کی واضح مثالیں ہیں؟ اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہندو نے بٹوارہ تو قبول کیا مگر یہ بٹوارہ منصفانہ نہیں ہونے دیا' پاک بھارت مسائل سلجھنے کے بجائے روز بروز الجھتے چلے جا رہے ہیں اور ہندو قیادت تمام وعدوں سے پھرتی جا رہی ہے' پاکستان کے معاملات میں خفیہ اور کھلی مداخلت کا سلسلہ جاری ہے' پاکستان کو دولخت کر کے اندرا گاندھی جیسی پیدائشی کانگرسی اور روشن خیال خاتون وزیر اعظم بھی اس ''کارنامہ'' کو ایک ہزار سالہ غلامی کا انتقام قرار دے چکی ہیں بلکہ زیادہ درست یہ ہے کہ ہندو کے اندر کا حقیقی بغض باہر آ چکا ہے!؟ اہنسا کے دیوتا اور اچھے پڑوسی یا بڑے بھائی کا پردہ چاک ہو چکا ہے!)

جس طرح یو کے یا یو ایس اے میں مسیحی اکثریت کے ساتھ مسلمان' یہودی' بدھسٹ

Marfat.com

اور ہندو یا دیگر مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے مذہب میں آزاد اور عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے ایک ساتھ زندگی گذارتے ہیں مگر برطانوی یا امریکی کہلانے میں فخر محسوس کرتے اور خوش و مطمئن نظر آتے ہیں خونخوار ہندو اکثریت کے ہاں اس طرح کی مذہبی آزادی کا تصور ہی محال ہے' ہندو کو سیکولرزم اور جمہوریت کے دعوؤں کا تو بہت شوق ہے مگر یہ شوق فضول ایک فریب اور ایک سراب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ''متحدہ قومیت'' کے آئینے میں اکھنڈ بھارت اور رام راج کے عکس دیکھنے والا یہ فریب کار اس بات کا آرزومند ہے کہ مسلمان' سکھ' عیسائی اور بدھسٹ ہندو مت' ہندو تہذیب اور ہندو ثقافت میں اس طرح گھل مل جائیں کہ ان کا علیحدہ علیحدہ وجود بالآخر مفقود و نابود ہو جائے' یہ سب لوگ کہلائیں بیشک مسلمان' سکھ' عیسائی مگر ہندو رنگ میں اس طرح رنگے جائیں کہ جذب ہو کر اپنے علیحدہ وجود کو بالکل بھول جائیں تا کہ آنے والے وقتوں میں مسلمان' سکھ' عیسائی یا بدھ کہلانے کی بھی ضرورت باقی نہ رہے! بی جے پی والوں کا نعرہ ''ہندُتوا'' اسی تصور پر مبنی ہے جس کی آخری منزل اکھنڈ بھارت اور رام راج ہے! لیکن ہندو کا یہ نعرہ شاید تاریک زمانوں میں تو کچھ معنیٰ اور مفہوم رکھتا ہو اور شاید اکبری الحاد و انحراف کے ماحول میں اس پر عمل بھی ممکن ہو مگر اب اس کی گنجائش نہیں ہے آزادی فکر و عقیدہ اقوام متحدہ کے علاوہ دیگر عالمی تنظیموں کا نعرہ اور عملی پروگرام بھی ہے' مقامی سیاسی مصلحت کے باعث تحفظ حقوق انسانی شاید وقتی طور پر ممکن نہ ہو مگر عالمی سطح پر گجرات کے نریندر مودی کو رسوائی سے کوئی نہیں بچا سکتا! ہندو کی یہ آرزو اب حسرت میں بدل جائے گی اور یہ تصور اب خواب پریشان بنکر بکھر جائے گا! مسلمان سے زبردستی اسلام چھڑوانا' سکھ یا عیسائی کو ہندو بننے پر مجبور کرنا اب ناممکن ہوگا! بھارت چاروں طرف سے مسلمان ملکوں میں گھرا ہوا ہے' اس لئے یہ فیصلہ ہندو نے کرنا ہے کہ وہ اکھنڈ بھارت اور رام راج کے پرانے خواب پریشاں اور اضطراب انگیز بیماری سے آزاد ہوتا ہے یا حسب معمول ''ملیچھ مسلمان'' کو زبردستی ہندو بنا کر بھارت کا پانچواں معاشرتی طبقہ بنانے کی شیطانی آرزو کے

Marfat.com

جادو سے آزاد ہونے کے بجائے خطۂ ارضی پر قیام امن کو ناممکن بناتا ہے کیونکہ صلیبی مغرب بزعم خویش قلب عرب میں اسرائیل کے قیام سے دو مسئلے بیک وقت حل کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے' ایک بیت المقدس سے ''مسلمان کافروں'' کو بیدخل کرنا تھا دوسرے عیسائی ممالک کیلئے اخلاقی' معاشی اور معاشرتی بوجھ یعنی قوم یہود کے گھناؤنے پن سے چھٹکارا پانا مگر ایک تو پنجہ یہود سے نہ تو یورپ کی رگ جاں خلاصی پا سکی ہے اور نہ امریکا آزاد ہو سکا ہے بلکہ انکل سام کی تو نکیل یہود کے پنجۂ سرمایہ داری و فحاشی میں ہے دوسرے جس یہودی گروہ پر روس' جرمنی اور دیگر یورپی ممالک میں متعصب عیسائی حکمران مظالم کے پہاڑ توڑتے رہے ہیں اسے یہ کینہ ور قوم نہیں بھولی وہ ان مظالم کا عیسائی مغرب سے موقع پاتے ہی انتقام لئے بغیر نہیں رہے گا' رہے عرب مسلمان اور دوسری اسلامی دنیا تو یہود کی خفیہ چیرہ دستیوں اور عہد نبوی سے اسلام' مسلمان اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا واسطے کا بیر رکھنے کے باوجود مسلمان بادشاہوں اور مسلم معاشروں نے یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک اور احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے اور اب بھی مسلمان عیسائی جھٹکے کے بجائے بحکم قرآن یہودی کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ سنت ابراہیمی کے مطابق جانور ذبح کرتے ہیں' اگر اسرائیل کو پرانے صلیبی ممالک اور امریکہ شہ نہ دیں تو مسلمان ممالک شاید اسرائیل کے وجود کو ''صرف اولاد ابراہیم'' کی ایک پناہ گاہ تصور کرتے ہوئے گوارا کر سکتے ہیں اور یہود سے درگذر کرتے ہوئے چودہ سو سالہ حسن سلوک کو از سر نو زندہ کر سکتے ہیں! ؟ مگر لالہ لبھو رام نے چانکیا کا چیلا ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے پڑوسی مسلمان ملکوں سے بیر اور ہزاروں میل دور اسرائیل کی صیہونی ریاست سے جس خفیہ اور علانیہ محبت کی پینگیں بڑھانا شروع کر رکھی ہیں اس محبت اور دوستی کے انجام کے لئے مکہ کے بت پرستوں سے خیبر و یثرب کی سازباز کے انجام پر نظر رکھنی چاہیے! صرف یہ دو مشترکہ اقدار --- گائے پرستی جو صرف سامری کا جادو تھا' اور سود خوری --- کافی نہیں بلکہ آج یا کل کسی وقت بھی سود خوری ہی میں بنیا اور یہودی

Marfat.com

ایک دوسرے کے حریف اور بیری بن سکتے ہیں ! یہ ایک حقیقت ہے کہ کینہ ور یہودی نے مشرق و مغرب میں اپنی خفیہ کارگذاری اور اپنی یہودیانہ خاموش سازشوں سے اسلام کا حلیہ بگاڑ کر غیر مسلم دنیا خصوصاً عیسائی مغرب کو گمراہ کرنے اور مسلمانوں کو خونخوار فریب کار اور انتہا پسند یا دہشت گرد ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگالیا ہے مگر ''حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے'' آج کی علم اور سائنس کی دنیا کے انسان کو بیوقوف بنا کر اس سے سچائی کو زیادہ دیر تک چھپایا نہیں جاسکتا ! اب اس مرحلے میں چالاک وسنگدل ہندو برہمن کا عالم اسلام کے خلاف یہودی کی اس گھناؤنی مہم میں ہمنوا اور اس ''کاربد'' میں اس کا شریک کار بننا دنیا کے لئے کوئی نیک فال نہیں ! اسلام دہشت گردی سے معصوم اور بیگناہ انسانوں کی جان لینے کو حرام اور نا قابل معافی گناہ اور جرم قرار دیتا ہے بلکہ از روئے قرآن (المائدہ آیت 32) کسی ایک بیگناہ کی جان لینا پوری انسانیت کے خلاف جرم کے مترادف ہے اور کسی ایک معصوم جان کا تحفظ گویا پوری انسانیت کا احیاء اور تحفظ ہے' اس کے علاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دھوکے سے کسی گنہگار کو قتل کرنے سے بھی بڑی سختی کے ساتھ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا تھا' یہ الگ بات ہے کہ فلسطین اور کشمیر کے مسلمان نصف صدی سے زائد عرصہ سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں انہیں دہشت گرد قرار دینا محض ایک سامراجی حربہ ہے' اسی طرح گزشتہ تین چار سو سال سے مغرب کا صلیبی سامراج اسلامی دنیا میں لوٹ مار کا بازار گرم رکھنے کے لئے مسلمانوں کو سازشوں کے ذریعہ ناکردہ جرائم میں ملوث قرار دیکر دیوار سے لگا رہا ہے ایسے میں مسلم نوجوانوں میں ردعمل پیدا ہونا ایک قدرتی بات ہے' صہیونی ڈرامہ باز سودخوروں کی شیطانی ہنرمندی اور سودی سرمایہ سے بڑے بڑے منظم جرائم کے ڈرامے کھیلے جاتے ہیں اور ان میں مسلم نوجوانوں کو ملوث کر کے بدنام کیا جاتا ہے' فقر و افلاس کے مارے مسلم نوجوانوں کو کرایہ پر آلۂ کار بھی بنالیا جاتا ہے اور پھر سارا ملبہ اسلام اور پوری اسلامی دنیا پر ڈال دیا جاتا ہے' عراق میں صدام کے پاس تباہ کن اسلحہ کا موجود ہونا بش اور بلیئر کا سفید جھوٹ ثابت ہو چکا ہے' نام نہاد القاعدہ یا

Marfat.com

نائن الیون کا ہولناک واقعہ بھی ایک مجرمانہ سازش اور عالمی صہیونیت اور اس کے گماشتوں کا ڈرامہ ثابت ہو چکا ہے جس کی بنیاد پر شروع ہونے والی بش کی تازہ صلیبی جنگ اپنے انجام بد کو پہنچ چکی ہے' اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلیبی اور صیہونی دنیا کی اس شرمناک جنگ میں ہمارا لبھو رام بھی شریک ہونے کے لئے سر پاؤں مار رہا ہے اور برعظیم کے مسلمانوں اور خصوصاً کشمیر اور پاکستان کے مسلمانوں کو خونخوار اور دہشت گرد ثابت کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی فکر میں ہے مگر یہ اس کی بھول ہے! کہاں لبھو رام اور کہاں صہیونی شائی لاک! ہنرمند اور عیار شائی لاک صہیونی کو بھی دنیا نے بے نقاب کر دیا ہے اس کے مقابلے میں لبھو رام کیسے چھپا رہتا؟! سری نگر اسمبلی پر حملہ کروانے کا ڈرامہ کروایا اور اس میں کشمیری مجاہدین کو ملوث کرنے کی مذموم و ناکام کوشش کی؟ پھر بھارت کی پارلیمنٹ پر ایل کے ایڈوانی وزیر داخلہ سمیت کرایہ کے بارہ کشمیریوں سے حملہ کروایا مگر بیوقوف سکیورٹی گارڈز نے ایڈوانی جی سے پوچھے بغیر سب کو بھون ڈالا حالانکہ ایڈوانی جی نے تو انہیں کامیاب ڈرامہ کے بعد انعامات دینے کا وعدہ بھی کر رکھا تھا! پھر صوبہ گجرات کے ہندو ووٹ سے الیکشن جیتنے کے لئے ظالم' سنگدل اور ڈھیٹ نریندر مودی نے گودھرا ریلوے سٹیشن پر بدنام زمانہ ڈراما کروا کر مسلمانوں کا جو قتل عام کیا اس پر تمام عالمی ذرائع ابلاغ چیخ اٹھے اور آج بھی تمام دنیا گجرات کے اس قصاب وزیر اعلیٰ پر لعنتیں بھیج رہی ہے!!

ہمارا یہ باب قدرے طویل ہو گیا ہے تاہم موضوع اور مضمون کی روح ہونے کے باعث اس کی اہمیت و افادیت عیاں ہے' یہ تفاصیل اس لئے بھی ضروری ہیں کہ پاکستان کی نئی نسلوں نے چونکہ ہندی فلموں' ہندو موسیقی اور ہندو پراپیگنڈے کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور انہیں ہندو برہمن' اس کی اسلام دشمنی اور مسلمان سے نفرت و عداوت کا براہ راست تجربہ نہیں ہوا اس لئے ہماری یہ نئی نسلیں پاکستان کے حقیقی پس منظر یا یوں کہہ لیجئے کہ نظریہ پاکستان سے اسی طرح نابلد ہیں جس طرح باقی دنیا ہندو برہمن کی فطرت سے ناواقف ہے اور اسی لئے مسلمانوں کو تقسیم

Marfat.com

برعظیم کا مجرم سمجھتی ہے، خصوصاً اس تناظر میں کہ اسلام! اسلام! کا نعرہ لگانے والے فرقہ پرستوں اور وڈیرے (خواہ یہ وڈیرہ انگریز کی ٹوڈی نسل سے تعلق رکھتا ہو، نوکر شاہی کا کل پرزہ ہو، استحصالی سرمایہ دار ہو یا جرنیل شاہی کا موقع پرست ہو) نے اسلام کا خدا ترس اور انسانیت پرور نظام آنے ہی نہیں دیا، فرقہ پرست کا اسلام صرف دوسرے فرقوں کے مسلمانوں کے گلے کاٹ کر کرسی اقتدار پر قابض ہونا اور وڈیرے کا اسلام صرف مسلمان کے جمہوری ووٹ سے قائم ہونے والے اس ملک خداداد میں لوٹ کھسوٹ اور کرپشن کا بازار گرم کرنا ہے لیکن ہمارے ہندو مزاج مسلمان مفکر اور دانشور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو نیچا دکھا کر اور جلال الدین اکبر کے الحاد و زندیقیت کو برعظیم کی ''متحدہ قومیت'' کی بنیاد ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں حالانکہ اکبر کا ''دین الٰہی'' تو اسلام سے صرف انحراف و اعراض ہی نہیں بلکہ نبوت محمدی علی صاحبہا افضل الصلوات واحسن التسلیمات کا مکمل انکار اور کھلی بغاوت تھی جسے بھگوان داس اور مان سنگھ جیسے اکبر کے فدائی ہندوؤں نے بھی مسترد کر دیا تھا کیونکہ وہ تو اکبر کے الحاد و بے دینی کو ایک ایسا گھاٹ تصور کرتے تھے جہاں اسلام کو نابود کر کے مسلمانوں کو ہندو مت میں جذب کرنا تھا!

فرقہ پرست اور وڈیرے کی ''اسلامی مملکت'' کا کھوکھلا نعرہ سنکر اور ہندو مزاج مسلمان مفکرین کی ''گہری تحقیق اور روشن آراء'' کو پڑھکر دنیا والے پاکستان کے وجود اور پاکستانی مسلمانوں کے موقف کو نہیں سمجھ پا رہے اس لئے وہ پاکستان کو ''ایک ناکام ریاست'' اور پاکستانی مسلمانوں کے موقف کو ناقابل فہم بلکہ ناقابل تسلیم قرار دیکر اپنی تمام تر ہمدردیاں چالاک برہمن کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں حالانکہ پاکستان تو اللہ کے فضل سے اتنا مضبوط ہے کہ اندر والے موقع پرست اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں اور چالاک برہمن بے زبان پاکستانی مسلمانوں کی کمزوری کے پردے میں ساٹھ سال سے اس دولت خداداد کو دنیا بھر کے صہیونی گماشتوں اور سامراجیوں کو ساتھ ملا کر بھی نہیں توڑ سکا! پاکستان کا اصل پس منظر برہمن کا نامعقول رویہ اور پر

Marfat.com

امن بقائے باہمی کا صریح انکار ہے کیونکہ یہ ذاتِ شریف برہمن صاحب بے زبان مسلمانوں کو چپ چاپ بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے۔

نظریۂ پاکستان اور حضرت مجدد کے حوالے سے یہ بات واضح طور پر ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ بر عظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کے اصل مرض کی تشخیص کرنے والے پہلے مسلمان مفکر اور عالم دین ہیں' آپ نے دیکھا کہ یہاں کے مسلمان عہد نبوی اور گہوارۂ اسلام سے دوری اور غیر مذاہب سے متاثر ہو کر عقیدۂ اسلام میں کمزور' دنیاوی مفاد پرستی کی زد میں ہیں اور اپنا تشخص کھو کر غیر مذاہب خصوصاً ہندو مت میں جذب ہونے کو تیار یں' سب سے اہم یہ کہ ہندو اکثریت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خطرناک عزائم رکھتی ہے اور ایک خونخوار اکثریت ہے جو کسی بھی وقت مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے میں تاخیر یا ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیں گے۔

دوسری یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ مسلمان کبھی بھی امن وسلامتی کے خلاف نہیں ہوسکتا' اسلام دین امن وسلامتی ہے اور مسلمان اس کا پیروکار ہونے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کے باعث امن کی ہر کوشش کی تائید وحمایت کرنے کا پابند ہے' جب بھی مخالف امن کی طرف مائل ہو تو مسلمان بھی لازماً امن کی طرف مائل ہوگا' لیکن یہ حقیقت ہے کہ بر عظیم میں قیام امن نہ تو ہندو کے مفاد میں ہے اور نہ وہ اس کے لئے کبھی سنجیدہ ہوگا کیونکہ جب تک وہ مسلمان ملیچھ سے بر عظیم کو ''پوتر'' نہیں بنالیتا اس وقت تک ہندو کو قیام امن سے کوئی غرض نہیں لیکن اسلام اور مسلمان کا مفاد اس میں ہے کہ بر عظیم میں امن کا دور دورہ ہو' ہزاروں سال سے ستائے ہوئے اچھوت کو برہمن کے پنجے سے خلاصی ملے اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے! اور یہ ہو کر رہے گا!؟ لیکن اس سے پہلے صدیوں سے طبقاتی تقسیم کی لعنت میں گرفتار مگر سیکولرزم اور جمہوریت کا مصنوعی اور جعلی دعویٰ کرنے والے برہمنی معاشرہ کا پردہ چاک ہونا ضروری ہے کیونکہ جہاں دوسرے

Marfat.com

مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کی گنجائش ہی نہ ہو وہ معاشرہ سکیولر کیسے ہوسکتا ہے!؟ اور جہاں طبقاتی تقسیم کی لعنت عقیدہ وایمان کا درجہ رکھتی ہو وہاں پر مساوات و برابری یا جمہوریت کا گذر کہاں؟ یہ سب کھوکھلے دعوے ہیں اور ہاتھی کے دانت ہے جو کھانے کے اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں! خونخوار و مکار برہمن نے مصنوعی اور جعلی اکثریت کا لبادہ اوڑھ کر صدیوں سے ستائے ہوئے' حقوق سے محروم اور جانوروں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور اچھوت اکثریت کو برہمنی رسم ورواج اور جکڑ بندیوں سے دبا کر رکھا ہوا ہے! برہمن اچھوت کو نہ تو مسلمان یا عیسائی ہونے دیتا ہے اور نہ اسے برابر کے شہری حقوق دینے کے لئے تیار ہے! جس دن ہمارے عیسائی بھائی اہل کتاب نے مسلمانوں سے خواہ مخواہ کے صلیبی تصادم کی حقیقت کو جان لیا اور حبشہ وحجاز میں ابتدائی زمانے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو شیر وشکر ہو کر پرامن بقائے باہمی کی فضا میں اور اسلامی شفقت ورحمت کے سایہ میں ایک ساتھ رہنے کا راز معلوم کرلیا اس دن برہمن کی اصلیت بھی معلوم ہو جائے گی اور چانکیا کے چیلے کے ساتھ تعاون ومحبت کی پینگیں بڑھانے والے انکل سام کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی!!

رہی دوقومی نظریہ کی بات تو یہ محض مسلم اور غیر مسلم کی تقسیم یا امتیاز سے عبارت نہیں ہے کیونکہ حبشہ وحجاز میں اسلام وعیسائیت یا مسلمان اور عیسائی کی حیثیت سے برابر کے شہری بنکر زندگی گذارتے رہے ہیں' بعد کے ادوار میں حتیٰ کہ آج بھی مصر وشام اور لبنان وفلسطین میں پرامن بقائے باہمی کے اصول کے مطابق مسلمان اور عیسائی عزت وآزادی سے زندگی گذارتے چلے آتے ہیں حتیٰ کہ بھارت کی نسبت پاکستان اور بنگلہ دیش میں بھی عیسائی عزت وآزادی کے ساتھ برابر کے شہری بنکر رہ رہے ہیں! بلکہ اسرائیلی صہیونی کی چیرہ دستیاں برطرف ہوں تو مسلمان یہودیوں کے ساتھ بھی پرامن بقائے باہمی کے اصول کے مطابق زندگی بسر کرسکتے ہیں اور کرتے رہے ہیں مگر قشقہ لگانے والے زناری عیار ومکار کی بات ہی اور ہے!؟ ہمارا لبھو رام تو مسلمان کو

Marfat.com

ملیچھ' ناپاک اور نجاست تصور کرتا ہے جو صرف پھینکنے یا زیر زمین دفن کرنے کے لئے ہوتی ہے' مسلمان اگر ہندو کو یا اس کے کسی برتن کو ہاتھ بھی لگادے تو وہ ناپاک ہو جاتے ہیں !ہندو برہمن مسلمان کے لئے عزت' آزادی اور خوشحالی کی زندگی گوارا کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھا اور نہ ہے نہ ہوگا''! برابر کے شہری کی حیثیت سے پرامن بقائے باہمی تو بہت دور کی بات ہے ہندو کا تو بس دو حرفی ایجنڈا ہے: مسلمان' عیسائی اور سکھ سمیت ہر مذہبی اقلیت کو ہندومت میں جذب کرنا یا نابود کرنا اور پھر اکھنڈ بھارت اور رام راج !اس لئے حضرت مجدد کے نزدیک ہندو ایک ظالم و جابر اکثریت ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے متعلق بہت برے عزائم رکھتی ہے! مولانا حالی کے الفاظ میں ہندومت اکّال الامم (یعنی امتوں کو نگل جانے والا) ہے! قائداعظم کے الفاظ میں ہندو ایک خونخوار اکثریت ہے جس کے ہاں دیگر مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کی گنجائش ہی نہیں !اصل مسئلہ یہی ہے !بقول مرزا منور مرحوم' اصل مسئلہ دیوار برلن یا واگہ کی لکیر نہیں بلکہ اصل مسئلہ ''دیوار برہمن'' ہے!! ثبوت کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے ساتھ کشمیر سمیت برہمنی سامراج نے کوئی مسئلہ حل ہی نہیں ہونے دیا اور نہ ہونے دے گا کیونکہ وہ تو اس انتظار میں ہے کہ کب موقع پا کر ان دونوں آزاد ملکوں کو دبوچ کر اکھنڈ بھارت اور رام راج کی بھینٹ چڑھا دے!!؟؟

Marfat.com

پاکستان کا مستقبل فکر مجدد کی روشنی میں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صدیوں پہلے سرمایۂ ملت پاکستان ۔۔ یعنی برعظیم پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے دین و ایمان ۔۔ کے نگہبان و محافظ تھے اور آئندہ بھی ان کے ایمان افروز افکار اور روح پرور آراء و نظریات اس ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقا کے لئے ہمیشہ روشن مینار کا کام دیتے رہیں گے! انہوں نے موقع پرست برہمن کی عیاری، فریب کاری اور چیرہ دستی کا پردہ چاک کر کے نہ صرف یہ کہ برعظیم کے اولین ہندو شناس مسلم مفکر کا مرتبہ پایا بلکہ ہندو شناسی کی اہمیت کے ساتھ ساتھ ہندو مزاج مسلمان کے خطرات سے بھی خبردار کیا! حضرت مجدد کی بروقت بیداری اور تجدیدی و اصلاحی تحریک نے اسلام اور مسلمانوں کا کامیاب دفاع و تحفظ کیا ، اکبری الحاد و ارتداد کے طوفانِ بلا خیز کا رخ پھیر دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے درویشانہ تدبر و حکمت سے ہندو انقلاب کو عین فیصلہ کن مرحلے میں ناکام بنا دیا! یہ اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ نظام قدرت کا کمال ہے کہ اس نے ایک درویش کے دست مبارک سے اتنا بڑا کام لے لیا اور یوں مخدوم عبدالاحد فاروقی کے فرزند ارجمند شیخ احمد سرہندی نقشبندی کو برعظیم کی ملت اسلامیہ کا محسن و محبوب بنا دیا! (۱)

پاکستان کی عزت و بقا کا تقاضا ہے کہ حضرت مجدد کے افکار و آراء کو حرز جاں سمجھتے ہوئے ان کی باقاعدہ درس و تدریس، تعلیم و تحقیق اور نشر و اشاعت کا ہر سطح پر انتظام اور اہتمام کیا جائے! شیخ سرہند کی تعلیمات مسلم نوجوان کو نیا جوش و ولولہ عطا کریں گی اور آنے والے وقتوں میں ملی تحفظ اور قومی بقا کی ضمانت ثابت ہونگی! شیخ کی یہ تعلیمات نظریہ پاکستان کے لئے

Marfat.com

اساس اور خشت اول کا کام دیں گی ! مطالعہ پاکستان کے ضمن میں حضرت مجدد، سرسید، اقبال اور قائداعظم کے افکار، آراء اور خدمت کو ایک مربوط مطالعہ کی شکل دی جائے، حضرت مجدد کا کام یہ نہیں تھا کہ انہوں نے ہندو اور مسلمان کو دو الگ الگ قومیں قرار دیکر "دوقومی نظریہ" پیش کیا، مسلم اور غیر مسلم کا دو الگ الگ قومیں ہونے کا نظریہ تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیش فرما دیا تھا! حضرت مجدد نے تو ہندو کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کر کے اس راکھشش کی پہچان کروائی تھی اور یہ بتایا تھا کہ ہندو صرف غیر مسلم نہیں بلکہ وہ تو ہندو ہے جو اپنے اندھے تعصب، ہٹ دھرمی ،سنگدلانہ مکاری اور بے رحم فریب کاری کے باعث دوسرے مذاہب کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کا قائل ہی نہیں ! وہ اسلام اور اہل اسلام سے جو بغض، عداوت اور حسد رکھتا ہے اس نے مسلمان کو اس کی نظر میں ملیچھ، ناپاک اور نجاست بنا دیا ہے! وہ مسلمانوں کو عزت و آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کو گوارا نہیں کر سکتا! وہ مسلمان کو نیست و نابود کر کے برعظیم کو ایک ہندو ریاست بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے! اس لئے قائداعظم نے ہندو کو محض اکثریت نہیں مانا بلکہ اسے خونخوار ہندو اکثریت (Brutal Hindu Majority) قرار دیا ہے اور اسی لئے ہندو سیاستدان "ھِندُ تُوا" کا نعرہ لگا کر اکھنڈ بھارت اور رام راج قائم کرنے کی فکر میں ہے!!(۲)

ہندو سے مسلمان اس لئے الگ نہیں ہوئے کہ وہ محض غیر مسلم تھا اس لئے مسلم اس سے الگ قوم تھے بلکہ مسلمان تو اس لئے الگ ہوئے کہ وہ "ھندو" تھا اور آج بھی "ھندو" ہے، جو مسلمان کا وجود برداشت کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ! عزت اور آزادی کی زندگی گزارنے والا مسلمان ھندو کو گوارا ہی نہیں ! اس نے دل میں قسم کھا رکھی ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو مسلمان برعظیم کے کسی گوشے میں بھی عزت، آزادی اور خوشحالی سے نہیں رہے گا! وہ کسی دوسرے مذہب والے کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کا قائل ہی نہیں مسلمان کے ساتھ تو کسی صورت میں بھی پر امن طور پر نہیں رہ سکتا! مسلمان تو ہندو کے ساتھ بھی باہم پر امن طور پر اپنے ایک ہزار سالہ دور حکومت میں

Marfat.com

زندگی گزار چکا ہے! مسلمان نے کبھی بھی ہندو کو اپنا غلام یا ماتحت نہیں سمجھا بلکہ اسے برابر کا ہموطن اور شہری سمجھا ہے اور اس کی تمام تر تنگ نظری اور تعصب کو بھی گوارا کیا ہے اس پر ایک ہزار سالہ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں ! مگر اس کے برعکس ہندو نے بھارت کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کے لئے صرف نصف صدی کے اندر زندگی اجیرن بنا دی ہے ! مسلمان اپنی ہندو اکثریت کی بدترین مذہبی امتیاز کی زد میں ہیں ! پچاس ساٹھ سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے خلاف ہزاروں فسادات ہو چکے ہیں جن میں ہزاروں مسلمان موت کے گھاٹ اتار دئے گئے اور وہ بھی حکومتی مشینری کے ذریعہ جبکہ مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دور حکومت میں ھندوؤں کے خلاف ایک بار بھی فسادات نہیں ہوئے ! (۳)

ھندو کے اس رویہ اور مؤقف میں یہ شدت پانچ وجوہات سے آئی ہے اس کا اولین سبب تو اکبری دور الحاد و ارتداد میں ھندو کی چیرہ دستیاں ہیں، اکبر سے پہلے ہندو مسلمان فاتحین اور حکمرانوں سے ڈرتا تھا، کیونکہ جو بھی سرکشی اور بغاوت کرتا تھا مار کھاتا تھا، کچلا جاتا تھا اور دب جاتا تھا، ھندو اسلام کو ناقابل شکست قوت سمجھتا تھا اور راضی برضا اسی پر خوش تھا کہ مسلمان حکمران اس کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتے اور وہ امن اور چین کی مالا جپتا تھا مگر برا ہو اکبر شاہ کا جس نے اسلام کے رعب اور ھیبت کو مٹی میں ملا دیا ! نہ صرف خود مرتد ہوا بلکہ مسلمانوں کی ایک معقول تعداد کو بھی زبردستی اسلام کو چھڑوا کر ارتداد و انحراف کے قعر مذلت میں گرا دیا دین الٰہی کے نام سے اس نے جو ڈھکوسلا گھڑا تھا وہ دراصل ھندومت کا چربہ تھا جو صرف مسلمانوں پر زبردستی تھونپا جاتا تھا ! ھندو کے لئے یہ سنہری موقع تھا ! اسے یہ امید پیدا ہو گئی تھی کہ وہ جس اسلام سے یونہی صدیوں سے مرعوب چلا آتا تھا وہ بھی بدھ مت اور جین مت کی طرح کا ایک مذہب ہے ! اس پر بھی آسانی سے ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے ! مسلمانوں کو بھی پھر سے ھندو بنایا جا سکتا ہے ! چنانچہ ہندو کے لئے تو صدیوں کے قفل ٹوٹ گئے ! اب ہندو برہمن نے (مہابلی) کے سایہ

Marfat.com

میں نہ صرف عام مسلمانوں پر بلکہ راسخ العقیدہ علماء ومشائخ پر بھی ہاتھ ڈالنا شروع کر دیا! ہندو شاہی افسر جس عالم یا صوفی کو چاہتے جلا وطن کر دیتے یا تہ تیغ کر دیتے! اکبر کے ہندو کارندے مساجد اور مقابر گرا کر مندر بنانے لگے! سرکاری خرچہ پر مندر تعمیر ہوئے، صرف ایک شہر بنارس کے ایک ہندو کارندے نے ستر مندر تعمیر کئے، اسلام اور نبی اکرم ﷺ کے متعلق ہندو پنڈت اور دانشور کھلے عام ہرزہ سرائی کرتے اور توہین کے مرتکب ہوتے! الغرض اکبر بادشاہ نے نہ صرف اسلام کا رعب اور ہیبت خاک میں ملا دی بلکہ ہندو کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور چیرہ دستیاں انتہا کو پہنچ گئیں! (۴)

دوسرا سبب جس سے ہندو مسلمان کے خلاف بپھر کر شیر ہو گیا وہ انگریزی سامراج کے منحوس قدم ہیں، انگریز نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لئے گورا صلیبی مسلمانوں کو اپنا حریف اور دشمن اول تصور کرتا تھا! انگریز کی اسلام دشمنی اور مسلم آزاری ہندو پر مخفی نہ تھی! انگریز کو بھی مسلمان کا وجود گوارا نہ تھا! ہندو تو اکبری عہد سے ہی مسلمان پر ہاتھ صاف کرنا سیکھ چکا تھا اور وہ اسلام کا رعب اور ہیبت بھی دل سے نکال چکا تھا! ہندو اور انگریز کو یہ اچھی طرح محسوس ہو گیا کہ اسلام دونوں کا مشترکہ دشمن ہے اور مسلمان دونوں کا مشترکہ شکار ہے! مسلمانوں کو تعلیمی طور پر پسماندہ اور اقتصادی طور پر اپاہج بنانے کا مشترکہ منصوبہ بنایا گیا! ایک طرف گورے نے اپنے عیسائی مشنری چھوڑ دیئے تو دوسری طرف ہندو برہمن نے شدھی کی تحریک شروع کر دی، یوں بیک وقت عیسائی پادری اور ہندو سوامی اسلام اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے! ہندو کے لئے مسلمان کو جانی اور مالی نقصان پہنچانا ایک مشغلہ بن گیا! کل تک جو مسلمان حکمران معزز اور محترم تھا آج وہی مسلمان ہندو کے لئے حقیر، ذلیل اور مردود ٹھہرا! یوں انگریز سامراج کے عہد نامسعود میں مسلمانوں کے خلاف ہندو کی اس نفرت، حقارت اور عداوت میں اضافہ ہو گیا جس کا بیج نامراد اکبری عہد میں اس نے

Marfat.com

اپنے دل و جان میں بویا تھا اب اس میں مزید اضافہ ہو گیا!

تیسرا سبب جس کے باعث ہندو برہمن بنیا آپے سے باہر ہو گیا وہ جمہوریت کی لوری ہے جو انگریز نے اپنے لاڈلے کے کانوں میں رس بنا کر انڈیل دی! ہندو کو پہلی بار یہ علم ہوا کہ آنے والے زمانے جمہوریت کے زمانے ہونگے! جمہوریت میں حکومت کا حق صرف اکثریت کو حاصل ہوتا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ آنے والے وقتوں میں برعظیم پر ہندو کا راج ہو گا! اس راج میں حقیر مسلمان اقلیت کے لئے کچھ بھی نہیں ہو گا! اب مسلمانوں کو زیر کرنے کے لئے کسی ہندو فوج یا اسلحہ کی ضرورت نہیں ہو گی بلکہ کاغذی ووٹ کی پرچی ہی سب کچھ ہو گی! گویا اپنی قطعی غالب اکثریت کے باعث مستقبل میں برعظیم کا مطلق حکمران ہندو ہو گا! اکثریت کی حکمرانی کی اس لوری نے ہندو کو مست کر دیا اور وہ نشے میں جھوم اٹھا! اس کے ساتھ ہی گورے نے ہندو کو ایک ہزار سال تک مسلمانوں کا غلام ہونے کا طعنہ بھی مارا! اس زہریلے طعنہ نے اکثریت کی حکمرانی کے نشے میں بھی زہر شامل کر دیا! اس لئے اب ہندو نہ صرف مستقبل میں مسلمان کو اپنا مغلوب و مفتوح غلام دیکھنے لگا بلکہ ایک ہزار سالہ غلامی کا انتقام بھی ہندو کے پروگرام میں شامل ہو گیا! اب تو مسلمان ہندو کے لئے مکروہ اور ناپسندیدہ ہی نہیں کڑوا بھی بن چکا ہے اب جب تک ہندو کی تلخی اور خفت کا علاج نہیں ہو گا اس وقت تک وہ مسلمان کو برعظیم میں اپنے برابر کا شہری نہیں مانے گا!

ھندو کو انگریز نے جمہوریت میں صرف اکثریت کے حق حکومت کی جو لوری سنائی اور اسے مستی میں جھومنے پر اکسایا تھا اسے وہ زیادہ بلند آواز میں نہیں گاتا تھا بلکہ اپنے دل ہی دل میں خوشی خوشی گنگناتا تھا، تاہم محمد علی جناح جیسے ذہین و فطین اور ذکی الحس انسان سے چھپایا نہیں جا سکتا تھا! قائداعظم نے یہ جو فرمایا تھا کہ "ھندو جب آزاد ھندوستان کی بات کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد آزاد ھندو ھندوستان ہونا ہے جس میں مسلمانوں کے لئے کوئی حصہ نہیں

Marfat.com

ہوگا!" تو یہ اسی لوری کے گنگنانے کی طرف اشارہ تھا! ھندو اپنے اندر کی بات آسانی سے نہیں اگلا کرتا! بلکہ خاموش رہتا ہے لیکن پھر بھی سمجھنے والے اشارے سے بھی سمجھ لیا کرتے ہیں!

محمد علی جناح نے جب کانگریس میں شمولیت اختیار کی تو اپنی خداداد ذھانت اور کرشماتی شخصیت کے طفیل بہت جلد چھا گئے اور اچھے خاصے ھندوؤں کے ہوش اڑ گئے، ھندو چاہتے تھے کہ کانگریس پر سیکولرزم اور جمہوریت کا لبادہ قائم رہے اور یہ تبھی ممکن تھا کہ قابل اور ذہین مسلم سیاستدان کانگریس سے دور رہیں تا کہ کلیدی عہدے اور قیادت ھندوؤں کے پاس ہی رہے تا کہ آزادی کے وقت حکومت کی سربراہی کسی نہرو جیسے ھندو کے پاس آئے مگر محمد علی جناح سب کو کھٹکنے لگے خصوصا موتی لال نہرو کو اپنے بیٹے جواھر لال نہرو کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا اس لئے محمد علی جناح کو اس قدر تنگ کیا گیا کہ وہ کانگریس چھوڑنے پر مجبور ہو گئے!

ھندو اپنے عزائم کو مسلمانوں سے مخفی رکھنا چاہتے تھے تا کہ وہ کسی نہ کسی طرح چپ چاپ ھندو کانگریس کی لائن لیتے رہیں اور اپنے مستقبل یا اپنے حقوق کی بات ہی نہ سوچیں مگر محمد علی جناح ھندو کے ان مکارانہ عزائم کی موت بنکر آئے تھے! سیاسی حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ وہ محمد علی جناح جو سروجنی نائیڈو کے لئے ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے، ھندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہو گئے! ھندو قیادت نے مسلمانوں کو آئینی حقوق دینے کے بجائے تقسیم کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا! قائداعظم بھی متحدہ ھندوستان کے قائل تھے مگر اس شرط کے ساتھ کہ مستقبل کے ھندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کو آئینی تحفظ مل جائے، بدنیت ھندو مسلمانوں سے انتقام لینے کے شوق میں یہ آئینی تحفظ دینے کے لئے تیار نہ ہوئے اور تقسیم ھند کو روکنے میں ساری طاقت صرف کر دی حتی کہ گاندھی نے بٹوارے کو گئو ماتا کی بوٹی کھانے کے مترادف قرار دیا لیکن حالات کے جبر کے باعث تقسیم ناگزیر ہو گئی، ھندو کے منصوبے خاک میں مل گئے جس کا ھندو کو بہت رنج ہوا! یہ چوتھا سبب ہے جس نے مسلمان کے خلاف ھندو کے دل میں نفرت کا بارود بھر دیا!

Marfat.com

جب تقسیم ناگزیر ہوگئی تو ھندو بنیا آخری ڈنڈی مارنے پر کمر بستہ ہوگیا، انگریز نے تقسیم کے لئے جو اصولی سکیم منظور کی تھی وہ انصاف پر مبنی تھی مگر ھندو نے انگریز کے ساتھ ساز باز کر کے اس منصفانہ اصولی سکیم میں رد بدل کر دیا اور بزعم خویش جناح کو ایسا کٹا پھٹا پاکستان دیا جو چار دن بھی نہیں چل سکتا تھا مگر ھندو کی بد نیتی اور بدخواہی کے باوجود پاکستان نہ صرف بنا بلکہ قائم و دائم بھی ہے! پہلے دن سے ہی ھندو اس دولتِ خداداد کے درپے ہے، انگریز سے ملنے والے مالی اثاثوں میں سے پاکستان کو اس کا جائز حصہ بھی نہ دیا، پھر مقامی اور بین الاقوامی سازشیوں سے ملکر پاکستان کو دولخت بھی کر دیا، مسائل کا انبار لگا دیا جو روز بروز الجھتے جا رہے ہیں کیونکہ ھندو انہیں حل نہیں کرنا چاہتا، ھندو کے قومی ایجنڈے میں کشمیر سمیت تمام مسائل کا حل ایک ہے اور وہ ہے اکھنڈ بھارت اور رام راج! اس طرح تمام مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے!! (۵)

غربت اور افلاس کی دلدل میں پھنسا ہوا ایٹمی بھارت ھندو کے نزدیک اتنا بڑا ملک ہے کہ اسے فوری طور پر اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کا رکن بن جانا چاہیے اور اسے صبح کے بجائے آج شام ہی چین سے بڑا ملک بن جانا چاہیے بلکہ دنیا کا سب سے بڑا ملک مان لیا جائے! مگر جب وہ نقشہ پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایٹمی پاکستان بہت چبھتا ہے! ھندو کے خیال میں اگر چھوٹے چھوٹے تمام سارک ممالک اپنی آزادی کو قربان کر کے اکھنڈ بھارت کا حصہ بن جائیں تو پھر برہمن خوب ناچے گا لیکن جب تک پاکستان ہے ھندو کی تمام آرزوئیں خاک ہیں! اور یہ پانچواں سبب ہے جس نے ھندو کے دل میں مسلمان کی نفرت اور عداوت کے بھانبھڑ مچا دیئے ہیں! اب وہ اس کوشش میں ہے کہ کسی طرح اسرائیل اور انکل سام کی مدد سے پاکستان کے ایٹمی اثاثے تباہ کر دے تو لالہ لبھو رام کی وہ دھشت اور خوف ختم ہو جائے جو وہ پاکستان کے ایٹمی اسلحہ کے باعث محسوس کرتا ہے! اس وقت ھندو تمام جتن کر رہا ہے کہ کسی طرح نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جارج بش کی جنگ کا آخری مرحلہ یہی ہو کہ پاکستان کا ایٹمی اسلحہ دھشت گردوں کے ہاتھ لگنے کا

Marfat.com

خدشہ ہے اس لئے عالمی صہیونیت کے گماشتے کم سے کم برہمن کی یہ آخری آرزو تو پوری کر دیں مگر "این خیال است ومحال است وجنوں!"

تو یہ ہیں وہ بعض نفسیاتی پے در پے صدمات اور حوادث جن سے ھندو کی نفرت، عداوت اور بغض میں شدت آتی گئی ہے مگر ان کا ذمہ دار وہ خود ہے اس میں مسلمان کا کوئی دخل نہیں، مسلمان نے اب تک جو کچھ بھی کیا ہے وہ صرف جان اور ایمان بچانے کا تقاضا تھا مگر اب کوئی نہ کوئی ایسا حادثہ یا صدمہ ہوسکتا ہے جس سے نفرت، بغض اور تلخی کا یہ ھندو پھوڑا پھوٹ جائے گا اور جب ایک دفعہ پھوڑے کا زہریلا مادہ نکل گیا تو برعظیم میں امن، چین اور سکون کا دور دورہ بھی ہو سکتا ہے اور جتنا جلدی یہ پھوڑا پھوٹ جائے اتنا ہی بہتر ہے ورنہ ھندو نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے مسلمان کو اب دیوار سے لگا دیا ہے، اس کے لئے اب آگے جانے کا کوئی رستہ نہیں ہے!

سب سے پہلے تو ھندو کو یہ غلط فہمی دُور کر لینا چاہیے کہ صرف وہ یہاں کا اصل باشندہ ہے اور مسلمان تو باہر سے یہاں آن گھسے ہیں! حقیقت میں برہمن بنیا آریائی لوگ بھی باہر سے آئے ہیں، مسلمانوں کی آمد سے پہلے سہی مگر وہ بھی یہاں کے اصل باشندے نہیں ہیں، یہاں کے اصل باشندے تو دراوڑ ہیں جنہیں برہمن نے اچھوت بنا کر اپنی نوکری چاکری پر لگا رکھا ہے اور انہیں اپنے سے کم تر مخلوق سمجھا ہے! اب برہمن کا تاریک دور گذر گیا ہے اب ان اچھوتوں کو محض ہری جن یا بھگوان کے بچے کہکر زبانی کلامی خوش نہیں رکھا جا سکتا! اب تو نسلی برتری کو اقوام متحدہ کے تحقیقی ادارے اور مسلم سائنسدان غلط ثابت کر چکے ہیں اور یہ بتا چکے ہیں کہ تمام انسانی نسلوں کے جینز یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی اصل کی شاخیں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں! یعنی وہ حقیقت جسے چودہ صدیاں پہلے قرآن کریم نے عیاں کر دیا تھا اور محسنِ انسانیت ﷺ نے دین اخوت ومساوات کا اعلان فرما کر رنگ ونسل اور عرب وعجم کو برابر قرار دے دیا تھا، فضیلت کا معیار صرف تقوی تھا جس کا مطلب ہے اللہ تعالی کا بہترین بندہ اور خلق خدا کو سب سے زیادہ خادمانہ

Marfat.com

نفع پہنچانے والا !اس لئے اب اخوت ومساوات کا دور ہوگا تاریک زمانوں کی بے معنی اور بے اصل نسل پرستی کا دوراب ہمیشہ کے لئے جاچکا ہےاب جو پرامن بقائے باہمی کا انکار کرے گا اس کا حشر وہی ہوگا جو جنوبی افریقہ میں نیلسن منڈیلا کے ہاتھوں نسل پرست گوروں کا ہو چکا ہے!

اس وقت کرنے کا کام یہ ہے کہ اسلحہ سازی یا قیام امن کی بھیک مانگنے کے بجائے دنیا کو یہ بتایا جائے کہ برہمن نسلی برتری کے غرور میں مبتلا ہےاور دوسرے انسانوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کا قائل ہی نہیں ہے!برہمن نے مسلمان کو ملیچھ، ناپاک اور نجاست قرار دیکر اور پرامن بقائے باہمی سے انکار کر کے مسلمان کو دیوار سے لگا دیا تھا اور وہ پاکستان کے نام سے الگ وطن قائم کر نے پر مجبور کر دیا گیا تھا! مسلمان نے کل بھی اور آج بھی بقائے نفس اور عزت، آزادی اور خوشحال زندگی کی آرزو کی تھی اور آج بھی وہ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے!وہ زبردستی اپنا مذہب چھوڑ کر ہندو معاشرہ میں جذب ہونے اور اپنا وجود کھونے کے لئے تیار نہیں! یہی تھا نظریہ پاکستان اور یہی ہے نظریہ پاکستان! یہ کہنا کہ اسلامی مذہبی حکومت کا قیام نظریہ پاکستان تھا تو مسلم لیگ کا اصل مطالبہ یہ نہیں تھا، اگر ایسے ہوتا تو کوئی مسلمان بھی تحریک پاکستان سے باہر نہ رہتا! حکومت الہیہ اور خلافت کا قیام تو بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کا نعرہ تھا، قائداعظم نے بھی آئین کا ماخذ قرآن کریم کو بعد میں تسلیم کیا! مگر پاکستان کے مطالبہ میں کہیں بھی فرقہ پرستی اور لوٹ کھسوٹ پر کمر بستہ اشرافیہ کا ذکر نہ تھا! میں ذاتی طور پر قرآن وسنت کو ماخذ آئین بنا کر اسلام کے عادلانہ معاشی، معاشرتی اور اخلاقی نظام کا آرزومند ہوں، مگر مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا گلا کاٹنے والی فرقہ پرستی اور لوٹ کھسوٹ کی قائل اشرافیہ کو مسترد کرتا ہوں! یہ اشرافیہ وہ ہے جو پنجاب، سندھ اور سرحد میں انگریز کے ٹوڈی وڈیروں پر مشتمل ہے انہوں نے پنجاب کے یونینسٹوں کی مدد سے 1938ء میں مسلم لیگ کو ہائی جیک کیا اور پھر 1948ء میں قائداعظم کی وفات کے بعد سے پاکستان کو ہائی جیک کر رکھا ہے، اب ان میں جرنیل شاہی اور نوکر شاہی کے بعض پرزے بھی شامل ہو گئے ہیں اور

Marfat.com

یہ پاکستان کے غریب عوام کی قسمت کے مالک بنے بیٹھے ہیں! یہی اشرافیہ ہے جو فرقہ پرستیوں کو پیسہ دی کر مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا گلا کٹواتی ہے تا کہ افراتفری مچی رہے اور عام لوگ اپنی مرضی سے سلطانیٔ جمہور کے لئے ترستے رہیں!! ضرورت ہے کہ علمی سطح پر ہندو شناسی کو عام کیا جائے، برعظیم کے مسلمانوں کے صحیح اور منصفانہ موقف سے دنیا کو آگاہ کیا جائے تو کشمیر سمیت تمام انسانی مسائل کے منصفانہ حل کے لئے روشن ضمیر دنیا کی حمایت مل سکتی ہے اور ہندو مزاج مسلمانوں کو سفیر وزیر اور صدر جمہوریہ بنا کر دنیا کو فریب دینے والے لالہ لبھو رام کو بے نقاب کیا جاسکتا ہے!! پاکستان اور برعظیم کی ملت اسلامیہ کے خیر خواہوں کو عالمی سطح پر دشواریوں کے باوجود یہ کام کرنا ہوگا! یہی وہ نصیحت اور وصیت ہے جو ہمارے لئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ بطور یادگاری ورثہ چھوڑ گئے ہیں! ہمیں اپنی بقا کی خاطر ان کی نصیحت پر عمل کرنا ہوگا، ان کی وصیت کو ماننا اور نافذ کرنا ہوگا اور اس یادگاری ورثہ کو گلے سے لگانا ہوگا! اس یادگاری ورثہ کی نمایاں بات ہندو شناسی اور مسلمانان ہندو مزاج سے آگاہ رہنا ہے (٦)! ساٹھ سالہ تاریخ کے باوجود ابھی تک ہم اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ایک زندہ قوم نہیں بن سکے! قوموں کی بقا کا راز اپنی میراث اور یادگاروں کو حرز جاں بنانے میں مضمر ہے! ہم نے اگر حضرت مجدد کے یادگاری ورثہ کو گلے سے نہ لگایا اور ہندو شناسی سے کام نہ لیا تو قدم قدم پر لٹتے اور زک اٹھاتے رہیں گے! اگر ہم نے ہندو مزاج اور ہندو نواز مسلمان لیڈروں کو نہ پہچانا تو کسی نہ کسی "اکبر شاہ" کے ہاتھوں بدھ مت اور جین مت کے گھاٹ اترتے رہیں گے!!

آج داخلی سطح پر ہم دست و گریباں ہیں، افراتفری اور انتشار کا شکار ہیں جبکہ بیرونی سطح پر ہم کہیں بھی اپنی پہچان نہیں کروا پائے! بھارت کے مقابلہ میں نسبتاً ہم چھوٹا ملک سہی مگر اتنے چھوٹے بھی نہیں! ہم ایک ہزار سالہ شاندار تاریخ کے وارث ہیں! ہم نے برعظیم کو قابل فخر تاریخ دی ہے اور شاندار روایات اور یادگاریں عطا کی ہیں! اگر ہم اس عظیم الشان تاریخ سے دست

Marfat.com

بردار ہو گئے تو یہ اپنے آباواجداد سے بے وفائی اور بزرگوں کی عظمتوں سے غداری ہوگی! برعظیم کی تاریخ سے اسلام اور مسلمان کا نام محو کرانے کے مجرم گردانے جائیں گے! یہاں پر ہماری تاریخ ہندو کے مقابلہ میں مختصر سہی مگر اسلامی تاریخ ہندو کی تاریخ سے زیادہ شاندار، زیادہ عظمتوں سے لبریز اور متنوع روایات سے پر ہے! ہم اس شاندار تاریخ اور قابل فخر روایات و آثار سے کیسے دستبردار یا لاتعلق ہو سکتے ہیں!! ہمیں اپنی تاریخ کو اور اپنے آثار و روایات کو نہ صرف یاد اور از بر رکھنا ہوگا بلکہ ماضی کی ان شاندار و قابل فخر عمارات پر اپنے حال و مستقبل کی عظیم و جلیل عمارات تعمیر کرنا ہونگی! ماضی کی ان عمارات سے ہندو کا اتنا تعلق نہیں جتنا ہمارا ہے بلکہ وہ تو اس تاریخ کو بھی حسد و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، اس کا اگر بس چلے تو وہ تاج محل کو بھی پرتھوی راج اور سیوا جی سے منسوب کر لے! برعظیم کو یہ حیرت انگیز عجائبات ہم نے دیئے ہیں! مگر ان کے وارث ہم تب ہی بن سکتے ہیں جب ہم ہندومت میں جذب ہونے کی بجائے اپنی ملت کے تشخص کو خونخوار ہندو اکثریت کے شر سے محفوظ رکھ سکیں گے! اس ملت کا تحفظ اس کے ستونوں کے تحفظ و احترام سے وابستہ ہے! اور یہ ستون ہیں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت علامہ محمد اقبال اور قائداعظم رحمہم اللہ!!

پاکستان ثمر ہے مسلمان کے جمہوری فیصلہ اور آزاد نہ رائے کا مگر اپنے قائداعظم کے غیر متزلزل عزم اور نا قابل شکست ارادے سے بیسویں صدی کے معجزہ اسلام اسلامی جمہوریہ پاکستان کو وجود عطا کرنے والی امت اسلامیہ کو ساٹھ سالوں میں کس کس رسوائی سے دوچار نہیں کیا گیا، کس کس کرب سے نہیں گزارا گیا اور کس کس محرومی کا مزہ نہیں چکھایا گیا؟! اور یہ سب کچھ ان اپنوں کے ہاتھوں ہوا جو رہبری کی بجائے رھزنی کرتے رہے! انگریز کے وہی ٹوڈی قائداعظم اور ان کے جمہور مسلمین کے پاکستان پر بھیڑیئے بنکر جھپٹ پڑے اور گدھے بنکر اسے ساٹھ سال سے نوچ رہے ہیں جو اس کے وجود کے ہی خلاف تھے اور جن کے خوشامدی اور ملت فروش بڑوں نے غداری کے عوض انگریز سے جاگیریں حاصل کیں تھیں! انہیں ٹوڈیوں نے انگریز کی پروردہ

Marfat.com

نوکر شاہی کو انگریز سے بھی زیادہ فرعونی انداز میں جمہور کو ذلیل کرنے کا لائیسنس دے دیا اور جرنیلی سیاست کے ہاتھ میں دے دیا! نتیجہ یہ ہے کہ گزشتہ ساٹھ سالوں میں "نم" سے محروم اقبال کی "یہ زرخیز مٹی" ایک سو بیس سال پیچھے کی دلدل کا رنگ اختیار کر چکی ہے! وڈیرے، جرنیل اور بیوروکریٹ نے لاقانونیت کو قانون، کرپشن کو اصول اور بے ایمانی کو اخلاق بنالیا ہے! چنانچہ قانون شکنی قوم کا غرور، حرام خوری ایک ہنر اور دوسرے کی حق تلفی قومی کھیل بن گئی ہے! قوم کا مزاج انگریزی سامراج کے عہد سے بھی زیادہ بگڑ گیا ہے! یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ پاکستان بنانے والے جمہور عوام سے ان کا جمہوری حق غاصبوں نے چھین لیا ہے! صرف دس سال کے قلیل عرصہ میں ایک دبلے پتلے نڈر اور پرعزم قائد کی قیادت میں ہندو۔۔انگریز سازشوں کے باوجود اپنے وقت کی سب سے بڑی اسلامی مملکت بنانے والے ساٹھ سال میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکے!؟ الٹا ساٹھ سال اور پیچھے چلے گئے ہیں! اس بدنصیب قوم کا جمہوری حق غصب کرنے والے اس کے مقدر سے کھیلتے چلے آرہے ہیں! ایک جرنیل آیا اور جمہوری حق کی طرف بڑھنے والی قوم کی راہ میں مارشل لاء کے کانٹے بچھادئے، دوسرا آیا تو نہری پانی کا سودا کرلیا، تیسرا آیا تو آدھا ملک ہی گنوادیا، چوتھا آیا تو اس نے سیاچین میں قوم کے سر اور دماغ پر دشمن کو بٹھادیا اور یہ کہہ کر کھسیانی ہنسی ہنس دیا کہ سیاچین پر تو گھاس بھی نہیں اگتی! اب خیر سے پانچویں سوار تشریف لائے ہیں تو افغانستان کے مسلمانوں کو طوفان کے تھپیڑوں کے سپرد کردیا ہے، ایک یہود پرور، ہندونواز اور اسلام دشمن سامراجی فرعون کو وطن کی سرزمین پر مفت میں ڈیرہ ڈالنے کا لائسنس دے دیا اور خدا جانے اب کشمیر پر سودے بازی میں "ہندونوازی" کہاں جا پہنچتی ہے۔

پاکستان مسلمان کی آزادانہ رائے اور جمہوری ووٹ سے بنا اور اب اسے عام مسلمان کی آزادانہ مرضی اور جمہوری ووٹ ہی قائم دائم رکھ سکتا ہے! برعظیم کی ملت اسلامیہ کو جمہوری ووٹ سے یہ ملک بنانے کا حق اللہ کے نظام قدرت نے ہندو اور انگریز سے چھین کر دیا

Marfat.com

جس کے پس منظر میں حضرت مجدد اور حضرت علامہ کی بروقت بیداری اور فیصلہ کن گھڑیوں میں فیصلہ کن اقدامات کارفرما تھے! حضرت مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی اور انہوں نے بر وقت بیدار ہو کر الحاد اور ہندو کی فریب کاری کے طوفان کا رخ موڑ دیا! یہ اسی مرد درویش کے افکار اور عملی خطوط تھے جنہوں نے تین سو سال بعد بروقت خبرداری سے آزاد اسلامی وطن کے قیام کا اعلان کر دیا اور پھر فیصلہ کن گھڑیوں میں قائد اور قوم کے درمیان بروقت اعتماد کی وہ فضا قائم کر دی جس میں مسلمان قوم کے عزم کے سامنے ہندو اور انگریز کی مشترکہ سازشوں اور فریب کاریوں کو سرنگوں ہونا پڑا اور قائداعظم کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ قدرت ربانی کا فیصلہ بن گئے کہ پاکستان کا قیام اللہ تعالیٰ کی منشا اور ارادہ ہے جو ہر حال میں پورا ہوتا ہے اور ہو گیا! 1947ء میں پاکستان بن گیا! مگر جو ملک قائداعظم نے ہندو اور انگریز سے چھین کر جمہور مسلمین کو دیا تھا اس کی بقا کے لئے جمہور کا حق غصب کرنے والے اس ہندو کی خوشامد سے مسائل حل کرنے کے فریب میں گرفتار ہیں! اگر یہی کرنا تھا تو پھر ایک الگ ملک کے لئے اتنی قربانیاں دینے کی کیا ضرورت تھی؟ ہندو مزاجی اور ہندو نوازی ہی کرنا تھی تو وہ تو اکبری عہد سے ہی جاری تھی!!

اگر فکر مجدد ہماری رہنما نہ رہی اور اقبال و قائد کے ارشادات کو ہی ہم نے پس پشت ڈال دیا تو پھر نہ تو ہماری بقا ممکن ہے اور نہ باقی رہنے کی ضرورت ہے! مجدد کو بھول گئے تو ہم ہندو کے فریب میں آ گئے اور قائد کے ارشادات پر عمل نہ کیا تو پھر ہماری عزت و آزادی کی زندگی ہندو کی نذر ہو گئی لیکن اقبال کو فراموش کر دیا تو ہم اپنے انفرادی وجود سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے! اگر برعظیم کی ملت اسلامیہ اپنے ان تین ستونوں سے محروم ہو گئی تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے! لیکن ہمیں اس غلط فہمی میں بھی مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ ہمارے آباواجداد کو قدم قدم پر زک پہنچانے والا ہندو ہمیں بحیثیت مسلمان برداشت کر لے گا یا ہم سے بدعہدی اور بے وفائی نہیں کرے گا یا موقع پا کر بھی ہم سے درگزر کرے گا! ہندو معاشرہ میں جذب ہونے کی صورت میں بھی ہمیں برہمن

Marfat.com

یا بنیا کا سا درجہ نہیں ملے گا بلکہ چوتھے طبقہ اچھوت سے بھی نیچے پانچواں طبقہ بنکر اچھوتوں کے اچھوت کا مرتبہ قبول کرنا پڑے گا! ہمارے جو نام نہاد لیڈر ہندو سے کسی بھلائی کی امید موہوم رکھتے ہیں تو وہ کہیں جا کر اپنے دل و دماغ کا علاج کرائیں! ہندو صرف طاقت یا لالچ کی زبان جانتا ہے تو اگر کوئی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اسے مسلمانوں کی قیادت کا دعوی بھول جانا چاہیے اور جس میں ہندو کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے اس کی نہ پاکستان کو ضرورت ہے اور نہ وہ برعظیم کی ملت اسلامیہ پر کوئی حق رکھتا ہے! اس باب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے برعظیم کی ملت اسلامیہ کی بقا، عزت اور آزادی کے لئے جو عملی خطوط تجویز کئے ہیں ان سے اعراض و انحراف مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان پروانہ موت کے سوا اور کچھ نہیں! ان کے یہی افکار اور عملی خطوط تھے جو ملت اسلامیہ کے بہی خواہ اور مخلص زعماء نے اختیار کئے، ان میں رنگ بھرتے گئے اور ان کی نوک پلک سنوارتے گئے حتی کہ مسلمانوں کو جداگانہ انتخابات کا اصول (ہندو اور انگریز دونوں سے) منوا کر اپنا مستقبل محفوظ کروانے کا موقع میسر آ گیا! یہی اصول 1947ء میں قیام پاکستان پر منتج ہوا!

حضرت مجدد اپنے مشاھدات، تجربات اور وسیع معلومات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ ہندو برہمن بہت گھمنڈی اور اور ہٹ دھرم واقع ہوا ہے، وہ کسی بھی معقول بات کو جو اس کے مفاد میں نہ ہو آسانی سے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس لئے اسے قائل کرنا تقریباً ناممکن ہے! ایسا گروہ اگر ہموطن یا ہمسایہ بن جائے تو جینا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر اس سے کام پڑ جائے تو کامیابی کی صورت معدوم ہی رہتی ہے لیکن جب یہ گروہ اکثریت یا حکمرانی کے منصب پر فائز ہو جائے تو اس سے کسی منصفانہ فیصلہ کی توقع محال ہے، چونکہ ہندوستان میں ہندو کی اکثریت ہے اس لئے وہ موقع بموقع مسلمان پر ظلم و زیادتی سے بھی باز نہیں رہے گا، بھارت کی گزشتہ ساٹھ سالہ تاریخ اس کی تائید کے لئے کافی ہے، ایسے مین مسلمانوں کو بھی سخت سے سخت رویہ اپنانا چاہیے اور ہندو اکثریت یا حکمران کی چیرہ دستیوں کے سد باب کے لئے تیار رہنا چاہیے! ایسے مواقع پر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ:

Marfat.com

1) اپنی صفوں میں مکمل اتحاد رکھیں اور ہندو کے مقابلے میں یک آواز اور یک زبان رہیں۔

2) کسی قسم کی بھی نرمی، رعایت یا سہولت ہندو کو کبھی فیصلے بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتی اس لئے ہندو کے مقابلے میں مسلمان کو بھی سخت بلکہ متشددانہ موقف اختیار کرنا چاہیے، گزشتہ ساٹھ سال سے بھارت کے ساتھ پاکستان کے مذاکرات امن و دوستی اس پر گواہ ہیں!

3) ہندو چونکہ بے رحم اور سنگدل واقع ہوا ہے اس لئے وہ مسلمانوں پر ظلم بھی کرتا ہے اس لئے مسلمان کو ایسی صورت حال کا سامنا کرنے کے لئے ذہنی اور عملی طور پر تیار رہنا چاہیے! ہندو کا ظلم سہنے کے لئے مسلمان کو کبھی تیار نہیں ہونا چاہیے! بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لئے تیار رہے۔

4) ہندو بنیادی طور پر بزدل واقع ہوا ہے اور موت سے ڈرتا ہے اس لئے اس کا اصل ہتھیار مکاری فریب کاری اور دھوکہ بازی ہے، اس لئے ہندو پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، جو بھی بھروسہ کرے گا وہ بالآخر دھوکہ کھائے گا۔

5) ہندو فطرتی طور پر بدعہد اور بے وفا ہے، بات کر کے مکر جاتا ہے، وفا کی اس سے امید رکھنا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، کمزور کے ساتھ اپنے عہد و پیمان کو تو ہندو خاطر میں ہی نہیں لاتا، حیلے بہانے سے کئے گئے معاہدہ سے پھر جانا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے!

پاکستان کی قیادت کو ایسے ہی ہندو سے پالا پڑنا ہے اس لئے ان حقائق پر نظر رکھنا ضروری ہے اور ہندو سے معاملات کرتے وقت کسی کمزوری، مشکل مجبوری کا اظہار کرنا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا چلانا ہے! ان حقائق سے آگاہی کا نام ہم نے "ہندو شناسی" رکھا ہے، اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو اپنی صفوں میں یا برسر قیادت کسی "ہندو مزاج مسلمان" کو گوارا نہیں کرنا چاہیے! گزشتہ تین چار صدیوں میں خصوصا اکبری عہد اور تحریک آزادی کے دوران میں اور پھر آزادی کے بعد دکھاوے کے لئے مسلمانان ہندو مزاج کا سفیر، وزیر یا صدر جمہوریہ بننا اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت نقصان دہ رہا ہے بلکہ ہندو سے ہندو مزاج مسلمان زیادہ خطرناک ہے!

Marfat.com

حضرت مجدد کی فکر صائب ہمارے پاکستان کے مستقبل کے لئے مشعل راہ ہے اس لئے نئی نسل کو فکر مجدد سے کما حقہ آگاہ رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے یہ جانتے ہوئے کہ سرسید، اقبال اور جناح سب زعمائے تحریک پاکستان حضرت مجدد کے خوشہ چین رہے ہیں، ڈاکٹر فضل الرحمٰن مرحوم ٹھیک کہتے ہیں۔

"He (Mujaddid) ranks among the class of reformers (like) Ibn Taymayyah,his style is at times unusually telling and modern. In this sense , with all the richness of his thought, Iqbal has but simply rendered in magical poetry what Shaikh Ahmad, the Mujaddid, had preached as his central them three hundred years before!"

Marfat.com

بھولا بھالا مسلمان!

مسلمان کی اصل بیماری بھولا پن اور سادگی ہے اور حقیقی کمزوری علمی پسماندگی ہے، یہ جو حدیث منقول ہے کہ **المؤمن غر کریم** (مومن تو صاف دل اور پروقار ہوتا ہے) تو اس سے وہ سادہ لوحی مراد نہیں کہ مسلمان بالکل ہی کورا ہوتا ہے ، ''غـــر'' اس سادگی والے کو کہتے ہیں جو صاف گو ہو دھوکے باز نہ ہو لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمان بھولا بادشاہ ہے جسے دنیا کا پتہ ہی نہیں رسول اللہ ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ مومن کی فراست اور دور بینی سے ڈرو! کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے! آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ **المؤ من القوی خیر من المؤمن الضعیف** (طاقتور مومن کمزور مومن سے افضل ہے)!

مسلمانوں کی بھولے پن کی اصل بیماری کا سبب (جس میں وہ صدیوں سے مبتلا ہے) دراصل علم سے محرومی ہے! وہ علم اور آگاہی میں دنیا سے پیچھے رہ گیا ہے اس لیے وہ ہر میدان میں اغیار سے مات کھا رہا ہے! چونکہ وہ علمی طور پر پسماندہ اور کمزور ہے اس لیے ذہنی اور عقلی طور پر بھی پسماندہ ہے! مومن کی شان تو وہ ہے جو اقبال نے بیان کی ہے وہی کہ جو گفتار اور کردار میں اللہ کی برھان ہے!

اس سادگی اور پسماندگی کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف اغیار کا محتاج اور دریوزہ گر ہے بلکہ ہر کام میں اور ہر قدم پر نقالی پر مجبور ہے دشمنانِ اسلام ایک ہتھیار استعمال کر چکے ہوتے ہیں اور اس سے مسلمانوں کو اپنی مرضی کا نقصان پہنچا چکے ہوتے ہیں پھر اس ہتھیار کو ناکارہ قرار دیکر پھینک چکے ہوتے ہیں تب اسے مسلمان اٹھا لیتے ہیں! نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس

Marfat.com

خوفناک یا شرمناک ہتھیار کے موجد اور ذمہ دار مسلمان قرار دے یئے جاتے ہیں اور تمام ملبہ ان پر ڈال دیا جاتا ہے، جبکہ ''دشمن'' صاف بچ کر نکل جاتے ہیں ! اس کی واضح اور تازہ مثال دھشت گردی ہے جس کا تمام ملبہ مسلمان پر ڈال دیا گیا ہے جبکہ یہودی اپنا مطلب ومقصد پورا کر کے (اسرائیل قائم کر کے جو دھشت گردی کی پیداوار ہے!) ایک طرف ہو گیا ہے ! حالانکہ یہودی مسلمانوں کی موجودہ دھشت گردی کا نہ صرف موجد ہے بلکہ دھشت گردی کے بیشتر مسلم ڈراموں کا مصنف بھی یہی یہودی ہی ہے ! مگر یہودیت زدہ عالمی ذرائع ابلاغ تمام دھشت گردی مسلمانوں کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں ! حتی کہ فلسطین وکشمیر کے مسلمانوں کا جہادِ آزادی بھی دھشت گردی قرار دے دی گئی ہے شام کے سابق صدر حافظ الاسد نے پہلے دن ہی دھشت گردی کی تعریف کرنے اور جہادِ آزادی اور دھشت گردی میں فرق کرنے کا مطالبہ کیا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے جب ''افغان جہاد'' سے امریکہ کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور یہود وہنود کے سب سے پہلے ایجاد کردہ نعرے ''بنیاد پرست'' کو کام میں لاتے ہوئے وہ ان مسلمان مجاھدین کو بدنام کرنے کے لیے پر تول رہا تھا جنہیں خود امریکہ اور مغرب دنیا بھر سے اکٹھا کر کے لائے تھے اور اب خطرہ تھا کہ یہ مجاھدین فلسطین اور کشمیر کا رخ کریں گے، لیکن مسلمانوں کے لیے ''بنیاد پرست'' کا نعرہ بے اثر اور بے بنیاد ثابت ہو گیا تب عالمی صہیونیت اور اس کے گماشتوں نے اسرائیلی یہودیوں کی ٹوپی (دھشت گرد) اتار کر ان مسلمان مجاھدین کے سر پر رکھ دی اور پھر کچھ ڈرامے کیے جن میں مسلمانوں کو بھی ملوث کیا گیا ! چنانچہ اب دھشت گرد صرف مسلمان ہیں جارج بش اور ٹونی بلیئر سفید جھوٹ بول کر صدام سمیت دس لاکھ عراقی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے باوجود بھی دھشت گرد نہیں ہیں ! حافظ الاسد فوت ہو گئے اور باقی مسلمان حکمران گونگے اور امریکہ کے مرغانِ دست آموز ہیں، منقار زیر پر ہیں حافظ الاسد کی آواز میں آواز ملانے کی بھی کسی کو جرأت نہ ہو سکی حتی کہ بول بھی نہیں سکتے بس برادر کشی میں لگے ہوئے ہیں !

Marfat.com

ایسے ہی سادہ لوح مسلمان وہ تھے جو اکبری عہد میں ہندو برھمن کے آلہ کار بنے تھے اور جنہیں حضرت مجدد نے ''مسلمانانِ ھندو مزاج'' کا لقب دیا تھا، مسلمانوں کی یہ قسم آج بھی موجود ہے مگر انگریزی سامراج کے دورِ پرشرور میں تحریکِ آزادی کے دوران ھندو کانگرس نے ان مسلمانانِ ھندو مزاج کی نئی ترقی یافتہ قسم بھی ایجاد کی تھی اور یہ تھی ''گاندھی بھگت'' کانگرس کے مفلس و قلاش مسلمان ورکر اس ''لقب'' سے مست ہو کر جھومتے تھے اور تحریک پاکستان کی مخالفت میں نعرے لگا کر ایک دوسرے کو چومتے تھے!

دس سال پیچھے کی بات ہے دلی کے ایک ''گاندھی بھگت مولانا'' سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے: عربی فارسی کی شد بد تھی اس لیے مولانا آزاد نے کچھ مالی امداد کروادی جس سے میں نے اردو، فارسی اور عربی کتابوں کی دکان کھول لی مگر چند سال بعد پتہ چلا کہ اب تو ھندی کتابوں کا چل چلاؤ ہے ''مگر مجھے ھندی لکھنا پڑھنا نہیں آتی تھی، پھر چند سال بعد دلی کے بازاروں میں ہر طرف سائن بورڈ بھی ھندی میں آ گئے، اخبارات و رسائل بھی ھندی میں اور کتابیں بھی ھندی میں! مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ایک ہی لڑکا ہے جو ھندی سکولوں میں پڑھا ہے اردو خط سے ہی ناواقف ہے اب وہ میری دکان پر بیٹھ کر میری جان کو روتا ہے کہ میں تو اردو کتابوں کے نام بھی نہیں پڑھ سکتا !اب تو ھندی لٹریچر بھی فروخت کے لیے رکھ لیا ہے مگر میں ھندی کتابوں کے نام بھی نہیں پڑھ سکتا اس لیے ہم دونوں باپ بیٹا دکان پر بیٹھنے کے لیے مجبور ہیں چنانچہ جب وہ نہیں ہوتا تو ھندی کتابیں نہیں بک سکتیں اور جب میں نہیں ہوتا تو اردو فارسی کتابوں کا کام ٹھپ ہو جاتا ہے!

گاندھی بھگت مولانا مجھ سے پوچھنے لگے: ارے میاں تمہارے ہاں اردو فارسی کتابوں کی جگہ اب کس خط کی کتابیں بکتی ہیں؟

میں نے کہا! حضرت ہمارے ہاں تو حسب سابق اردو فارسی ہی کا زور ہے!

وہ حیرت اور حسرت سے میرا منہ تکنے لگے!

Marfat.com

میں نے چبھتا ہوا سوال بھی پوچھ ہی لیا: حضرت تقسیم سے پہلے میرا مطلب ہے آزادی سے پہلے کبھی آپ کو یہ خیال نہیں آیا تھا کہ ھندو اکثریت آپ پر اپنی زبان اور اس کا رسم الخط زبر دستی ٹھونس دے گی؟

"نہیں بھائی! یہ تو ہمارے بڑوں نے کبھی تصور ہی نہیں کیا تھا!!"

"تو پھر آپ اور آپ کے بڑے کیا تصور کرتے تھے؟"

"بس یہی کہ شاہی قلعہ میں اور صدارتی محل میں کوئی بہادر شاہ ظفر تخت پر ہوگا! سب ھندو اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہونگے، حکم اس کا چلے گا مگر اس کو بجالانے والے کوئی نہ کوئی بھگوان داس اور مان سنگھ ہونگے!! سرکار دربار کی زبان فارسی یا اردو ہوگی اور ہم جیسے اردو فارسی کے ماہروں کی ایک شان ہوگی!!"

میں نے پوچھا: "حضرت! آپ کو یہ علم نہیں ہوا تھا کہ گاندھی صاحب نے اردو کو آزاد ھندوستان کی زبان ماننے سے اس لیے انکار کیا تھا کہ اس کے خط سے قرآن کی بو آتی ہے! مجھے اردو صرف اس وقت قبول ہو سکتی ہے جب یہ ھندی کے خط میں لکھی جائے گی؟!"

"نہیں بھائی ہمارے تو بڑوں کو بھی اس کا علم نہ تھا! گاندھی جی کی ایسی باتیں ہم گاندھی بھگتوں کو نہیں بتائی جاتیں تھیں! اب تو غریب مسلمانوں کے بچے مسجد سکولوں میں اردو فارسی پڑھتے ہیں، سرکاری نوکریاں صرف ھندی جاننے والوں کو ملتی ہیں مگر سکولوں میں ھندی سیکھنے کے لیے غریب مسلمانوں کے بچوں کے لیے جگہ ہی نہیں ہوتی، سب جگہ ھندو ماسٹر ہیں جو ھندو بچوں کو ترجیح دیتے ہیں!!"

میں نے گاندھی بھگت مولانا پر بوجھل سوال بھی دے مارا کہ حضرت آپ کو یہ خیال کبھی نہیں آیا تھا کہ ھندو اکثریت کے طبقاتی معاشرہ میں غریب مسلمانوں کے لیے کیا جگہ ہوگی اور اگر ھندو اکثریت نے آپ کے حقوق غصب کئے تو آپ کدھر جائیں گے؟!

Marfat.com

مولانا نے ایک لمبی آہ بھری اور فرمایا: "بھئی ! یہ کام تو بڑوں کا تھا نا! اس وقت تو تمام کانگرسی کارکن ہندو، سکھ، مسلمان سب گاندھی بھگت تھے، سب ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے بلکہ مسلمان کارکنوں کا زیادہ لحاظ کیا جاتا تھا مگر چند سالوں میں دنیا ہی بدل گئی ! سب ہندو گاندھی بھگتوں نے ہم سے منہ موڑ لئے ! تب ہمیں پتہ چلا کہ وہ ہندو ہیں اور ہم مسلمان ! اس سے پہلے انہوں نے ہمیں یہ احساس کبھی نہیں ہونے دیا تھا!!"

میں نے پوچھ لیا!" تو مولانا! اب آپ ہندو مزاج مسلمان نہیں رہے؟!" "وہ کیا ہوتا ہے؟!"

"جو مسلمان ہندوؤں میں گھل مل جاتا ہے، اس کے لئے مسجد مندر سب ایک ہو جاتے ہیں وہ دیوی دیوتاؤں کے چرن بھی چھو لیتا ہے تا کہ ہندو خوش رہیں، ہندو کے ہاتھ کا کھا پی بھی لیتا ہے اور "با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام" کا قائل ہوتا ہے!!"

"یہ سب کچھ تو میں تھا! مگر اب ہندو گاندھی بھگت کہتے ہیں کہ اب آپ کے مندر میں آنے کی ضرورت نہیں اب تو ہم سب آزاد ہیں!! یہ کیسی آزادی ہے کہ پرانے ساتھیوں کو بھی دھتکارنے لگے ہیں!!"

یہ گاندھی بھگت مولانا کی کہانی ذرا لمبی ہوگئی مگر یہ آگے اور بھی ہے مگر ذرا شرمناک سی ہے اس لئے اسے ابھی محفوظ رکھتے ہیں کہ کہیں پاکستان کے گاندھی بھگت مسلمان، یا "مسلمانان ہندو مزاج" بلکہ "ہندو نواز مسلمان" شاید سننے کی تاب نہ لاسکیں بس اتنا کافی ہے کہ اس کہانی کے باقی حصہ کا تعلق چالاک اور مکار ہندو کی اس روش سے ہے کہ مسلمان گھرانے کی ہر پڑھی لکھی حسین لڑکی پر ہندو کا حق ہے، ماں باپ چاہیں یا نہ چاہیں یہ شادی ہو کر رہتی ہے لیکن کوئی مسلمان نوجوان اگر ہندو لڑکی کو بری نظر سے دیکھ بھی لے تو یہ "پاپ" ہے اور اس کی سزا "مسلے" کو ضرور ملتی ہے!

یہ کہانی کوئی افسانہ نہیں حقیقت ہے بلکہ ایسے دردناک حقائق کے ڈھیر لگ سکتے ہیں

Marfat.com

بتانا صرف یہ ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے اکبری دور کے سنگدل اور خونخوار ہندو کی جو تصویر آج سے چار سو سال پہلے دیکھی تھی اور آنے والی مسلمان نسلوں کے لئے پیش کر گئے ہیں اس کی حقیقت آپ پر عیاں ہو سکے اور کانگرس میں رہ کر محمد علی جناح نے ہندو کے اندر جھانک کر اس کے جس اصلی مکروہ چہرے کو پہچانا تھا وہ غلط نہ تھا! کانگرسی ہندو واقعی تقسیم سے پہلے مسلمان کو اندھیرے میں رکھ کر آزاد ہند میں اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہتا تھا جو ہندو گاندھی بھگتوں نے اپنے گاندھی بھگت مولانا کے ساتھ کیا ہے! قائداعظم نے سچ فرمایا تھا کہ ہندو ایک خونخوار اکثریت ہے جو موقع پاتے ہی مسلمان کے ساتھ وہی درندگی والا سلوک کرے گا جو وہ آج کشمیر اور بھارت کے مسلمان کے ساتھ کر رہا ہے! مگر حیف ہے ان گاندھی بھگتوں پر، ان ہندو مزاج اور ہندو نواز مسلمانوں پر جو واگہ کی لکیر سے بدکنے والے مہاشوں کی ہرزہ سرائی سن کر کھسیانی ہنسی ہنس کر یہ بتا دیتے ہیں کہ انہیں کوئی اختلاف نہیں! ان کی بلا سے کوئی مسلمان اسلام پر قائم رہے نہ رہے، وہ ہندومت میں جذب ہو جائے اور اپنا نام و نشان ہی مٹا لے! انہیں صرف کرسی سے غرض ہے اور لوٹ کھسوٹ سے دلچسپی ہے مگر یہ بدنصیب اتنا سوچنے سے بھی عاجز ہیں کہ ہندومت کا پانچواں طبقہ بن جانے کے بعد نہ ان کے لئے کرسی ہوگی اور نہ لوٹ کھسوٹ کا کوئی موقع ہوگا! وہ تو شاید ہندو کی مہربانی سے کہیں چپڑاسی لگ جائیں یا کسی کونے میں چھابڑی لگانے کی اجازت پا کر اپنا پیٹ پالنے کے قابل بھی نہ بن سکیں!

اس کہانی میں عبرت یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران بیچارے مسلمانوں کی نظر کس قدر بلند اور دور رس تھی! نہ خود دیکھ سکتے تھے اور نہ نگہ بلند، جاں پرسوز اور سخن دلنواز قائداعظم کی نظر سے آنے والے وقت کو دیکھ سکے! ہندو یہودی اور ان کا انکل سام کل کے عالم اسلام کے لئے کیا سوچتے رہے ہیں یا کیا منصوبہ بنا سکتے ہیں؟ کیا مسلم اہل دانش اس کا توڑ پیش کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں کیونکہ کل کی فکر کبھی مسلمانوں کا شیوہ تھا اسی لئے تو مولانا جلال الدین رومی فرما چکے ہیں کہ

Marfat.com

"مردِ آخر بیں مبارک بندہ ایست!"

یہ بات کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان بحیثیت مجموعی کافی حد تک جہالت اور پسماندگی کے پنجوں سے چھٹکارا پا چکا ہے، تعلیم کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کے تنوع اور کثرت نے انسان کو جہالت اور پسماندگی سے نکال لیا ہے، اب مسلمان کو اپنے روایتی بھولے پن کی بیماری سے بھی نجات پانا ہوگی! مغرب سے آنے والی ہر بات کو وحی اور الہام سمجھ کر اس کے سامنے بے کس اور بے بس بنکر سجدہ ریز ہونے کی عادت کو خیر باد کہنا ہوگا خصوصا صہیونیت زدہ عالمی ذرائع ابلاغ کی ہر بات کو شک کی نظر سے دیکھنا ہوگا، ان کے گمراہ کن نعروں کی اصل اور مقصد کو سمجھ کر انہیں مسترد کرنے کی کوشش کرنا ہوگی! جو نعرہ وہ مسلمانوں کو ملوث قرار دینے، نفرت کا نشانہ بنانے اور اپنے گھٹیا مقاصد کے حصول کے لئے لگاتے ہیں اس کا جواب تلاش کرنا ہوگا، حقیقت حال سے پردہ اٹھانا ہوگا اور ان سے ان کی زبان میں بات کرنا سیکھنا پڑے گا!

مثال کے طور پر بنیاد پرستی کے نعرے کو لے لیجئے، عیسائی دنیا میں "بنیاد پرستی" ایک مضحکہ خیز روش ہے جس کا تعلق عیسائیت کے بنیادی عقیدہ سے ہے جو ایک گورکھ دھندا ہے، جیسے ہی مسلمان دانشوروں نے اسلام کے بنیادی عقائد اور ارکان سے مغربی دنیا کو آگاہ کیا تو اس نعرہ کے مغربی "موجد" منہ چھپاتے پھرتے تھے! اسی ناکامی نے صہیونیت زدہ عالمی ذرائع ابلاغ کو اس "شکست" کو چپ چاپ مانتے ہوئے نیا نعرہ یا نئی ٹوپی (جو یہودی قیام اسرائیل کے لئے پہن چکے تھے) دریافت کر کے مسلمانوں کے سر پر فٹ کر دی تھی اور اس وقت سے اب تک اپنے سیاسی زعماء اور حکمرانوں کی بزدلی اور اپنے دانشوروں کی نالائقی سے مسلمان اس گندی غلیظ اور بوسیدہ یہودی ٹوپی کے نیچے دبے جا رہے ہیں! چاہیے تو یہ تھا کہ حافظ الاسد کی آواز میں آواز ملائی جاتی اور یہ بات ہر مسلمان سیاسی لیڈر اور حکمران کا صبح و شام کا ورد وظیفہ بن جاتی اور مسلمان دانشور کے قلم کی سیاہی کے ہر قطرہ سے یہی الفاظ نکلتے کہ ہم یہ ٹوپی جارج بش اور ٹونی بلیئر کے

Marfat.com

سر منڈھتے ہیں جہاں یہ بہتر سجتی ہے۔

ہم پاکستانی تقسیم کے جرم اور مذھب کی بنیاد پر قیام پاکستان یا نظریہ پاکستان کی رٹ لگانے سے چالاک برہمن کے ہاتھوں مات کھا رہے ہیں اور عالمی ہمدردی کھو چکے ہیں! ہمارے قائد اعظم نے تو ہندوستان کو متحد رکھنے کے لیے جتن کیے مگر ھندو کی مکارانہ ھٹ دھرمی سے ھندوستان مذہبی بنیاد پر تقسیم ہو گیا! کیونکہ ھندو جس "متحدہ قومیت" کا دعویدار تھا وہ مذہبی متحدہ قومیت تھی! آخر کار ھندو مسلمانوں سے زبردستی ان کا مذھب چھڑا کر انہیں ھندومت میں جذب کر کے طبقاتی لعنت میں گرفتار معاشرہ کا پانچواں طبقہ بنا کر اپنے ساتھ رکھنے کا آرزومند تھا ورنہ مسلمانوں کو مذھبی آزادی اور ثقافتی روایات کے تحفظ کی دستوری ضمانت سے انکار کے اور کوئی معنی نہ تھے! دنیا کا کوئی گروہ اپنا مذھب یا ثقافتی روایات مشترکہ یا متحدہ قومیت کے لیے قربان نہیں کر سکتا اور وہ طبقاتی لعنت میں گرفتار ایک خونخوار مذھبی اکثریت کے ساتھ! لیکن جونہی ہم "نظریہ پاکستان" یا مسلم غیر مسلم کے دو الگ الگ قوموں کا راگ الاپتے ہیں تو ھندو کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور دنیا ہم پر تضحیک اور حقارت برسانے لگتی ہے! ساٹھ سال سے اسلام کے جس سماجی انصاف کو اشرافیہ نے نہیں نافذ ہونے دیا اور جس اخوت اور باہمی رحمت وشفقت سے فرقہ پرستوں نے ہمیں محروم کر رکھا ہے، ہم اس پاکیزہ اسلام کو نظریہ پاکستان میں لپیٹ کر بدنام کر کے اپنے وطن کے لیے مفت کی دشمنیاں مول کیوں لیتے ہیں؟

فلسطین میں اسرائیل کے قیام سے عیسائی مغرب نے بیک وقت دو فائدے حاصل کیے ہیں غلیظ یہودیوں سے انہوں نے یورپ کے صاف ستھرے معاشرے کو نجات دلائی ہے اور اس کے ساتھ ہی القدس الشریف کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لیا ہے! فلسطینی مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی بہت جلد یہودیوں کو اقلیت میں بدل سکتی ہے عربوں کی معدنیاتی دولت نئے اور پرانے سامراجیوں کے لیے ایک اضافی کشش ہے! یہ مسئلہ کیسے حل ہو؟

Marfat.com

کشمیر پر بھارت کا ناجائز غاصبانہ قبضہ ہے سب جانتے ہیں مگر اتنے بڑے بھارت کو ناراض کر کے اسلامی ایٹمی پاکستان کو فکر مندی سے آزاد اور مضبوط دیکھنا عالمی صہیونیت کے مفاد میں ہے نہ نئے اور پرانے سامراجیوں کے مفاد میں !اس سیاسی کھیل کو سمجھے بغیر بھولا بھالا مسلمان کیا کرے ؟ یہی کہ کسی مجدد الف ثانی یا حسن نصراللہ کی تلاش جاری رکھے مگر خود کو اپنے ''سامراج نواز ''لیڈروں اور مرغانِ دست آموز سے بھی آزاد کرائے!

Marfat.com

حوالے اور حواشی

Marfat.com

منصب تجدید واحیائے دین اور حضرت مجدد

حوالے اور حواشی

ا۔اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن کے باب مایذکر فی قرن المئۃ میں روایت کیا ہے، اس کے علاوہ حاکم اور سیوطی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس نے میری فراموش شدہ سنت کا احیا کیا تو اسے سو شہیدوں کے برابر اجر ملے گا۔

۲۔مولانا مودودی تجدید واحیائے دین ص ۷۳

۳۔فتوح البلدان للبلاذری ۱۵/۱ ، کتاب القرط علی الکامل للمبرد ص ۲۷۳

۴۔جہان امام ربانی (جسے بعد میں صرف جہان لکھا جائے گا) ۱۲۷/۱۲ ،

تاریخ دعوت وعزیمت (جسے صرف تاریخ لکھا جائے گا) ۶۵/۴-۱۱۲

۵۔تاریخ ۱۲۵/۴ ، جہان ۱۲۶/۱

۶۔ایضاً

۷۔کلیات اقبال اردو ص ۱۲۲ ، مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال ص ۲۸

۸۔القرآن (النحل) ۱۲۵:۱۶

۹۔ڈاکٹر طہ حسین مرآۃ الاسلام ص ۲۷۳

۱۰۔تاریخ ۱۶۴/۴

۱۱۔جہان ۲۶/۱۲

۱۲۔ایضاً ص ۱۱۷

۱۳۔ایضاً ۲۹۹/۲

Marfat.com

۱۴۔ایضاً ۲۹۸/۱۲

۱۵۔تاریخ ۱۴۳/۴

۱۶۔جہان ۱۱۶/۱۲

۱۷۔ایضاً

۱۸۔ایضاً ۱۲۰/۱۲

۱۹۔ایضاً

۲۰۔ایضاً ۱۲۰/۱۲

Marfat.com

عہدِ مجددی

حوالے اور حواشی

۱۔ مقدمۃ ابنِ خلدون ص ۶۷۵

۲۔ تاریخ ۶/ ۲۳۔۶۰

۳۔ایضاً

۴۔ایضاً

۵۔ جہان ۱ /۴۱

۶۔ وحدۃ الوجود عربی زبان کی ترکیب اضافی ہے جس کے لئے فارسی میں یگانگیٔ ہستی اور اردو میں کائنات کی اکائی یا ہستی کا ایک ہونا زیادہ مناسب ہوگا اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کائنات کا وجود حقیقی صرف ایک ذات ہے اور وہ ربِ کائنات ہے، حقیقی وجود کا شرف صرف اسی ذات یکتا و بے ہمتا کو حاصل ہے، باقی سب چیزوں کا وجود غیر حقیقی ہے اور وہ سب مٹنے والی اور نابود ہونے والی ہیں اور لا یبقی الا وجه ربك ذوالجلال و الاکرام (تیرے ربِ ذوالجلال والاکرام کی ذات کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا) کے قرآنی ارشاد کا بھی یہی مدعا ہے لیکن جب وحدۃ الوجود کا ترجمہ ہمہ اوست (سب وہی ہے یا ہر شی وہی ہے) کیا گیا تو ایک تو یہ قواعد کی رو سے غلط ہے کیونکہ یہ مرکب اضافی کے بجائے مبتدا خبر (الوجود واحد) کا ترجمہ ہو گیا دوسرے بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی! ہر چیز ایک کیا ہوئی خدا ہو گئی اور حقیر اور مادی دنیا کی ہر شی خدا سمجھی جانے لگی!

۷۔تاریخ ۴ /۴۱

Marfat.com

۸۔ایضاً

۹۔ایضاً ص ۹۱۔۹۲

۱۰۔ایضاً

۱۱۔ منتخب التواریخ ۲/۲۷۱۔۲۷۲

۱۲۔ایضاً

۱۳۔ایضاً، جہان ۱ /۱۲۹۔۱۳۲

۱۴۔ایضاً

۱۵۔تاریخ ۴/۹۲۔۱۳۶

Marfat.com

دیارِ مجدد الف ثانی

حوالے اور حواشی

۱۔ مکتوبات نمبر (۲۲) دفتر اول

۲۔ جہان امام ربانی ۱/ ۳۹۲، کلیات اقبال اردو ص ۲۱۱

۳۔ جہان امام ربانی ۱/ ۳۹۲

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ اقبال اور ملی تشخص ص ۹۷۔۹۸

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ بالِ جبریل ص ۲۱۱

Marfat.com

خانوادۂ حضرت مجدد الف ثانی

حوالے اور حواشی

(۱) اس موضوع پر قابل تحسین کام کرنے والے دیگر محققین محترم میں سے سندھ کے عالم و محقق اور سلسلہ مجددیہ کے قابل احترام بزرگ حضرت شاہ محمد حسن مجددی ، علامہ محمود احمد عباسی ،صاحب "جواھر معصومی" جناب احمد حسین خان اور مولانا ابوالحسن ندوی کے علاوہ حضرت مسعود ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ادام اللہ فضلہ کے نام نمایاں ہیں ،ان میں سے اکثر کے نزدیک حضرت مجدد کا فاروقی النسب ہونا محققانہ طور پر درست اور مسلم ہے۔

(۲) مکتوبات دفتر اول نمبر 100۔

(۳) ایضاً دفتر دوم نمبر 15۔

(۴) تاریخ 4/130-131-360-372-

(۵) زبدۃ المقامات ص 118-123-

(۶) جہان 1/72، 4/183۔

(۷) زبدۃ ص 118 - 123۔

(۸) ایضاً

(۹) ایضاً

(۱۰) بوستان سعدی ص 12۔

(۱۱) تاریخ 4/137۔

(۱۲) ایضاً۔

Marfat.com

آئینہ حیاتِ مجدد الف ثانی

حوالے اور حواشی

ا۔ جہان امام ربانی (اسے بعد میں صرف جہان لکھا جائے گا)1 / 408، تاریخ دعوت وعزیمت (اسے بعد میں صرف تاریخ لکھا جائے گا)، مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی کی تحقیق کے مطابق اس سلسلہ نسب کے چار آخری حلقات بعض کتب تذکرہ میں ساقط ہو گئے ہیں!

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً

۴۔ جہان 210/1

۵۔ تاریخ 138/4

۶۔ ایضاً ص :131

۷۔ جہان 403/1 ،تاریخ 134-127/4

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ زبدۃ ص:128

۱۱۔ ایضاً ص:132-131

۱۲۔ روضۃ ص:68-67

۱۳۔ مکتوبات 3(87)، زبدہ ص:133

۱۴۔ جہان 418/1

Marfat.com

۱۵۔ زبدہ ص139

۱۶۔ تاریخ 153/4

۱۷۔ ایضاً 161/4

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ ایضاً 173,138/4

۲۰۔ ایضاً 182/4، جہان 244/1

Marfat.com

شہر لاہور اور حضرت امام ربانی

حواشی اور حوالے

۱۔دیکھئے Milton's Paradise Lost بامداد اشاریہ۔

۲۔دیوان مسعود سعد سلمان لاہوری مطبوعہ ایران طہران ۴۲ حواش ص ۷۴۶۔

۳۔دیوان ص ۴۹۳۔

۴۔ایضاً ص ۵۹۳۔

۵۔ایضاً ص ۶۸۲۔

۶۔عبدالکریم سمعانی کتاب الانساب ص ۶۷۳، مدینۃ الاولیاء ص ۲۸۔

۷۔محمد دین کلیم: مدینۃ الاولیاء ص ۲۹۔

۸۔ایضاً ص ۳۲۔

۹۔ایضاً ص ۳۲۔

۱۰۔ایضاً ص ۳۳۔

۱۱۔کلیاتِ اقبال فارسی ص ۵۲۔۵۳۔

۱۲۔ارمغان امام ربانی ص ۱۱۹۔۱۲۷۔

۱۳۔کلیاتِ اقبال فارسی ص ۵۲۔۵۳۔

۱۴۔ارمغانِ امام ربانی ص ۱۱۹۔۱۲۸، اقبال مجددی مقالہ: "حضرت مجدد الف ثانی کا لاہور سے رابطہ"

۱۵۔ایضاً۔

Marfat.com

۱۶۔ایضاً۔

۱۷۔ایضاً، ونزھۃ الخواطر ۲۲۸۱۸۔

۱۸۔ایضاً۔

۱۹۔ایضاً۔

۲۰۔ارمغانِ امام ربانی ص ۱۱۹۔۱۲۸۔

۲۱۔ارمغانِ امام ربانی ص ۱۲۵۔

۲۲۔مکتوباتِ امام ربانی ۶۳۱۲۱۱ مکتوب نمبر چھہتر۔

۲۳۔ارمغانِ امام ربانی ص ۱۱۹۔۱۲۸۔

۲۴۔ ایضاً۔

Marfat.com

حضرت مجدد اور علامہ محمد اقبال

حوالے اور حواشی

۱۔ جہانِ امام ربانی 4/234 'اقبال اور ملی تشخص ص ۹۷۔۸۲۲

۲۔ Speaches and Statement Pge273

۳۔ مرثیہ مغلیہ پر ایک نظر ص 153-23

۴۔ مرثیہ مغلیہ پر ایک نظر ص 153-23

۵۔ ایقان اقبال دیباچہ

۶۔ اقبال اور ملی تشخص ص 23

۷۔ جہان امام ربانی 273/3 'ارمغان امام ربانی ص 123

۸۔ بال جبریل ص 17

۹۔ بال جبریل ص 17

۱۰۔ جاوید نامہ ص 255

۱۱۔ اقبال اور ملی تشخص ص 101

۱۲۔ مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال ص 33-34

Marfat.com

اسلامی تصوف اور امام ربانی

حوالے اور حواشی

ا۔ سورۃ بقرۃ: 2/129 میں دعائے خلیل اللہ علیہ السلام کے طور پر، سورۃ آلِ عمران: 3/164 میں حق تعالیٰ کے خصوصی کرم واحسان کی حیثیت سے اور سورۃ الجمعہ: 62/2 میں اللہ رب العزت کی اپنی شان اور پہچان کے طور پر!

۲۔ الکامل فی التاریخ: 1/372، تاریخ الطبری: 1/509، طبقات ابن سعد: 1/257، دارارقم تاریخ کے آئینے میں، ص: 73۔

۳۔ تصوف اسلام، ص: 23، تاریخ دعوت وعزیمت: 4/261۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ تاریخ دعوت وعزیمت: 4/261۔

۶۔ مکتوبات، دفتر اول، حصہ دوم، ص: 6۔8

۷۔ تاریخ دعوت وعزیمت: 4/285۔286

۸۔ مکتوبات، دفتر اول، ص: 30، مکتوب نمبر: 57۔

۹۔ مکتوبات نمبر: 43، دفتر اول، یہ مکتوب بڑی تقطیع کے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں حضرت امام نے توحید وجودی اور توحید شہودی کے علاوہ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے موضوعات پر روشنی ڈالی ہے، نیز دیکھئے مکتوب چہارم دفتر دوم جو میر محمد نعمان کے نام ہے۔

۱۰۔ جہان امام ربانی: 2/994۔

۱۱۔ تاریخ دعوت وعزیمت: 4/125۔126

Marfat.com

۱۲۔ایضاً۔

۱۳۔جہان امام ربانی :4/316۔317

۱۴۔کلیات اقبال اردو، ص:293۔

۱۵۔مکتوب نمبر:290۔

۱۶۔مکتوب نمبر:91۔

۱۷۔جہان امام ربانی :2/514۔

۱۸۔مکتوب نمبر:266 ، جہان امام ربانی:2/514۔

۱۹۔مکتوب نمبر:289 ، جہان امام ربانی:2/515۔

۲۰۔قرآنِ کریم:17/16۔

۲۱۔جہان امام ربانی:2/512۔

۲۲۔مکتوب نمبر:221۔

Marfat.com

مقامِ نبوت ورسالت

حوالے اور حواشی

(۱) جہانِ امام ربانی: 331/2

(۲) تاریخ دعوت وعزیمت: 172/4

(۳) جہانِ امام ربانی: 115/1

(۴) تاریخِ دعوت وعزیمت: 181/4

(۵) کلیاتِ اقبال ص:453

(٦) تاریخِ دعوت وعزیمت 189/4

(۷) قرآن کریم: 103/6

(۸) بوستانِ سعدی ص:16

(۹) چمنستان ص:215

(۱۰) جہانِ امام ربای: 124/11

(۱۱) قرآن کریم:13/42

(۱۲) مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر 266

(۱۳) ایضاً دفتر سوم مکتوب نمبر 33

(۱۴) ایضاً

(۱۵) ایضاً دفتر اول مکتوب نمبر 260

(۱٦) ایضاً

Marfat.com

(۱۷)ایضاً

(۱۸)اسلام میں الٰہیات کی تشکیلِ جدید

(۱۹)مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر 301

(۲۰)ایضاً مکتوب نمبر 40

(۲۱)ایضاً مکتوب نمبر 44

(۲۲)تاریخِ دعوت وعزیمت: 192/4

(۲۳)قرآن کریم:82/5

(۲۴)ایضا123/20,35/7,38/2

(۲۵)ایضاً81/3

(۲۶)الخصائص الکبریٰ:273/2

(۲۷)کلیاتِ اقبال اردو ص 317

(۲۸)مکتوبات 84 دفتر اول

(۲۹)مکتوبات 40 دفتر اول

(۳۰)مکتوبات 62 دفتر اول

(۳۱)ایضاً

(۳۲)قرآن کریم: 31/3

(۳۳)مکتوبات 44 دفتر اول

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی اور نظریہ پاکستان

حوالے اور حواشی

ا۔تاریخی ریکارڈ یہ بتاتا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے علاوہ دیگر تمام مسلمان سیاسی و مذہبی جماعتوں نے قیام پاکستان کی پرزور مخالفت کی، مسلم لیگ نے ہندو کانگریس کی ہٹ دھرمی سے قطعی مایوس ہو کر ایک ایسی آزاد اسلامی مملکت کے قیام کا عزم کر لیا جہاں مسلمان خونخوار ہندو اکثریت سے محفوظ اپنے مذہب پر آزادانہ عمل کرتے ہوئے اپنی مرضی سے زندگی گزار سکیں، دوقومی نظریہ کی اصطلاح دراصل حضرت مجدد کے اس نقطہ کی بازگشت تھی کہ مسلمان ہندو کے ساتھ ملکر متحدہ ہندی قوم نہیں بنا سکتے کیونکہ ہندو اکثریت مسلمانوں کو اپنے اندر زبردستی جذب کر کے اسلام کو مٹانا چاہتی ہے۔اسی لئے قائداعظم نے ہندو اکثریت کو خونخوار ہندو اکثریت قرار دیا، قائداعظم نے اس بات کا بھی اعلان کیا کہ کتاب وسنت پاکستان کے آئین کا مصدر و ماخذ ہوں گے، دستور پاکستان میں بھی اس کا واضح اعلان موجود ہے، قیام پاکستان کے بعد علمائے کرام نے "اسلامی ریاست" کے قیام کا مطالبہ کیا اور کہا کہ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے مگر عملی طور پر یہ ہوا کہ مذہبی سیاسی جماعتیں ایک نہ ہو سکیں (بلکہ بعض صورتوں میں شدید فرقہ پرستانہ فسادات بھی ہوئے) اور وڈیرہ شاہی نے دوقومی نظریہ کا مطلب صرف یہ لیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں جو اکٹھی نہیں ہو سکتیں لیکن کیوں؟ یہ کسی نے نہیں بتایا کہ دراصل ہندو تو بقائے باہمی کا قائل ہی نہیں۔

۲۔قائداعظم کی تقاریر و بیانات ص ۲۲۳۔

۳۔روزنامہ نوائے وقت ۱۲۳ اکتوبر ۲۰۰۳ء۔

Marfat.com

۴۔مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۴۷۔

۵۔ایضاً۔

۶۔ایضاً۔

۷۔جہان ۳۲۵/۴

۸۔کلیات اقبال اردو ص ۲۱۱۔

۹۔کلیات اکبر آلہ آبادی ص ۲۷۳۔

۱۰۔بحوالہ جہان امام ربانی ۳۳۱/۴۔۳۳۶۔

۱۱۔ایضاً۔

۱۲۔ایضاً۔

۱۳۔کلیات اقبال فارسی ص ۴۲۳۔

۱۴۔جہان امام ربانی ۲۷۳/۴۔

۱۵۔ایضاً۔

۱۶۔ایضاً۔

Marfat.com

پاکستان کا مستقبل فکر مجدد کی روشنی میں

حوالے اور حواشی

۱۔ جہان ۱/ ۲۲۳ ، ارمغان امام ربانی ص ۲۱۴۔

۲۔ مہر النساء علی ص ۱۱۵۔

۳۔ تحقیقاتی رپورٹ جنوبی ایشیا انسٹیٹیوٹ، پنجاب یونیورسٹی۔

۴۔ جہان ۴/۲۷۵۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ کلیات اقبال اردو ۲۷۳۔

۸۔ جہان ۵/۳۱۳۔

۹۔ جہان ۴/۳۳۳۔۳۳۴۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com